کورٹ میرج میں طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے اثرات

(تجزیاتی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

فوزیہ عمبرین

ایم فل سکالر، علوم اسلامیہ

MP-IS-AS17-ID-034

نگرانِ مقالہ

ڈاکٹر ارم سلطانہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

شعبہ علومِ اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن 2017-2020

کورٹ میرج میں طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے اثرات

(تجزیاتی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

فوزیہ عمبرین

ایم فل سکالر علوم اسلامیہ

MP-IS-AS17-ID-034

نگران مقالہ

ڈاکٹر ارم سلطانہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن 2017-2020

فوزیہ عمبرین

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1.	مقالہ کی منظوری کا فارم (Thesis Acceptance Form)	IV
2.	حلف نامہ (Declaration)	V
3.	انتساب (Dedication)	VI
4.	اظہار تشکر (A word of thanks)	VII
5.	ملخص مقالہ (Abstract)	IX
6.	مقدمہ	X
7.	**باب اوّل: کورٹ میرج اور طلاق کا تعارف و شرعی حیثیت**	15
8.	فصل اوّل: کورٹ میرج کا تعارف	20
9.	فصل دوم: کورٹ میرج کی شرعی حیثیت	33
10.	فصل سوم: طلاق کا تعارف طریقہ کار اور شرعی حیثیت	54
11.	**باب دوم : کورٹ میرج میں طلاق کی وجوہات، نقصانات اور سدباب**	64
12.	فصل اوّل: کورٹ میرج میں طلاق کی وجوہات	66
13.	فصل دوم: کورٹ میرج میں طلاق کے نقصانات	85
14.	فصل سوم: کورٹ میرج میں طلاق کا سدباب	96
15.	**باب سوم: کورٹ میرج میں طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان (وفاق کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)**	106
16.	فصل اوّل: پاکستان میں نکاح سے متعلقہ قوانین	107
17.	فصل دوم: کورٹ میرج و طلاق کے مقدمات	119
18.	فصل سوم: کورٹ میرج میں طلاق کا جائزہ/تناسب	126
19.	**باب چہارم: کورٹ میرج کے معاشرے اور معاشرتی رویہ پہ اثرات**	145
20.	فصل اوّل: زوجین پر اثرات	146

153	فصل دوم: بچوں پر اثرات	.21
159	فصل سوم: خاندانی زندگی پر اثرات	.22
166	نتائج	.23
167	سفارشات	.24
169	فہارس مقالہ	.25
170	فہرست آیات کریمہ	.26
172	فہرست احادیث مبارکہ	.27
174	فہرست شخصیات	.28
176	فہرست اماکن وبلاد	.29
177	فہرست اصطلاحات	.30
179	فہرست مصادر ومراجع	.31

منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے،وہ مجموعی طورپر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہے اور فیکلٹی آف سوشل سائنسزکو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **کورٹ میرج میں طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے اثرات (تجزیاتی مطالعہ)**

Topic in English: **Growing trend of divorce in court marriage and its impact** (Analytical Study)

Topic in Roman Urdu Court marriage main talaaq ka barrta hoa rojhaan our is key asraat (Tajzieati Moutala)

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: **فوزیہ عمبرین**

رجسٹریشن نمبر: **MP-IS-AS17-ID-034**

ڈاکٹر ارم سلطانہ

(نگران مقالہ) ______________ دستخط نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ______________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان

(پرو۔ریکٹر اکیڈ مکس، نمل) ______________ پرو۔ریکٹر اکیڈ مکس کے دستخط

تاریخ: ______________

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں فوزیہ عمبرین ولد ساجد حسین

رول نمبر : MP-IS-AF16-ID-091

رجسٹریشن نمبر : MP-IS-AS17-ID-034

طالبہ ،ایم فل شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ مقالہ بعنوان: **کورٹ میرج میں طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان اور اس کے اثرات**

(تجزیاتی مطالعہ)

Topic in English **:Growing trend of divorce in court marriageand its impact** (Analytical Study)

Topic in Roman Urdu Court marriage main talaaq ka barrta hoa rojhaan our is key asraat(Tajzieati Moutala)

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے،اور **ڈاکٹرارم سلطانہ** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے ،راقم الحروف کا اصل کام ہے،اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے ، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہےاور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: **فوزیہ عمبرین**

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز،اسلام آباد

انتساب

اللہ رب العزت کا بے حد احسان اور شکر ہے کہ جس کی خاص مدد سے یہ تحقیق مکمل ہوئی۔اس ناچیز خدمت کو میں اپنے **والد محترم** کے نام منسوب کرتی ہوں جو میرے دین سے جڑنے اور اس کی تعلیم حاصل کرنے کا اصل سبب بنے اور ہر قدم پر میرا ساتھ دیا۔

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرتی ہوں کہ جس کی خاص مدد اور توفیق سے راقمہ کے لیےاس تحقیق تکمیل تک پہنچنا ممکن ہوا۔ اپنے والدین کی بے حد احسان مند ہوں کہ ان کی راہنمائی اور تربیت سے تحقیق کے راستوں پر چلنے کی توفیق ملی۔ میں محترم ڈاکٹر ارم سلطانہ صاحبہ کی خاص طور پر شکر گزار ہوں جن کا سایہ عاطفت اور راہنمائی ہر لمحے میرے ساتھ رہی۔ آپ نے بہترین انداز میں رہنمائی کی۔ میں صدر شعبہ اور دیگر اساتذہ کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔ان کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس راستے کے نئے میدان متعارف کروائے۔ میں تمام قابل قدر اساتذہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی بدولت اس راستے کی مشکلات کم ہوئیں، یہ ان ہی کی رہنمائی تھی کہ میں اپنے اندر چھپے محقق کو تلاش کر سکی۔ انہوں نے مختلف مراحل میں میری مدد کی۔ اس کے علاوہ یونیورسٹیوں کی لائبریریوں کے عملے اور نمل یونیورسٹی کے منتظمین کی شکر گزار ہوں جنہوں نے لائبریری سے استفادہ کی سہولت مہیا کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کو دنیا و آخرت میں کامیابی و اجر سے نوازے۔ آمین!

رموزِ اوقاف

اس مقالے میں درج ذیل رموزِ اوقاف کو استعمال کیا گیا ہے۔

1. ﴿ ﴾: قرآنی آیات کی نشاندہی کے لیے۔
2. " ": اقتباسات کے لیے۔
3. (( )): احادیث کے لیے۔
4. ص: صفحہ نمبر کے لیے۔
5. P: انگریزی حوالہ جات کے لیے۔
6. Ibid: انگریزی میں ایضاً کے لیے۔
7. Vol: جلد نمبر کے لیے
8. /: قرآن مجید کی آیت اور پارہ نمبر کے درمیان۔
9. ھ: ہجری کے لیے۔
10. ء: سن عیسوی کے لیے۔

Abstract

In Islamic family system, institution of marriage (Nikah) is managed in handful way to achieve the happiness of this life and hereafter. A marriage contract is organized through provisions of mutual rights and duties of spouses in refined legal matrix of Islamic jurisprudence. A failure to meet the fundamentals of society at any level leads to court marriage, divorce (Talaq), separation (Khulah), and other social disorders. This deviation may lead a prospering society to tension, frustration, wrestling, jealousy, and enmity which must ruined human ties among different segments of society.

This study is an analytical study on “increasing trend of divorce in case of court marriages and its impact”. In 1st chapter, there is defined court marriage and concept of divorce in light of Shariah. The second chapter discusses analytically the causes, losses, remedies to increasing trend of divorce generally and in cases of court marriages especially. The prevailing laws and regulation to file a court marriage is documented in context of federal capital and the survey in conducted for the cases appeared in federal capital through floating different questionnaires on above mentioned topic. The fourth chapter evaluates the impact of court marriage on behaviors of people in context of the existing norms of society.

Last, but not least the fifth chapter concludes the subject matter with limitations of study and recommends some of accurate policy stances to stop the trend of court marriages and the increasing trend of divorce through legislation and other social solutions to the problems. This study is equally important for general public for awareness, for academicians to extend it further, and for policymakers to control these alarming trends which may vanish the existing social ties among society.

مقدمہ

موضوع تحقیق کا تعارف

نکاح اسلامی معاشرتی نظام کا ایک اہم رکن ہے۔جوزوجین کو حلال طریقے سے ازدواجی رشتے میں باہم منسلک کرتا ہے۔اسلامی جمہوریہ پاکستان میں شادی کے اہتمام کے دو طریقے رائج ہیں۔ایک ارینج میرج اور دوسرا لو میرج، مقالہ ہذا میں لو میرج کے پس منظر کوٹ میرج کو بحث موضوع بنایا گیا ہے ۔عدالتی شادی کا مطلب ہے ایسی شادی جو عدالت میں کی جائے اور اسے عدالتی تحفظ حاصل ہو۔وہ کورٹ میرج یا عدالتی شادی کہلاتی ہے۔دوسرے لفظوں میں عدالتی شادی سے مراد ایسی شادی ہے۔جو ولی کی غیر موجودگی اور رضامندی کے بغیر کی جائے۔اور عدالت اسے درست قرار دے۔موجودہ دور میں ہماری نوجوان نسل اس طریقہ کار کو اپناتی نظر آتی ہے ۔جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ والدین اولاد کی رائے اور مرضی کو اہمیت نہیں دیتے ۔قابل قبول مشرقی روایات اور اسلامی اقدار سے ہٹ کر نکاح کرنا یا کروانا کوٹ میرج جیسی اصطلاحات کو جنم دیتا ہے۔اور ایسا نکاح عموما تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں طلاق پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔اور یہیں سے خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے ہیں۔

موضوع تحقیق کی ضرورت واہمیت

شادی ایک خوبصورت بندھن ہے، مگر یہ جس قدر پیارااور مضبوط بندھن ہے اسی قدر نازک بھی ہے ،ہلکی ہلکی ضربیں اسکی مضبوط ڈور کو ناقابل تلافی نقصان پہنچادیتی ہیں. یہی وجہ ہے کہ اس بندھن پر توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے، ہمارے معاشرے کا ایک بڑا ناسور طلاق ہے اسکی وجہ سے کئی خاندان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔لمحہ فکریہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں طلاق کا رجحان بڑھتا جارہا ہے جو دیمک کی طرح اس معاشرے کے سکون کو چاٹ رہی ہے۔ چنانچہ اس تحقیقی مطالعہ میں کورٹ میرج میں طلاق کی شرح کے تناسب کو جانچا گیا ہے۔ چنانچہ کورٹ میرج کے بعد طلاق کے محرکات،اسباب،اور نتاج کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔اور بچوں کی زندگیوں میں طلاق کی وجہ سے کیا مشکلات سامنے آتی ہیں ان پر بھی بحث کی گئی ہے۔

موضوع کی وجہ انتخاب

اسلامی تعلیمات سے دوری عصر حاضر میں مسلمانوں کے معاشرے میں جہاں دیگر خرابیوں کا باعث بن رہی ہے ان میں ایک خرابی یہ بھی سر فہرست ہے کہ اکثر والدین بچوں کی پسند وناپسند کو نظرانداز کر کے اپنی مرضی اور پسند کے رشتے طے کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر لڑکے لڑکیاں والدین کو بتائے بغیر اپنی پسند اور مرضی کے مطابق عدالتی نکاح کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ پھر دوسری طرف والدین اپنی مرضی کے خلاف کی گئی شادی کو قبول کرنے کو تیار ہی نہیں ہوتے حالانکہ جس جوڑے نے آپس میں مل جل کر رہنا ہے اگر وہ رضامند ہوں تو ان کو زندگی گزارنے کا حق دینا چاہیے جبکہ قرآن وحدیث میں بھی پسند کی شادی کرنے کا حکم ہے۔ لیکن لاعلمی وجہالت کی وجہ سے معاشرے میں لڑکی اور لڑکے کی آپس میں پسند کی شادی کو عجیب سمجھا جاتا ہے اگر وہ بذریعہ عدالت نکاح کرلیں تو مزید نفرت کی نگاح سے دیکھتے ہیں۔ جس سے کثیر معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں، زوجین کا یہ فیصلہ بعد میں ناخوشگوار زندگی کا باعث بنتا ہے۔ حالات طلاق تک پہنچا دیتے ہیں- جس سے زوجین، بچے اور متعلقہ افراد بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ اس تحقیقی مقالہ میں اسی مسئلہ کو مرکز تحقیق بنایا گیا ہے۔

موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ

میری معلومات کے مطابق اس طرح کا کوئی کام سامنے نہیں آیا جس میں کورٹ میرج میں طلاق کی شرح کا تناسب لگایا گیا ہو اور طلاق کے ان محرکات کا اندازہ لگایا گیا ہو جس کی وجہ سے بچوں کی ذہنی تربیت اور تعلیم پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ البتہ اس پر ملتے جلتے مقالے دستیاب ہیں۔

- مسئلہ طلاق۔ مذاہب عالم میں، مقالہ نگار: نازیہ نجم، نگران مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید صدیقی، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۹۸
- کورٹ میرج (عدالتی شادی کی شرعی اور قانونی حیثیت)، مقالہ نگار: طلعت نسیم، ادارہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام اباد، ۲۰۰۷
- فقہ اسلامی میں طلاق کے احکامات، مقالہ نگار: سعدیہ انور، ادارہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۳

- اسلامی ممالک میں حقوق نسواں سے متعلق اصلاحات کا تجزیاتی مطالعہ، ماہ رخ مرزا، ادارہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۲

تحقیق میں موجود خلا

نکاح اور طلاق کے بہت سے تحقیقی پہلوؤں پر کام ہو چکا ہے۔ لیکن کورٹ میرج کی صورت میں ہونے والے نکاح اور اس کے نتیجے میں ہونے والی طلاق پر آج تک کوئی تسلی بخش کام نہیں ہو سکا۔ لہذا ضرورت اس امر کی تھی کہ اس موضوع کو زیر بحث بنایا جائے۔ لہذا مقالہ ہذا میں اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تحدید کار

مقالہ وفاق کے تناظر میں کورٹ میرجز اور فیملی کورٹ سے طلاق کے مقدمات میں ملوث افراد کو ملحوظ خاطر رکھ کر کیا گیا ہے اور اسکا انداز تحقیق بیانیہ اور تجزیاتی اختیار کیا گیا ہے۔ ایک سوالنامہ تیار کیا گیا ہے، جس میں کورٹ میرج میں طلاق کی شرح، وجوہات اور اثرات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

اہداف و مقاصد تحقیق

جن اہداف کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں:

- کورٹ میرج کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کی تحقیق/معلومات حاصل کرنا۔
- کورٹ میرج میں طلاق کے بنیادی اسباب و مسائل کی نشاندہی کرنا۔
- اسلامی جمہوریہ پاکستان (وفاق کے تناظر) میں کورٹ میرج کے بعد طلاق کی شرح کے تعین کے ساتھ اس کا تجزیہ کرنا۔
- خاندانی زندگی اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر کورٹ میرج کے بعد ہونے والی طلاق کے پڑنے والے اثرات کا جائزہ لینا۔
- طلاق کی شرح میں کمی لانے اور قانون ساز اداروں کو خاندانی نظام بچانے کے لیئے تجاویز و سفارشات فراہم کرنا۔

تحقیقی سوالات

- شریعت میں کورٹ میرج کی حیثیت کیا ہے؟
- کورٹ میرج میں طلاق کا رجحان کن وجوہات اور مسائل کی بناپر پیدا ہوتا ہے؟
- ہمارے معاشرے میں کورٹ میرج کے بعد طلاق کی شرح کیا ہے؟
- ہمارا معاشرہ، زوجین اور بچے کورٹ میرج میں طلاق سے کس قدر متاثر ہوتے ہیں؟
- پاکستانی معاشرے میں کورٹ میرج سے ہونی والی طلاق کی روک تھام کیسے ممکن ہے؟

اسلوب تحقیق

مقالہ ہذا میں تحقیق کا طریقہ کار بیانیہ اور تجزیاتی اختیار کیا گیا ہے۔اوراس کے لئے درج ذیل ذرائع تحقیق(Research Sources)کو استعمال میں لایا گیا ہے۔

- سروے کا طریقہ کار سوالنامے اور انٹرویو کی شکل میں استعمال کیا گیا ہے۔
- موضوع سے متعلق کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- موضوع سے متعلق مختلف آرٹیکلز سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
- دور جدید کی سہولیات (مثلاً انٹرنیٹ) وغیرہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

ابواب بندی

باب اول: کورٹ میرج اور طلاق کا تعارف و شرعی حیثیت

فصل اول : کورٹ میرج کا تعارف

فصل دوم : کورٹ میرج کی شرعی حیثیت

فصل سوم : طلاق کا تعارف اور شرعی حیثیت

باب دوم: کورٹ میرج میں طلاق کی وجوہات، نقصانات اور سد باب

فصل اول : کورٹ میرج میں طلاق کی وجوہات واسباب

فصل دوم : کورٹ میرج میں طلاق کے نقصانات

فصل سوم: کورٹ میرج میں طلاق کا سد باب

باب سوم: کورٹ میرج میں طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان

(وفاق کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ)

فصل اول: پاکستان میں نکاح سے متعلقہ قوانین

فصل دوم: کورٹ میرج و طلاق کے مقدمات

فصل سوم: کورٹ میرج میں طلاق کا جائزہ/ تناسب

باب چہارم: کورٹ میرج کے معاشرے اور معاشرتی رویہ پہ اثرات

فصل اول: بچوں پر اثرات

فصل دوم: زوجین پر اثرات

فصل سوم: خاندانی زندگی پر اثرات

نتائج

سفارشات

فہارس

مصادر و مراجع

باب اول

کورٹ میرج اور طلاق کا تعارف و شرعی حیثیت

فصل اول: کورٹ میرج کا تعارف

فصل دوم: کورٹ میرج کی شرعی حیثیت

فصل سوم: طلاق کا تعارف اور شرعی حیثیت

تعارف

دین اسلام ضابطہ حیات ہے۔ اس کی ہدایت تمام پہلوؤں کا نظریاتی بھی اور عملی تعبیر کا احاطہ کرتی ہے۔ اللہ کریم نے اسے قیامت تک رشد وہدایت کا امین بنایا ہے۔ دیگر سیاسی، معاشی، عدالتی اور انفرادی پہلوؤں کہ ساتھ اسلامی نظام معاشرت اور مبادت سے منتہات تک بطور خاص واضح کیا کیونکہ باقی نظام ہائے زندگی بنیاد یہی ہے۔

اسلامی نظام معاشرت کے مقاصد کو حاصل کرنے کہ لیے "عقد نکاح" کو منظم طور پر رائج کرنا اور انفرادی خوبیوں سے ہو کر اجتماعی حسن سے ہمکنار کرتا ہے۔ یہ ہی خاندانی تہذیب اجتماعی معاشرتی بقاء کی ضمانت بنتی ہے۔ قرآنی نظریہ ارتقائے نسل انسانی میں دو افراد سے سلسلہ شروع ہوا اور پوری کائنات پر نسل انسانی پھیل گئی۔ فرمان خداوند ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا [1]

لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد وعورت پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جسے تم اپنی حاجت روائی کا ذریعہ بناتے ہو اور ارحام کے قطع کرنے سے (بچو) بلاشبہہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

معاشرے کی بنیادی اکائی کے طور پر نکاح کے کثیر مقاصد قرآن وسنت میں مذکور ہیں جن سے فطری لگاؤ ہر سلیم الطبع فرد کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس میں انفرادی خواہشات کی پاسداری بھی ہے اور نسل انسانی کی اجتماعی بقاء کی ضمانت بھی ہے اور بچوں کے بچپن سے لڑکپن کی طرف نکھار بھی ہے اور جوانی سے بڑھاپے میں جاتے افراد کا سہارا بھی عزت وعصمت کی حفاظت کی ضمانت بھی ہے اور جسمانی و روحانی تسکین کا اہتمام بھی ہے۔[2] قرآن کریم نے مقاصد نکاح میں زوجین کے لئے فرحت وسکون کا حصول ایک بنیادی مقصد کے طور پر ذکر لیاہے۔

1۔ سورۃ النساء: ۱/۴

2۔ ابوالحسن، **اسلام کے عائلی قوانین** (کراچی: ادارہ القران العلوم الاسلامیہ، ۲۰۱۱) ص ۹

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾[1]

ترجمہ: اور یہ (بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اللہ نے تم میں تمہیں میں سے جوڑے پیدا کیے تا کہ تم باہم ایک دوسرے سے آرام پاؤ اور اس نے ایک دوسرے سے محبت اور رحمت پیدا کر دی، بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

سید امیر علی کے مطابق نکاح مرد و عورت کا باہم ایسا معاہدہ ہے جس کے نتیجے میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد نسب شرعاً ثابت ہوتا ہے۔ جو معاشرے کو تحفظ اور بنی نوع انسان کو غلاظت اور بدکرداری سے دور رکھتا ہے۔ یہ ایک مذہبی رسم نہیں لیکن اس کا تقدس ابتدائے زمانے سے قائم ہے یہ ایک عبادت کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ یہ انسان کو بدکرداری گندگی اور غلاظت سے دور رکھتا ہے شادی معاہدہ کے معنوں میں ایک مستقل تعلق ہے۔ جو کہ دو مختلف جنسوں مرد اور عورت کی باہمی رضامندی پہ مشتمل ہے اور ان کے درمیان تعلق میں شرعاً اور قانوناً کوئی ممانعت اور پابندی نہیں۔[2]

معاہدہ نکاح کی نوعیت کے بارے میں پاک و ہند کی عدالتوں اور معاشرے کے عرف و عادت میں بھی دیگر معاملات کی طرح دیوانی معاہدہ ہے۔ اسی تناظر میں بر صغیر پاک و ہند کے جسٹس محمود نے ''مقدمہ عبدالقادر بنام سلیمہ بی بی'' میں رقمطراز ہیں کہ نکاح مسلمانوں میں ایک مذہبی رسم کا نام نہیں بلکہ یہ خالصتاً ایک دیوانی معاہدہ ہے اور چونکہ اسلامی نکاح میں کسی ایسی مذہبی رسم کی احتیاج نہیں جیسے ہندو اور عیسائی کرتے ہیں، پس ہند و پاک کی تمام عدالتوں نے جسٹس محمود کے نقطہ نظر کو اختیار کرتے ہوئے معاہدہ نکاح کو ایک خاص نوعیت کا "دیوانی معاہدہ" شمار کیا ہے۔[3]

محمد بن نصر المروزی نکاح کے عقد سے متعلق درج کرتے ہیں:

1۔ سورۃ الروم : ۳۰/ ۲۱

2. Ali, Syed Ameer, Muhammadan Law, Lahore, Law publishing company, katchery road, ed:7th , 1979, p. 24/2

3. Hodkinson, keith, Muslim Famil Law a Sourcebook, London:groom helm,biddles ltd,1984, p.89

"یہ ایک تمدنی اور عمرانی معاہدہ کے علاوہ دینی اور روحانی معاہدہ ہے، جس سے ایک طرف رسول کریم کی سنت پر عمل ہوتا ہے تو دوسری جہت میں عصمت کی حفاظت بھی متیقن ہے۔"(1)

محمد بن نصرالمروزی کے پیش کردہ نقطہ نظر کی روشنی میں معاہدہ نکاح کو صرف دیوانی معاہدہ قرار دینا نکاح کے اسلامی تصور سے سراسر زیادتی ہے حقیقت یہ ہے کہ نکاح ایک ایسی شرعی ذمہ داری جو مقدس معاہدے کی حیثیت رکھتی ہے، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ زوجین کے درمیان پائے جانے والے حقوق و فرائض کی نوعیت دیوانی ہے جنہیں عدلیہ سے نافذالعمل کروایا جا سکتا ہے،فقط اس جزوی مماثلت کی بناپر نکاح کو کلیتا دیوانی یا عمرانی معاہدہ قرار دینا زیادتی ہے۔ قابل فہم پہلو یہ ہے نکاح کے ایجاب و قبول کے ساتھ ہی زوجین کی تمام تر ذمہ داریاں ایک دوسرے سے وابستہ ہو جاتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمان اور شارع پہ مبنی ہیں نہ کہ ملک کے کسی قانون ساز ادارے نے دیے ہیں اس لئے فقہ میں نکاح کے باب کو معاملات اور عبادات ہر دو میں ذکر کیا گیا ہے۔(2)

اس باب میں اولاً کورٹ میرج کا تعارف اور طریقہ کار کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کیونکہ کورٹ میرج بھی نکاح کے مروج طریقہ کار میں تبدیلی کی جاتی ہے جسکی وجوہات باقی ابواب میں واضح طور پر موضوع بحث ہیں۔ فصل دوم میں کورٹ میرج کی شرعی حیثیت مختلف فقہی مکاتب کی روشنی میں بالتفصیل درج کیے گیے ہیں۔ بعد ازیں فصل سوم میں طلاق کا تعارف طریقہ کار اور اسکے شرعی پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

1۔ محمد بن نصر المروزی،السنة ، (بیروت ، مؤسسة الکتب الثقافیة ،طبع الثالث ۲۰۰۲)ص۴۱۲

2۔ تنزیل الرحمن، جسٹس، **مجموعہ قوانین اسلام**، (اسلام آباد، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۳ء) ص ۵۸-۵۹۔

فصل اول

کورٹ میرج کا تعارف

علم سیاسیات کی روشنی میں عدالت حکومت کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے جو تمام اداروں اور لوگوں کو انصاف فراہم کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ عدالت کی اصطلاح اس مجلس کے لیے بھی استعمال ہوتی تھی، جس میں جج حضرات لوگوں کے تنازعات کے تصفیے کرتے تھے اور عدالتیں باقاعدہ ادارے کے طور پہ سلطنت روم کے آخری زمانے میں تشکیل پذیر تھیں، تاہم عیسائیوں کو اپنے تنازعات حل کروانے کی اجازت نہ تھی اور وہ اپنے معاملات پادریوں کے پاس لے جاتے تھے، اس طرح عیسائیوں نے اپنا ایک (Board of common low) بنایا ہوا تھی۔ 1067 کے بعد انگلستان وہ پہلا ملک تھا جس نے باقاعدہ مجموعی سطح پر عدالتی نظام متعارف کروایا اور اسکو (Royal Court) کا نام دیا چھوٹے موٹے تصفیوں کو حل کرنے کے لئے (Lower Court) کے نام سے عدالتیں بنائی گئیں جبکہ بادشاہوں کی رعایا اور انکے وزیروں مشیروں کے لئے (Royal Court) کے نام سے عدالتیں بنائی گئیں ان عدالتوں نے آہستہ آہستہ ایک ایسا نظام وضع کیا جس میں ساری کی ساری طاقت حکومت کو حاصل تھی اپنے فیصلوں میں انہوں نے ایسی مثالیں قائم کی جو بعد میں آنے والی تمام عدالتوں کے لئے مشعل راہ ہیں باقاعدہ پارلیمانی نظام وضع ہونے اور عدالتی فیصلوں کی روشنی میں تمام کے تمام تصفیے (Common law) کے تحت حل ہونے لگے۔ بین الاقوامی تنازعات کے حل کے لئے انیسویں صدی میں بین الاقوامی عدالتیں قائم کی گئیں۔1884 کی پہلی کانفرنس میں بین الاقوامی انصاف کی عدالتوں کو اقوام متحدہ کا سب سے اہم حصہ تسلیم کیا گیا۔ (1)

کسی بھی قوم کی نشوونما اور تعمیر وترقی کے لیے "عدل وانصاف" ایک بنیادی ضرورت ہے۔جس سے مظلوم کی نصرت ،ظالم کا قلع قمع اور جھگڑوں کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور حقوق کو ان کے مستحقین تک پہنچایا جاتاہے اور دنگا فساد کرنے والوں کو سزائیں دی جاتی ہیں۔تاکہ معاشرے کے ہر فرد کی جان ومال ،عزت وحرمت اور مال واولاد کی حفاظت کی جا سکے۔یہی وجہ ہے اسلام نے ''قضا'' یعنی قیام عدل کاانتہا درجہ اہتمام کیا ہے۔اوراسے انبیاء کی سنت بتایا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی کلیدی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

1. The 21st century Webster's introduction Encyclopedia, 1st ed, 2003, P. 285.

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾(1)

ترجمہ: پس آپ ﷺ کے پروردگار کی قسم کہ یہ ہر گز صاحبِ ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ ﷺ فیصلہ کردیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ ﷺ کے فیصلہ کے سامنے سراپا تسلیم ہو جائیں۔

نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ مسلمانوں کے لیے دین ودنیا کے تمام امور میں مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ کی تنہا ذات میں حاکم، قائد، مربی، مرشد اور منصف اعلیٰ کی تمام خصوصیات جمع تھیں۔ آپ ﷺ نے دار القضاء کو بطور ادارہ الگ شناخت دی۔ نبی کریم ﷺ کے بعد خلفاء راشدین سیاسی قیادت، عسکری سپہ سالاری اور دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ منصف وقاضی کے مناصب پر بھی فائز رہے اور خلفاءراشدین نےاپنے دورِ خلافت میں دور دراز شہروں میں متعدد قاضی بناکر بھیجے۔ اسطرح عدالتیں انسانی تاریخ کا مختلف تہذیبوں کا بنیادی جزو رہی ہیں۔

نسل انسانی کے تحفظ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مرد عورت کو تخلیق کر کے الگ الگ فطرت ووظائف مقرر کر دیئے اور ان میں ایک دوسرے کی رغبت اور کشش پیدا کر دی نیز اولاد کا حصول اور اولاد کی محبت انسان کی فطرت میں ودیعت کر دی اور مرد عورت کی جنسی تسکین کی خواہش کو بیدار اور ازدواجی تعلق میں تبدیل کر کے اُسے وجہ سکون اور باعث محبت اور رحمت قرار دیا نیز مرد و عورت کے پائدار ازدواجی تعلق کو نسل اور نسب کے تحفظ کے لئیے باہمی تعلق کو ایک معاہدے کے ذریعے مضبوط کیا گیا اور اس معاہدے کے اصول و قوانین واضح ہیں۔

شادی کی اہمیت

فقہ اسلامی میں اس ازدواجی بندھن کو "نکاح" کے حسین تصور سے جانا جاتا ہے۔ جس میں عاقدین میں سے ہر ایک کے بنیادی حقوق وفرائض کو واضح کر دیا ہے عمومی رسم ورواج کے مطابق اس عقد نکاح کو معاشرے میں اعزہ واقارب بشمول ولی کی موجودگی میں بخوشی ومسرت سر انجام دیا جاتا ہے اور اسے زندگی کے ایک یادگار لمحہ کے طور پر ہر دو خاندان یاد رکھتے ہیں۔

1۔ سورۃ النساء ۶/۴

ول ڈیورنٹ نے تہذیب انسانی کی تاریخ، عیسائیت ، اسلام، یہودیت (325 تا 1300 عیسوی) کے زیر عنوان اجتماعیت کے عناصر پر بحث کرتے ہوئے درج کیا ہے:

" شادی کے معاملات میں تمام تر قانونی آزادیوں کے باوجود یہودیوں کے طرز حیات کو تباہی سے بچانے والی واحد قوت خاندان تھی۔ بیرونی خطرات ان کے اندرونی اتحاد کا باعث بنے اور منحرف گواہوں نے گرم جوشی اور عظمت، خیال آفرینی، دلیل آرائی اور آباء و اجداد کی محبت کو یہودی خاندان کا طرہ امتیاز قرار دیا۔"[(1)]

عدالتی شادی(Court marriage) کا مطلب ہے ایسی شادی جو عدالت میں کی جائے اور اسے عدالتی تحفظ حاصل ہو وہ کورٹ میرج یا عدالتی شادی کہلاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں عدالتی شادی سے مراد ایسی شادی ہے جو ولی کی غیر موجودگی اور رضامندی کے بغیر کی جائے اور عدالت اسے درست قرار دے دے عام طور پر ایسی شادیوں کو کورٹ میرج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس میں لڑکا اور لڑکی آزادانہ میل کے باعث اپنے اولیاء یعنی والدین کی رضامندی اور موجودگی کے بغیر شادی کر لیتے ہیں۔[(2)]

ڈاکٹر تنزیل الرحمن لکھتے ہیں:

نکاح دیوانی (یعنی سول میرج) اس نکاح کو کہتے ہیں جو کسی نافذالوقت دیوانی قانون کے تحت اور اس کے مطابق کیا جائے۔ اگر یہ نکاح احکام شریعت کے مطابق نہ ہو تو اسے کالعدم ہوگا۔[(3)]

سول میرج ایک ایسی شادی ہے جو بالغ مرد اور عورت, دونوں کے درمیان محض ایجاب و قبول کی بناء پر ولی کی اجازت کے بغیر سرانجام پائی ہو اور جسے عدالتی کارروائی و تحفظ حاصل ہو وہ کورٹ میرج کہلاتی ہے۔

کورٹ میرج کی اہمیت و ضرورت اس وقت بڑھ جاتی ہے، جب والدین بچے اور بچی کی آپس میں پسندیدگی کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اکثر والدین مال ودولت کی خواہش اور پراپرٹی کی ہوس میں شرعی کفو کو ملحوظ خاطر لائے بغیر بچوں کو بے جوڑ ٹھونس دیتے ہیں۔ جو آگے چل کر اجیرن زندگی کا سبب بنتا ہے۔ ان حالات سے تنگ آکر اگر کوئی اپنی رضامندی سے عدالتی نکاح کر کے

---

1 Durant, W. (2009), The Age of Faith" London: Wiley Publishers. Pages 24-26

2. www.doubletongued.org/index.php/ dictionary/;love-cum-arrange-marriage, retrived at 12:12 A.M on 15 May 2020.

3۔ تنزیل الرحمن، جسٹس، **مجموعہ قوانین اسلام**، (اسلام آباد، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۳ء) ص ۴/۲۱۳۔

رشتہ ازدواج قائم کرتا ہے جو ان کو اپنی پسند کا شرعی حق ہے۔ اگر یہ راستہ بھی مسدود ہو جائے تو ہم ان کو ناجائز تعلق پر مجبور کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اپنے افکار و معاملات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے تاکہ اس معاملے میں والدین اور بچے اچھا فیصلہ کر سکیں جو دنیوی اور اخروی طمانیت کا باعث بنے۔ جبکہ فقط کورٹ میرج پر قدغن اس کا حل نہیں بلکہ ان اسباب کو دور کرنا ضروری ہے، جو درحقیقت کورٹ میرج تک لے جاتے ہیں۔

کورٹ میرج کی عملی تعبیر

کورٹ میرج سے مراد عدالتی نکاح ہے۔ پاکستان میں کورٹ میرج کا عمومی طریقہ یہ ہے کہ جب کسی لڑکی یا لڑکے کا باہمی میل جول، بات چیت یا ملاقات اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے اور اب لڑکا اور لڑکی شادی کرنا چاہتے ہیں جبکہ لڑکا اور لڑکی یہ بھی چاہتے ہیں انکے والدین اور رشتہ داروں کو انکی شادی کا علم نہ ہو اور وہ ان کی رضامندی اور علم کے بغیر ہی محبت کی اس شادی کو اپنے منطقی انجام تک پہنچائیں تو اب وہ دونوں اپنے نکاح کو قانونی تحفظ دینے کے لئے دیوانی عدالت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور عدالت میں مجسٹریٹ کے سامنے لڑکی اپنا بیان رجسٹرڈ کرواتی ہے کہ اس نے یہ نکاح بغیر کسی جبر سے اپنی آزاد مرضی سے کیا ہے۔

عموماً عدالتی نکاح کے انعقاد کے لئے لڑکا کسی وکیل سے رابطہ کرتا ہے اور وکیل اور مجسٹریٹ اپنی فیس کے عوض عدالتی نکاح کا کام مکمل کرواتے ہیں اور مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہو کر بیان دینے کی بھی نوعیت نہیں آتی بلکہ وکیل خود کاغذات مکمل کروالیتا ہے ایجاب و قبول تو وکیل کے دفتر میں ہی مکمل ہو جاتا ہے یا پھر لڑکا لڑکی پہلے سے ہی محلے کے کسی مولوی صاحب کے خطبہ کے بعد وکیل سے رابطہ کرتے ہیں۔

جہاں تک دو گواہوں کا معاملہ ہے وہ تو نکاح فارم میں موجود ہوتے ہیں اور ان کے باقاعدہ دستخط بھی لیے جاتے ہیں لیکن عقد نکاح کے موقع پر یہ گواہان وکیل کے دفتر میں بھی عموماً موجود نہیں ہوتے اور یہ عدالتی نکاح عموماً ان قانونی گواہان کی موجودگی میں ہی ہوتا ہے اکثر اوقات یہ گواہان کرائے کے بھی ہوتے ہیں بعض اوقات خطبہ نکاح نہیں ہوتا اور بعض اوقات خطبہ نکاح کے لئے کسی مولوی صاحب کو بلایا جاتا ہے اور وہ نکاح کا عربی خطبہ پڑھ کر سنا دیتے ہیں اور اسی طرح لڑکا اور لڑکی کی باہمی رضامندی سے حق مہر کا تعین ہوتا ہے۔

کورٹ میرج کی عملی صورت کے حسب ذیل پہلو ہیں:

1. اس میں لڑکے اور لڑکی کے والدین شامل نہیں ہوتے۔

2. اس میں قانونی گواہان موجود ہوتے ہیں تا کہ نکاح کے بعد نکاح فارم پر فیس کے عوض دستخط کر سکیں۔
3. لڑکی عموماً مجسٹریٹ کے سامنے اپنا بیان نہیں دیتی بلکہ جب اسے اپنے خاندان کی طرف سے کوئی نقصان پہنچنے کا شدید خطرہ لاحق ہو تو پھر عدالت میں مجسٹریٹ کے سامنے اپنا بیان ریکارڈ کرواتی ہے۔
4. اس نکاح کی رجسٹریشن ہوتی ہے اور اس میں حق مہر کا تعین فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے۔
5. لڑکا اور لڑکی ایجاب و قبول کرتے ہیں لیکن ایجاب و قبول کا جو حقیقی معنی ہے وہ اس نکاح میں نہیں ہوتا یعنی لڑکی کے ولی کی طرف سے لڑکی کی ذمہ داری لڑکے کو سونپنا ایجاب ہے اور لڑکے کا اس ذمہ داری کو قبول کرنا قبول ہے۔[1]

کورٹ میرج کا طریقہ اس سے مختلف ہے جو عام آدمی کے ذہن میں ہوتا ہے, کورٹ میرج کے لئے عدالت میں جانا ضروری نہیں, عدالت میں جانے کے بجائے لڑکا اور لڑکی کسی وکیل سے مشورہ کرتے ہیں کے وہ نکاح کرنا چاہتے ہیں پھر وکیل انہیں کوئی وقت دے کر اپنے چیمبر میں بلاتا ہے اور پھر اسی چیمبر آفس میں نکاح خواں کو بلایا جاتا ہے اور نکاح خواں کی موجودگی میں ہی لڑکے کا کوئی دوست یا رشتے دار ساتھ ہو تو گواہ بن جاتے ہیں ورنہ گواہوں کا بندوبست بھی وکیل ہی کرتا ہے اور نکاح ہو جاتا ہے اور دونوں مذہبی طور پر میاں بیوی بن جاتے ہیں۔

نکاح کے بارے صاحب ھدایہ رقم طراز ہیں:

لڑکی جب آزاد، بالغہ، عاقلہ ہو تو نکاح کا انعقاد اسکی رضا سے مکمل ہو جاتا ہے، چاہے ولی رضامند ہو کہ نہ ہو ،اسی طرح کنواری ہو یا ثیبہ، مندرجہ بالا خصائص والی لڑکی کے ولی کو اجازت نہیں کہ وہ اسے اسکی مرضی کے بغیر نکاح کرنے پر مجبور کرے۔[(2)] انعقاد نکاح کی شرائط (ایجاب و قبول)، اہلیت نکاح، انعقاد نکاح میں رضامندی جیسے مسائل کو حسب ذیل واضح کیا گیا ہے۔

1۔ طاہر محمود، **مسلم پرنسپل لاء کے تحفظ کا مسئلہ**، نئی دہلی، جامعیہ ملیہ اسلامیہ، ذاکر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز(۲۰۰۷ء)ص،۳۰\۳۱ ۔

2۔ برهان الدين على بن ابوبكر المرغينانى ، الهداية في شرح بداية المبتدي، (بيروت ،دار احياء التراث العربي، طبع دوم،١٩٩٩)٣٤/٢

انعقاد نکاح کی شرائط

شرعی گواہان کی موجودگی میں مرد وعورت کے ایجاب و قبول سے دونوں کا آپس میں نکاح منعقد ہوگیا ہے، دونوں اب شرعاً میاں بیوی ہیں، شوہر پر طے شدہ مہر کی ادائیگی لازم ہے، البتہ اسلام میں مجلسِ نکاح اعلانیہ طورپر منعقد کرنا پسندیدہ ہے، نیز حیاداری کا تقاضا ہے کہ عورت کی طرف سے اس کے محارم میں سے کوئی وکیل بن کر ایجاب یا قبول کرے۔(1)

1. نکاح میں ایجاب و قبول
2. نکاح میں شہادت

1۔ نکاح میں ایجاب و قبول

ایجاب و قبول نکاح کے بنیادی ارکان ہیں، جب مرد وعورت کی طرف سے ایجاب و قبول پایا جائے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے ان دونوں کے بغیر نکاح وجود میں نہیں آسکتا نکاح کے فریقین میں سے ایک فریق کی جانب سے پیشکش جن الفاظ سے کی جائے ان الفاظ ایجاب اور دوسری جانب سے پیشکش کو قبول کیا جائے ان الفاظ کو قبول کہا جاتا ہے۔(2)

نکاح کی بنیادی اور اہم ترین شرط یہ ہے کے ایک فریق کی طرف سے ایجاب اور دوسرے فریق کی طرف سے قبول ہو ایجاب و قبول نکاح کے اہم ستون ہیں پہلا قول کسی فریق کی جانب سے ایجاب کہلائے گا اور دوسرے فریق کی جانب سے اسے قبول کرنا قبول کہلائے گا۔(3)

معاہدہ نکاح میں ایجاب و قبول میں دو مرد گواہ ہوں یا دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد کی موجودگی کے ساتھ ہو ایجاب و قبول کے لئے لازمی شرط ہے دونوں ایک ہی مجلس میں ہوں اگر ایجاب ایک مجلس میں اور قبول کسی دوسرے کی مجلس میں یہ تو یہ نکاح درست نہ ہوگا-اس کے لئے کسی شرعی یا مذہبی رسم کی ادائیگی لازم نہیں۔(4) کیونکہ معاہدہ نکاح کی صحت کے لئے کسی رسم کا ہونا یا نہ ہونا شرط نہیں قانونی

1۔ دارالافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ، (کراچی، بنوری ٹاؤن)، فتوی۔۲۰۰۳

2۔ ابوالحسن علی ندوی، **اسلام کے عائلی قوانین**، (کراچی: ادارہ القران العلوم الاسلامیہ، طبع اول، ۲۰۱۱) ص۔۲۹

3-Farani, M.A"Complete family laws in Pakistan, p105.،

4 Nasir,Shaukat,"Commentaries on the muslim woman" (Rev) (New Delhi: Ashoka Law house, 1st Ed,1992)p.5

طور پر معاہدہ نکاح کی صحت کے لئے دو افراد کا باہمی رضامندی ہے جو نکاح کے قابل ہو۔[1] اس لئے اگر بیوی رضامند ہو اور شوہر مہر دینے کے لئے راضی ہو تو انکے درمیان معاہدہ کے لئے ایجاب و قبول کافی ہے۔ایجاب و قبول کے لئے ضروری نہیں کہ دونوں فریق خود ایجاب و قبول کا اظہار کریں ایجاب و قبول اصالتاً اور وکالتاً دونوں طرح سے جائز ہے بشرطیکہ عاقل و بالغ ہو مسلم لاء میں نابالغ یا نا سمجھ کو خود اپنا نکاح کرنے کی اجازت نہیں

البتہ ولی یا وکیل اپنا حق استعمال کرتے ہوئے نابالغ کا نکاح کرا سکتے ہیں ایجاب و قبول کے لئے ضروری ہے کہ دونوں فریق واضع اور صاف الفاظ میں اظہار کریں علاوہ ازیں مسلم لاء میں محض شادی کے وعدے کی کوئی حیثیت نہیں ہے welsons اور Anglo Mohammaden Law میں لکھا ہے کہ حقیقی نکاح کا انعقاد اور محض نکاح کے وعدے کے درمیان فرق اور ازدواجی حقوق استوار کے مقصد کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب و قبول واضع الفاظ میں ہو اس لئے ضروری ہے کہ ایجاب و قبول ایک مجلس میں ہو۔[2]

منگنی کی بھی قانونی طور پر کوئی حیثیت نہیں ہے یہ محض دونوں پارٹیوں کے درمیان ایک معاہدہ ہے اتنی مدت میں نکاح ہو گا۔[3]

ایجاب و قبول زبانی یا تحریری دونوں طرح سے جائز ہے اگر کوئی فریق اصالتاً و وکالتاً مجلس نکاح میں موجود نہ ہو بلکہ اس کی طرف سے ایجاب مستند تحریر کی شکل میں موجود ہو اور وہ ایجاب باموجودگی گواہان مجلس نکاح میں پڑھا جائے اور فریق ثانی اسکے جواب میں اپنی منظوری ظاہر کردیں تو نکاح منعقد ہو جائے گا چنانچہ اگر عورت کے پاس قاصد بھیجا یا اس کو ایجاب کا خط لکھا اور عورت مذکورہ نے ایسے دو گواہوں کے سامنے جنہوں نے قاصد کے کلام کو یا خط کی عبارت کو سن کر قبول کیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ مجلس ایک ہے۔[4]

1۔ ابن ہمام، کمال الدین محمد, **فتح القدیر**، (بیروت، دار الفکر، ۲۰۱۳ء)ص34/2

2 Qurashi,M.A"Muslim Law of Marriage and divorce &Maintenance" (FWD)Diwan,Pas, (New Delhi:Deep&Publication, Rajori Garsen,1992) p.56

3 Farani, Complete family law in Pakistan, 106.

4۔ تنزیل الرحمن، جسٹس، **مجموعہ قوانین اسلام**، (اسلام آباد، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۳ء)ص 27/2۔

حاصل یہ کہ نکاح کی صورت کے لئے لازمی ہے کہ دونوں فریقوں کی طرف سے ایجاب و قبول واضح الفاظ میں ہو اور یہ ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں ہو [1]، نیز نکاح مشروط نکاح باطل ہے نکاح مستقل بنیادوں پر قائم ہونا چاہیے اس میں کسی مدت کی قید نہیں ہونی چاہیے جس میں مدت مقرر کی جائے اسکو نکاح موقت کہا جاتا ہے لیکن امام زفر کے نزدیک یہ نکاح مستقل بنیادوں پر استوار ہوگا اور اسکی شرط (مقررہ مدت) عارضی ہونے کی وجہ سے کالعدم ہوگی۔ [2]

سید امیر علی کے نزدیک زفر کی رائے قابل ترجیح ہے اسی طرح اگر ایک شخص کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہو اور عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ شرط واقع ہو کہ نہ ہو۔

اس طرح کی شرطیں امام احمد، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے ہاں معتبر ہیں۔ مثلا حضرت عمر بن خطاب، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، قاضی شریح، اوزاعی اور امام مالک کے نزدیک یہ ہے کہ اگر وہ اس پر کسی اور عورت سے شادی کر لے یا لونڈی لے آئے تو عورت کا معاملہ اس کے اپنے ہاتھ ہو گا۔یہ شرط صحیح ہے اور اس کی خلاف ورزی پر وہ علیحدگی کا اختیار رکھتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَحَقَّ الشُّرُوطِ أَنْ يُوَفَّى بِهِ، مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ

سب سے بڑھ کر پوری کیے جانے کے لائق وہ شرطیں ہیں جن کے ذریعے سے تم عصمتیں حلال کرتے ہو۔ [3]

حضرت عمر □ کا مقولہ ہے:

((مقاطع الحقوق عند الشروط))

"حقوق شروط کے مطابق ہی قطع کیے جاتے ہیں"

1۔ ابن ہمام، کمال الدین محمد, **فتح القدیر**، (بیروت، دار الفکر، ۲۰۱۳ء)ص2/۲۰۱۳، 27۔

2۔ الزحیلی، الدکتور وھبہ، **الفقہ الاسلامی و ادلّتہ**،(دمشق، دار الفکر، ۲۰۱۵ء)کتاب،۵: ۱۴۵۔

3۔ بخاري ،محمد بن اسمعیل ، **الصحیح البخاري** ،(بیروت، دار ابن کثیر الیمامة ،۲۰۱۳ء)۔ حدیث:2572

نکاح کی ضمن میں ایجاب و قبول کی اہلیت پر مختلف فقہاء نے سیر حاصل بحث کی ہے۔ حسب ذیل اہم نکات میں ان ابحاث فقہیہ کو مختصراً قلمبند کیا گیا ہے۔

1. ہر صحیح الدماغ انسان جو بالغ ہو چکا ہو نکاح کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔
2. جن افراد کی دماغی حالت درست نہ ہو یا جو نابالغ بلوغت تک نہ پہنچے ہوں انکے ولی انکا نکاح کروا سکتے ہیں۔
3. ایک عاقل، بالغ شخص کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر ہوا ہو تو ہر حالت میں ناقابل قبول ہو گا شافعی مذہب میں ایک لڑکی جو بالغ ہو چکی ہو۔ یہی قانون اس پر نافذ ہو گا (یعنی اسکی رضامندی کے بغیر نکاح ناقابل قبول ہو گا)۔

لہذا ایک عاقل بالغ شخص نکاح کرنے کی اہلیت رکھتا ہے شہادت کی غیر موجودگی میں بلوغت 15 سال کی عمر مکمل ہونے پر فرض کی جاتی ہے۔[1]

اسی طرح ایک عورت جو بالغ ہو چکی ہو وہ اپنی رضامندی سے جس کے ساتھ چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل نہیں۔ اگر وہ کفو میں شادی کرتی ہے۔ اور اگر وہ غیر کفو میں شادی کرتی ہے تو اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہو گا۔[2] لیکن نابالغ عورت خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی لیکن اسکا ولی اپنی مرضی سے اس کا نکاح کر سکتا ہے۔[3] اور اگر نابالغ کی شادی باپ یا دادا نے کی ہے تو اس کی بلوغت کے بعد فسخ کا اختیار نہ ہو گا لیکن اگر کسی دوسرے ولی نے کی ہے تو اس کی بلوغت کے بعد فسخ کا اختیار حاصل ہو گا۔[4]

قانون ایک مسلمہ اصول ہے کہ فریقین کی قابلیت ازدواج / نکاح ہر ایک کے وطن یا ملک کے قانون کے موافق قیاس کرنی چاہیے اگر مرد و عورت ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں خواہ مختلف ممالک کے باشندے ہوں۔ اپنے اپنے ملک کے قانون کے موافق ایک دوسرے سے نکاح کر سکتے ہیں انکی

---

1. Macnaghten, Principales & Precedents of Muhammadan law, p.28

2۔المرغینانی، برہان الدین علی بن ابوبکر ،**الهداية في شرح بداية المبتدي**،(بیروت، دار احیاء التراث العربي، ۱۹۹۹ء)۔ص۴۹

3۔ الجصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی، **مختصر اختلاف العلماء**، (دار البشائر الاسلامیہ، ۱۹۹۵ء)۔ ص۳: ۸۴

4. Saif- ul-Malook””’Code of Islamic Law with Digest”vol:Civil & Criminal P.273

قابلیت ازدواج بموجب اس قاعدے کے حاصل ہے جو زیر بحث ہے اس طرح دوسرے معاہدات کی طرح نکاح میں قابلیت شخصی مناکحت اور مسکن دائمی کے قانون پر موقوف ہے۔ جس مسلمان نے انگلستان میں بدوباش اختیار کی ہو اس کی قابلیت نکاح قانون انگلستان کے موافق قرار دی جائے گی مگر جو مسلمان بلاد اسلام میں سکونت دائمی رکھتا ہو اسکی قابلیت /اہلیت نکاح شریعت محمدی کے مطابق سمجھی جائے گی پس جاننا ضروری ہے کہ وہ کون سی شرائط ہیں جن سے آدمی ایک مشروع مباح نکاح کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔عام قاعدہ یہ ہے کہ اسلامی قانون میں نکاح شرعی کرنے کی قابلیت اس بات پر مبنی ہے کے جس بنیاد پر دوسرے معاہدات کرنے کی قابلیت موقوف ہے۔[1]

پہلی شرط عاقل ہونا ہے۔ جواز نکاح کے لئے یہ شرط ضروری ہے کیوں کے مجنوں اور بے عقل لڑکا نکاح نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شرعاً نابالغ کسی قسم کے تصرفات شرعیہ نہیں کر سکتا۔ لہذا نکاح کرنے کے قابل نہیں ہے اس لئے ضروری ہے کے دونوں فریقین اپنے فعل کی نوعیت کو سمجھ سکتے ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی عقل و شعور نہ رکھتا ہو اور اپنے فعل کی نوعیت و نتائج کو سمجھ نہ سکتا ہو تو نکاح کالعدم ہو گا۔[2] اسی طرح نابالغ مگر عاقل لڑکا نکاح کرے تو اس کا نفاذ اس کے ولی کی رضامندی پہ موقوف ہو گا۔[3]

تنسیخ نکاح ایکٹ 1939ء کے تحت ہر مسلمان عورت کو حق حاصل ہو گا کے وہ شوہر کی گمشدگی، نان ونفقہ یا دیگر حقوق زوجیت کے عدم ادائیگی، سزائے قید، مستقل نامردی، جنون، خدام یا کسی جنسی بیماری میں مبتلا یا اس کی طرف سے بے رحمی کے سلوک کی صورت میں اس کے ساتھ اپنے نکاح کے فسخ کے لئے عدالت سے ڈگری حاصل کر لے۔[4] لہذا ثابت ہوا کے اہلیت نکاح کے لئے عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے۔تاکہ وہ اپنے فعل کی نوعیت و نتائج کے بارے میں مکمل طور پر آگاہ ہو

1۔ الجوزی ، ابن القیم (۷۵۱ھ)، **تهذيب السنن** ، بیروت، دار المعرفة، (بیروت، تحقیق محمد حامد الفقی، دار الکتب العلمية، ۱۹۹۱ء)ص۵: ۱۴۸

2۔ جمال الدین الرومی البابرتی، العناية شرح الهداية،(قاهره، دار الفكر،طبع اول ۱۹۹۲)

3۔ طاہر محمود، **مسلم پرنسپل لاء کے تحفظ کا مسئلہ**،(نئی دہلی، جامعیہ ملیہ اسلامیہ،ذاکر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز۔۲۰۰۷ء)۔ ص،۳۰\۳۱

4 Al-Qaradawi "The Law full and Prohibited in Islam"(Lahore: Islamic Publication,s.n),p 176-177

2۔ نکاح میں شہادت

ایجاب و قبول کے وقت گواہوں کی موجودگی جواز نکاح کی شرط کی حیثیت سے ماسوائے مالکی فقہ کی لازمی شرط ہے حنفی مکتب فکر کے مطابق شہادت صحت نکاح کی شرائط میں سے ہے لیکن اس کے برعکس شیعہ حضرات کے نزدیک شہادت نکاح کی شرائط کے لئے لازم نہیں ہے۔[1]

امام مالک کے نزدیک ایجاب و قبول کے وقت گواہوں کی موجودگی جواز نکاح کی شرط نہیں صرف فقہ حنفی میں نکاح کا اعلان شرط ہے قانونی جواز کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی لازمی ہے۔[2]

عورت کی بھی نکاح میں بطور گواہ موجودگی جائز ہے لیکن اس میں مرد کی موجودگی لازمی ہے اور محض چار عورتوں کی بطور گواہ موجودگی سے نکاح درست نہ ہو گا۔[3] لیکن امام شافعی کے اس نقطہ میں رائے مختلف ہے انکے نزدیک عورت کی نکاح میں موجودگی جائز نہیں ہے عورت کی صرف جائیداد کے معاملے میں گواہی جائز ہے۔[4]

اس طرح جمہور کے نزدیک شہادت صحت نکاح کے لئے لازمی شرط ہے ان کے نزدیک ایسا نکاح کالعدم ہو گا حنفی لاء میں نکاح میں تصدیق اس کے مستند ہونے کا ثبوت ہے اور نکاح میں عدم شہادت کے انعقاد نکاح کی تکمیلی شرائط پر اثر انداز ہوتا ہے کیونکہ شہادت کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا بہر حال تصدیق کی شرائط اتنی لازم نہیں ہیں اور کسی ایسی جگہ پر جہاں پر شرط نا قابل عمل ہو تو ایسا نکاح منعقد ہو گا لیکن اگر تصدیق کا عمل ممکن تھا لیکن نکاح عدم شعادت کے منعقد ہوا تو ایسا نکاح کالعدم ہو گا ایسی صورت میں کورٹ کسی بھی فریق کی طرف سے درخواست پر فیصلہ صادر کر سکتی ہے لیکن اگر

1۔ الزحیلی، الدکتور وهبه، **الفقه الاسلامی و ادلّته**، (دمشق، دار الفکر، ۲۰۱۵ء)۔ص۵: ۱۴۵

2 ۔ الجصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی ، **مختصر اختلاف العلماء** ، (دار البشائر الاسلامیه، ۱۹۹۵ء)ص ۱ : ۸۴۔

3۔ ابن ہمام، کمال الدین محمد , **فتح القدیر** ،(بیروت، دار الفکر، ۲۰۱۳ء)ص۶: ۴۴۷

4. Macnagthen,W.H”Principal& Precedents of Muhammmdan Law”(Margin) Sloon,William(Lahore:Law Publishing Company Ketchery Road,s.n)p 256.

نکاح منعقد ہو گیا اور مباشرت بھی ہو گی تو انعقاد کا یہ نقص ختم ہو گیا اور تمام معاملات قانونی تصور ہونگے۔ (1)

گواہوں کا فلسفہ یہ ہے کہ ایک لڑکی جس کو آج تک کسی نے آپ کے ساتھ نہیں دیکھا جو شادی کے بعد آپ کے ساتھ جا رہی ہو، کسی کو معلوم نہیں ہے کہ یہ اس کے ساتھ کیوں پھر رہی ہے؟ یا کہیں بھی آپ لوگ پکڑے جائیں تو ثبوت کس طرح ملے گا کہ آپ میاں بیوی ہیں یا آپ کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ اس صورتحال میں آپ نکاح نامہ دیکھائیں گے تو وہ بھی اسی وقت مانا جائے گا جب اس پر گواہوں کی تصدیق ہو گی۔ کیونکہ اگر گواہوں کی شرط نہ ہو تو کتنے ہی لوگ آپس میں نکاح کر کے عورتوں کو استعمال کر کے چھوڑ دیتے اور بعد میں نکاح کا ہی انکار کر دیتے یا عورتیں بھی مردوں کے ساتھ ایسا کر سکتی تھیں۔ دیگر معاملات میں بھی جہاں جہاں گواہوں کی شرط لگائی گئی ہے وہ کوئی بے معنی نہیں ہے، کیونکہ گواہی سے مشروط کرنے کی وجہ سے معاشرہ بہت سے فسادات سے بچ سکتا ہے، اگر گواہ اسلام کی شرائط کے مطابق ہوں۔ (2)

نکاح کے وقت لڑکے لڑکی کے علاوہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ موجود ہونا شرط ہیں، ورنہ نکاح نہیں ہوتا۔ گواہ عاقل بالغ مسلمان ہوں اور انہیں معلوم ہو کہ یہ تقریب کس مقصد کے لیے منعقد کی جا رہی ہے، لہذا لڑکے لڑکی کے علاوہ گواہ ہونا ضروری ہیں۔ (3)

لہذا نکاح میں گواہوں کی موجودگی لازمی ہے تاکہ لڑکی کی نکاح کے لئے عدم رضامندی کا اندازہ ہو سکے گواہوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ عورت کے سامنے مہر کی رقم کا اظہار واضح کریں اور لڑکی کی رضامندی کی صورت میں نکاح خواں یا تنازعات میں عدالتی گواہی کا اہتمام بھی حفظ ما تقدم کے طور پر ہو جائے

1.Farani,M.A “Complete family laws in Pakistan”(Lahore: Nadeem law book house,baber printers,2006) p.308.

2۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم ، **البحر الرائق شرح كنز الدقائق** ، (القاهرة، دار الكتاب الإسلامي ، ۲۰۱۴ء) ۶/ ۹۲

3. Qurashi,M.A”Muslim Law of Marriage and Divorce& Maintenance”p.55

تجزیہ

مذکورہ فصل میں عدالتی شادی کے مختلف پہلو واضح کئے گئے، جس کے مطابق اس سے مراد ایسی شادی ہے جس میں لڑکا اور لڑکی آزادانہ میل کے باعث اپنے اولیاء یعنی والدین کی رضامندی اور موجودگی کے بغیر شادی کر لیتے ہیں، اور عدالت اسے درست قرار دیتی ہے اور زوجین کے مطالبہ پر تحفظ کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔ درحقیقت اسلامی نظام معاشرت کثیر مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے عقد نکاح کو منظم طور پر رائج کرتا ہے اور زوجین کو انفرادی خوبیوں سے ہمکنار کر کے اجتماعی حسن تک لے جاتا ہے، یہی خاندانی اکائی کی تہذیب بلآخر اجتماعی معاشرتی بقاء کی ضمانت بنتی ہے۔اس میں بچوں کے بچپن سے لڑکپن کی طرف نکھار بھی ہے اور جوانی سے بڑھاپے میں جاتے افراد کا سہارا بھی عزت و عصمت کی حفاظت کی ضمانت بھی ہے۔ اگرچہ عدالتی شادی مروج طریقہ ازدواج سے انحراف ہے، لیکن صحت نکاح کو مابعد فصل میں ولایت نکاح کے اعتبار سے دلائل شرعیہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

فصل دوم

کورٹ میرج کی شرعی حیثیت

اگر کوئی عاقل و بالغ لڑکا اور لڑکی، مسلمان گواہوں کی موجودگی میں حق مہر کے عوض ایجاب و قبول کرتے ہیں تو ان کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ نکاح کے وقت دو مرد گواہوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں حق مہر کے ساتھ ایجاب و قبول کرنا، نکاح کی لازمی شرائط ہیں۔ ماں باپ، بہن بھائیوں کی نکاح میں رضامندی یا مجلسِ نکاح میں شمولیت ایک سماجی اور معاشرتی ضرورت ہے، کوئی قانونی تقاضا نہیں۔ نکاح کرنے یا نہ کرنے کا حتمی اختیار لڑکی کو ہی حاصل ہے۔ قرآن کریم میں نکاح کی نسبت صرف لڑکے اور لڑکی کی طرف کی گئی ہے، تاہم احادیث مبارکہ کے مطابق باپ، دادا، بھائی یا دوسرے بزرگوں کے مشورے کو بھی اہمیت حاصل ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد "لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ" (کوئی شادی ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہونی چاہیے) اور اس طرح کی دوسری روایات اسی پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ہر عاقل بالغ لڑکے، لڑکی کو جس طرح اپنے مال میں تصرف کا حق ہے اسی طرح اپنی ذات کے فیصلوں کا بھی ہے۔ یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ ایک عاقل و بالغ مرد اپنا نکاح خود کرنے کا اہل مجاز ہے۔ اسی طرح بالغہ ثیبہ (شوہر دیدہ عورت جو مطلقہ یا بیوہ ہو) بھی اپنا نکاح خود کرنے کی مجاز ہے۔ لیکن باکرہ عاقلہ بالغہ عورت کے اپنا نکاح خود کرنے کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

- امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے قول کے مطابق ایک باکرہ عاقلہ بالغہ عورت اپنا نکاح بلاوساطت ولی خود کرنے کا اختیار حاصل ہے۔[1]
- جبکہ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایک بالغہ عورت اپنا نکاح ولی کے بغیر نہیں کر سکتی۔[2]

ولایت نکاح کا مسئلہ کہ باکرہ عاقلہ بالغہ لڑکی کے نکاح کے لئے ولی کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے یا نہیں اس کے حق میں اور مخالفت میں دلائل درج ذیل ہیں۔

باکرہ عاقلہ بالغہ لڑکی کے ولی کے عدم حق ولایت میں نقلی دلائل

قائلین کورٹ میرج یا قائلین عدم ولایت نے اپنے موقف کی تائید میں قرآن و سنت سے حسب ذیل استدلال کرتے ہیں:

1۔الدکتور وھبہ الزحیلی،الفقہ الاسلامی و ادلّتہ(بیروت، دار طبع اول،۱۹۹۷)

2۔ محمّد بن احمد بن رشد ،بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد،(القاھرہ،دار الحدیث ،طبع اول ،2004)

قرآن کی روشنی میں پہلی دلیل

﴿فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ﴾(1)

ترجمہ: ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لئے پسندیدہ اور حلال ہوں۔

درج بالا آیت میں نکاح کی نسبت لڑکے کی طرف کی گئی ہے، جبکہ درج ذیل آیت میں نکاح کی نسبت لڑکی کی طرف کی گئی ہے' ولی کی طرف نہیں۔

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

ترجمہ: اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور (اپنی) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں، پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آپہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں س کی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے۔

علامہ ابن رشد لکھتے ہیں کہ:

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کے عورت کا اپنا عقد خود کرنا درست ہے۔مزید یہ کہ قرآن میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے[2]

قرآن کی روشنی میں دوسری دلیل

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾(3)

1۔سورۃ النساء،۴/۳

2۔ ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد، **بداية المجتهد ونهاية المقتصد**، (القاهرة، دار الحديث، ۲۰۰۴ء) ص / ۔

3۔سورۃ البقرۃ:۲/ ۲۳۰

1۔الجزیری، *عبدالرحمن*، **الفقه على المذاهب الأربعة تأليف الطبعة السابعة**، (بيروت،دار إحياء التراث العربي ،۲۰۰۹ء)۔۵/۲

2۔سورۃ البقرۃ:۲/ ۲۳۲

ترجمہ: پس اگر وہ (مرد) اسے تیسری طلاق دے دے تو وہ (عورت) اس کے لئے حلال نہیں رہتی یہاں تک کے وہ عورت اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرتی۔

اس آیت میں بھی نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی ہے جس کو حقیقی معنی میں لے کر حنیفہ نے عورت کا اپنا نکاح میں اختیار ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

امام ابو حنیفہ ان دو آیات "فلا جناح علیکم" اور "فان طلقها" سے دو طرح سے استدلال کرتے ہیں۔ ایک یہ آیات خود عورت کے اپنے نکاح کرنے کے حق کی جانب صریح ہیں اور دوسرے یہ کے کسی اور شخص سے نکاح کر لینا پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنے کی حرمت کو ختم کرنے کا باعث ہے۔ جو خود اس عورت کے اپنے نکاح سے ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کے عورت کا دوسرے شوہر سے نکاح مؤثر ہو گا۔ یہ امر بھی محل نظر ہے کے دونوں آیات میں الفاظ "فعلن" اور "تنکح" تانیث کے صیغے ہیں اور ان کا فاعل عورت ہے۔[1]

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کے عورت کا اپنا عقد خود کرنا درست ہے کہ عورتوں کو خود اپنا نکاح کرنے سے نہ روکیں۔

قرآن کی روشنی میں تیسری دلیل

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾[2]

ترجمہ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہوجائے تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں۔

اس آیت مبارکہ سے بھی امام ابو حنیفہ دو طرح سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک یہ کے اس آیت میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف سے کی گئی ان ینکحن،، کا فاعل عورت ہے۔ اور یہ خود عورت کے الفاظ کے بغیر کسی ولی کی شرط کے نکاح کے جواز کی دلیل ہے دوسرے یہ کے اس آیت میں ولیوں کو منع کیا گیا ہے کہ عورتوں کو خود اپنا نکاح کرنے سے نہ روکیں۔ جب شریعت کے مطابق دونوں فریق راضی ہوں' درحقیقت اس آیت سے صرف اتنا مفہوم نکلتا ہے کے عورت کے رشتہ دار اور اس کے دودھیالی اقرباء اس کے نکاح میں حائل نہ ہوں اور اس حائل ہونے کے حکم سے صحت نکاح کے لئے ان کے اذن (اجازت) کی شرط نہ حقیقتاً معلوم ہوئی ہے نہ مجازاً یعنی دلیل خطاب کی کسی بھی وجہ سے یا خود نص سے یہ بات معلوم نہیں

ہوتی ہے جبکہ اس کے بر عکس مفہوم ہوتا ہے اولیاء کو اپنے زیر ولایت کے نکاح پر دسترس حاصل نہیں ہے۔[1]

عبدالرحمن الجزیری لکھتے ہیں:

"احناف اس آیت کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ: اے مسلمانو تمہاری عورتوں کو طلاق ہو جائے اور وہ بے شوہر کے ہو جائیں اور ان کی عدت گزر جائے تو یہ ٹھیک بات نہیں ہے کہ تم ان کی شادی کی راہ میں روڑے اٹکاو اور انہیں شادی نہ کرنے دو خواہ یہ رکاوٹ کسی قریبی رشتہ دار کی طرف سے ہو یا کسی عہدیدار یا کسی با اثر شخص کی جانب سے ہو۔ پس تم پر فرض کفایہ عائد ہوتا ہے کے تم لوگوں کو اس سے منع کرو اور جو ایسا کرے اس کو روکو اور باز رکھو ورنہ تم بھی گناہ میں شریک ہو جاؤ گے کیونکہ عورتوں کو نکاح سے روکنا منع ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اور اس امر ممنوع سے روکنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ لہذا اس آیت میں ہر اس شخص کو خطاب ہے جو عورتوں کو نکاح سے منع کرے خواہ وہ اس عورت کا ولی ہو یا کوئی اور لہذا یہ آیت ولی کے لئے مخصوص نہ ہوئی اور اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے"۔[2]

قرآن کی روشنی میں چوتھی دلیل

﴿ وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ﴾[3]

ترجمہ: اور مشرکات سے ایمان لانے تک نکاح نہ کرو۔

ابن رشد لکھتے ہیں:

اس آیت میں مخاطب عام مسلمان یا حکمران ہے نہ کہ یہ کے اس کے حکم کو صرف اولیاء تک محدود کر دیا جائے ابن رشد کے مطابق یہ آیت مستر د (شبہ والی ہے) جس سے معلوم کرنا مشکل ہے کے آیا اس میں خطاب عام مسلمانوں سے ہے حکمرانوں سے یا اولیاء سے ہے۔ پس جو لوگ اس سے استدلال کرتے ہیں کے یہ حکم اولیاء

1۔ ابو بکر بن مسعود ،الکاسانی بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، (بیروت، دارالکتب العلمیة ، طبع اول ۱۹۹۶،)

2۔ عبدالرحمان الجزری، الفقه على المذاهب الأربعة ، (بيروت دار إحياء التراث العربي ، طبع۲۰۰۹)

3۔ سورۃالبقرۃ ۲۲۱/۲

کے لئے ہے تو انہیں چاہیے کے وہ دلیل سے ثابت کریں اس میں حکم عام مسلمانوں اور حکمرانوں سے نہیں ہے۔ اگر حکم عام ہے تو اس کے ضمن میں اولیاء حاکم اور عامتہ المسلمین سب شامل ہوں گے۔ اور اگر یہ کہا جائے کے اس میں حکم صرف اولیاء کے لئے ہے پھر بھی اس پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ شرع سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اس آیت میں حکم حرف صرف ولیوں کے لئے ہے

اور بالفرض یہ مان بھی لیا جائے تو پھر یہ حکم مجمل ہے کیونکہ اولیاء کی اقسام ترتیب اور ان کے اوصاف کا تذکرہ موجود نہیں ہے گویا یہ عمومی حکم ہے جس میں عامتہ المسلمین اولیاء حاکم سب شامل ہیں۔ (1)

مزید ابن رشد القرطبیؒ لکھتے ہیں:

یہ درست نہیں، کہ ضرورت کے وقت دلیل کو مؤخر کیا جائے کیونکہ ولایت اگر شرعی طور پر معروف حکم ہوتا تو اس پر دلائل قطعیہ موجود ہوتے کیونکہ یہ ابتلائے عام کا معاملہ ہے۔ لیکن ہمیں نبی کریم ﷺ سے اس کی کوئی مثال اور دلیل نہیں ملتی۔ ہجرت مدینہ کے وقت بہت سے لوگ ایسے تھے جن کا کوئی ولی نہیں تھا لیکن نبی کریم ﷺ سے ایسی کوئی حدیث منقول نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوا کے آپ ﷺ نے نکاح کے لئے کسی کو کسی کا وکیل بنایا ہو یا خود ولایت کی ذمہ داری سرانجام دی ہو۔ (2)

عاقل بالغ عورت اپنا نکاح خود کرسکتی ہے اور قرآن کے تمام دلائل اس کی تائید کرتے ہیں۔

قرآن کی روشنی میں پانچویں دلیل

﴿ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ﴾(3)

ترجمہ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کرلیں۔

1۔ عمر بن الحسن دارقطنی،سن دار القطنی ،(ملتان :نشرالسنه،طبع اول ۲۰۰۹)

2۔ محمد بن احمد ابن رشد،"بداية المجتهد ونهاية المقتصد(القاهره :دار الحديث ، ۲۰۰۴

3۔ سورۃالبقرۃ:232

اس امر پر دلالت کرتا ہے کے عورت کا عقد کرلینا درست ہے یہاں پر اللہ تعالیٰ نے "ان ینکحن"فرمایا ہے یعنی یتزوجھن بعادتھن (یعنی وہ اپنے خاندان سے اپنی عبارت میں اپنے الفاظ نکاح میں عقد کرلیں۔اور اگر اس بارے میں
عورتوں کی عبارت سود مند نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا۔

﴿ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ﴾[1]

یعنی اس امر سے اسے منع نہیں کروگے تم ان کے نئے خاوندوں سے ان کی شادی کردو حاصل کلام یہ ہے کے اگر یہ خطاب خاص اقرباء کے لئے ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کے اے رشتہ دار عورتوں کی کفالت کا حق اور انکی کمزوری کو آلہ کار بنا کر انہیں اپنے کفو میں خاوند کے انتخاب اور اپنی شادی کر لینے کے فطری حق سے محروم نہیں کروگے ان پر اپنا حکم چلا کر ان کو اپنا حق استعمال کرنے سے باز رکھو۔اس آیت میں ایسی کوئی بات نہیں جو اس امر کی دلیل ہو کہ اقرباء کو ان پر ولی بننے کا حق حاصل ہو۔

سنت کی روشنی میں دلائل

حضرت نافع ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: الأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا، وَالبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا، وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا)) [2]

ترجمہ: بیوہ عورت اپنے ولی سے زیادہ خود اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی حقدار ہے، اور کنواری کا مشورہ لیا جانا چاہیے اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ شوہر دیدہ عورت اپنے ولی سے زیادہ اپنے نکاح کے معاملے میں حقدار ہے۔

مزید حضرت عائشہ کی دلیل جسے امام زہری نے بیان کیا ہے کے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

1۔ محمد بن عیسی الترمذی، الجامع الترمذي، (مصر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، طبع الثانی، ١٩٧٥)

2- مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري ، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله ﷺ،(بيروت: دار إحياء التراث العربي ،طبع اول ، ٢٠٠٩)رقم الحديث١٤٢١

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِل

یعنی تم میں سے جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے۔

پس عدم قائلین ولایت کے نزدیک اس حدیث کے واجب العمل ہونے کے بارے میں اختلاف ہے اور جس حدیث کے بارے میں اختلاف ہو تو اس پر عمل واجب نہیں ہوتا۔

احناف اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں ان کا کہنے کی وجہ یہ ہے کے اس حدیث کو ایک جماعت نے امام زہری سے پوچھا تو انہوں نے اس حدیث کے متعلق لاعلمی ظاہر کی لہذا ان کا خیال ہے کے جس نے اس حدیث کو روایت کیا اسی نے اس سے لاعلمی ظاہر کی تو بات خود بخود کمزور پڑھ جاتی ہے۔[(1)]

سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے:

(لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا) [(2)]

ترجمہ: عورت کسی عورت کا نکاح نہ کروائے اور نہ ہی از خود اپنا نکاح کسی سے کرے۔

اس کے معنی یہ ہیں کے کوئی نا بالغ عورت اپنا نکاح خود نہ کرے۔ اس آیت میں لفظ " الْمَرْأَةَ " سے مراد مطلقاً جنسِ عورت نہیں ہے بلکہ اس مقام پر لفظ " الْمَرْأَةَ " سے مراد صغیرہ صبیہ یعنی نا بالغ بچی ہے۔[(3)]

علاوہ ازیں حضور ﷺ کے سامنے چند ایسے واقعات پیش ہوئے جن کے باپ نے لڑکیوں کی منشا کے خلاف نکاح کر دیئے تھے لڑکیوں نے آکر آپ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو رد کر دیا۔

1- محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح ،(بیروت: دارالمعرفہ، طبع اول ۱۹۹۷)

2- ابن ماجه،ابو عبدالله **محمد** بن يزيد، **سنن ابن ماجه**، بيروت، دار الكتب العلمية، ۱۹۹۱ ء ص98/2

3- **سنن ابن ماجه**، بيروت، دار الكتب العلمية، ۱۹۹۱ ء ص98/2
ص98/2

عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهْيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ» فَرَدَّ نِكَاحَهُ

ترجمہ :خنسا بنت خذام انصاریہ سے مروی ہے کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کروا دیا تھا دراں حالیکہ وہ ثیبہ تھیں تو خنسا نے اسے نا پسند کیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے والد کے کیے ہوئے نکاح کو رد (Reject)کر دیا

عن ابن عباس أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ» أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ ﷺ-

حضرت ابن عباس نے فرمایا ایک کنواری لڑکی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ذکر کیا کے اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے جس کو وہ پسند نہیں کرتی پس نبی کریم ﷺ نے اس کو اختیار دیا۔

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :جَاءَتْ فَتَاةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ " :إِنَّ أَبِي زَوَّجَنِي ابْنَ أَخِيهِ، لِيَرْفَعَ بِي خَسِيسَتَهُ، قَالَ :فَجَعَلَ الْأَمْرَ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ :قَدْ أَجَزْتُ مَا صَنَعَ أَبِي، وَلَكِنْ أَرَدْتُ أَنْ تَعْلَمَ النِّسَاءُ أَنْ لَيْسَ إِلَى الْآبَاءِ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

ترجمہ: بریدہ سے روایت ہے کے ایک جوان عورت حضور ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی کہ اس کے باپ نے اپنے بھتیجے سے اس کا نکاح کر دیا ہے تا کہ اس بھتیجے کی ذلت میرے نکاح کی وجہ سے اٹھ جائے۔(اس کا بھتیجا شاید مفلس و محتاج تھا)اس عورت نے کہا میں نے اپنے باپ کی جانب سے اپنا طے شدہ نکاح برقرار رکھا لیکن معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ دیگر عورتوں کو یہ معلوم ہو جائے کے انکے باپوں کو ان کے نکاح کے معاملے میں زبردستی کوئی اختیار نہیں ہے۔

- آنحضرت ﷺ نے حضرت ام سلمی سے نکاح ان کے ولیوں کی موجودگی کے بغیر کیا تھا- چنانچہ منقول ہے کے آنحضرت ﷺ حضرت ام سلمی سے نکاح کی خواہش کی تو ام سلمی نے فرمایا کے میرا کوئی ولی موجود نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمھارے ولیوں میں سے کوئی

بھی ایسا نہیں جو مجھ سے تمھارے نکاح کو پسند کرے اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت ام سلمی کا نکاح بغیر کسی ولی کے منعقد ہو گیا۔[1]

ان تمام آیات واحادیث کی روشنی میں با آسانی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ باکرہ عاقلہ بالغہ لڑکی پر ولی کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے اگر ولی کی موجودگی یا اجازت کے بغیر نکاح کیا جائے تو وہ نکاح اصلاً ہو گا، البتہ عدم کفایت کی بناء پر امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مہر مثل میں کمی کے سبب ولی کو بذریعہ عدالت نکاح فسخ کروانے کا اختیار حاصل ہو گا۔

قائلین ولایت کے حق میں عقلی دلائل

اگر قائلین ولایت کے موقف کے تحت باکرہ عاقلہ بالغہ لڑکی کے کورٹ میرج کے حق کا عقلی بنیادوں پر جائزہ لیا جائے تو حسب ذیل پہلو قابل ذکر ہیں:

- جس طرح عاقل بالغ ہونے پر اپنا نکاح خود کرنے کا مجاز ہے اسی طرح ایک لڑکی بالغ ہونے پر خود اپنے نکاح کی خود مالک بن سکتی ہے۔
- باپ کو اپنی نا بالغ اولاد کے نکاح کرنے کی ولایت بطور نیابت حاصل ہے۔ کیونکہ نا بالغ خود ان مصلحتوں کو حاصل کرنے سے عاجز ہے، اس لئے اولاد کے عجز کے سبب باپ کا ان کے نکاح میں تصرف کرنا صحیح ہے۔ لیکن جب اولاد بالغ ہو جائے تو وہ عجز دور ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک لڑکے کی طرح لڑکی بھی بلوغت کے بعد اپنی ذات میں تصرف کرنے کی اجازت ہو گی اور کسی غیر کی ولایت اس پر باقی نہ رہے گی۔ اور چونکہ شرعاً نیابت ضرورت کے وقت قائم ہوتی ہے۔ اس لئے ضرورت کے ختم ہونے پر نیابت بھی ختم ہو جائے گی چونکہ نیابت اور اصالت ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتی اس لئے باپ کو لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اس پر بحیثیت نائب کے حق ولایت باقی نہیں رہا۔
- بلوغت کے بعد لڑکی کو اپنے مال پر تصرف کا اختیار ہے اور اس کے باپ کی یا کسی اور ولی کی ولایت اس کے مال سے زائل ہو جاتی ہے اسی طرح جب لڑکی اپنے مال پر تصرف حاصل

---

1. طبری، امام ابن جریر، **جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف تفسیر طبری**، (مصر، دار الفکر، 2009ء۔)ص ۱۲۱

ہو جاتا ہے تو نکاح کے معاملے میں بھی اس کو تصرف کا اختیار ہے اور اس پر کسی کی ولایت باقی نہ رہے۔

- نکاح بھی خرید و فروخت کی طرح ایک معاملہ ہے اور یہ بات معلوم شدہ ہے کے اگر عورت سمجھ بوجھ والی ہو تو وہ اپنے معاملات خرید و فروخت میں بلکل آزاد ہے اس پر عقد نکاح کے معاملات میں کس طرح پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ لہذا عقد نکاح کو عقد بیع پر قیاس کیا جائے۔ کیونکہ عورت کو مردوں سے ملنے پر کوئی پابندی نہیں۔ لہذا بہت ممکن ہے کے غیر کفو کا آدمی اسے فریب دے اور ایسے شخص سے شادی کرلے جس سے کسی قسم کی خرابی پیدا ہو جائے اور وہ اس کی دنیاوی بد بختی اور خاندان کے لئے عذاب بن جائے گویا عقد نکاح کے بارے میں اس پر پابندی عائد کرنا درست ہے۔ دوسرے معاملات میں درست نہیں۔ جیسے خرید و فروخت کا معاملہ کیونکہ اس میں ایسی خرابی پیدا نہیں ہو سکتی۔
- نکاح کے سلسلے میں عورت اور ولی کے حقوق کا جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہو گا ولی کا حق عاقل و بالغ عورت پر نہیں ہوتا بلکہ خود عورت کا حق اپنے ولی پر ہے اس کی دلیل یہ ہے، کہ ولی کو اپنی پسند سے نکاح کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔ لیکن اگر ولی اپنی پسند کے مرد سے نکاح کرنا چاہے اور وہ مرد عورت کو پسند نہیں تو وہ اس نکاح سے انکار کر سکتی ہے اور معاملے میں اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا، ولی کے حق کی بنیاد دراصل کفاءت پر ہے چنانچہ اگر عورت غیر کفو نکاح کرلے تو ولی کو حاصل ہو گا کہ نکاح کے لزوم و نفاذ سے انکار کر دے تاکہ ولی کیلئے عورت کا غیر کفو میں نکاح شرم و عار کا باعث نہ ہو۔ لیکن اگر عورت کفو سے نکاح کرے تو پھر ولی کا مقصد پورا ہو گیا اور شرم و عار کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب لزوم و نفاذ کا مانع زائل ہو گیا تو نکاح لازم اور نافذ ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر ایک شفیع کو یہ حق حاصل ہے کے شفعہ کے ذریعے اس ضرر کو دفع کرے جو خریدار کے زمین خریدنے سے اس کے حق کو پہنچتا ہے۔ مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کے معاہدہ نکاح میں عورت کو یہ حق حاصل ہے کے وہ اپنا نکاح کفو میں خود کر سکتی ہے۔[1]

1.طبری، امام ابن جریر ، **جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف تفسیر طبری**، (مصر، دار الفکر، 2009 ء۔)ص ۱۴۹

- موجودہ ترقی یافتہ دور میں مرد عورت کے درمیان معاشی، معاشرتی اور تعلیمی لحاظ سے زیادہ فرق نہیں رہا۔ کیونکہ آج کی عورت مردوں کے شانہ بشانہ ہر شعبہ زندگی میں مصروف عمل ہے عقلی طور پر عورتیں مردوں کے برابر کام کر رہی ہیں، عورتیں آزاد اور خود مختاری کی زندگی گزارنے کی عادی ہو گئیں ہیں لہذا زندگی کے ہر معاملے میں اپنا فیصلہ خود کرنے کو اپنا حق سمجھتی ہیں۔اس نقطہ نظر پر آ کر ولی کی اجازت کو مشروط قرار دینا قرین عقل نظر نہیں رہا۔

باکرہ عاقلہ بالغہ لڑکی کے ولی کے حق ولایت میں نقلی دلائل

تمام طبقات فقہاء کے مطابق ایک عاقل و بالغ مرد اپنا نکاح خود کرنے کا اہل ہے۔ اسی طرح بالغہ ثیبہ (مطلقہ یا بیوہ) بھی اپنا نکاح خود کرنے کی مجاز ہے، لیکن باکرہ عاقلہ عورت کے اپنے نکاح خود کرنے کے بارے میں آئمہ حضرات کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ احناف کے نزدیک ایک باکرہ عاقلہ بالغہ عورت اپنا نکاح بغیر ولی کے کر سکتی ہے۔ جبکہ مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایک باکرہ عاقلہ بالغہ عورت اپنا نکاح بغیر ولی کے نہیں کر سکتی اور ولی کو حق ولایت حاصل ہے۔ درج ذیل تمام آیات واحادیث کی روشنی میں آئمہ ثلاثہ کے قول کی تائید موجود ہے۔

قرآن کی روشنی میں پہلی دلیل

قائلین ولایت مندرجہ ذیل آیات سے اس طرح استدلال کرتے ہیں۔

﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا ﴾(1)

ترجمہ: تم مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔اور اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں نہ دو یہاں تک کے وہ ایمان نہ لے آئیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں کر حکم فرمایا ہے کے تم مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو پھر تم ان سے نکاح کر سکتے ہو۔ لیکن جب مسلمان عورتوں کو یہی حکم دینے کی ضرورت محسوس ہوئی کے وہ بھی مشرک مردوں سے نکاح نہ کریں تو پھر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بجائے ان کے ولیوں کو مخاطب کیا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ مسلمان عورتوں کا نکاح مشرک

1۔سورۃالبقرۃ ۲۲۱

مردوں سے نہ کریں۔ اگر وہ اسلام قبول کر کے مومنین میں شامل ہو جائیں تو پھر تم اپنی بچیاں ان کے عقد میں دے سکتے ہو۔ قرآن کریم کے اس انداز بیان سے یہ واضح ہے کے مسلمان عورتیں اپنے نکاح کا معاملہ ان کے اولیاء کی وساطت سے ہی طے پائے گا۔[1]

قائلین ولایت اس آیت کو نکاح کے سلسلے میں نص قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بجائے ان کے ولیوں کو مخاطب کیا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ مسلمان عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہ کریں۔ پس مسلمان عورتوں کے نکاح کا معاملہ ان کے اولیاء کے بغیر مکمل نہیں ہو گا۔

مزید محمد رشید رضا مصری فرماتے ہیں کہ۔

کا ن ابو جعفر محمد بن علي يقول هذاالقول من الله تعالى ذكره دلالة على ان أولياء المرأة احق بتزويجها من المراة۔[2]

ترجمہ: ابو جعفر محمد بن علی کہا کرتے تھے کے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس بات کی دلیل ہے کے عورت کے اولیاء عورت کا نکاح کرنے کے معاملے میں زیادہ حقدار ہیں۔

عارف باللہ ابن العربی محمد بن علی بن حسین کا قول ہے۔

النکاح بولی فی کتاب اللہ تعالیٰ[3]

ترجمہ: اللہ کی کتاب میں نکاح ولی کی اجازت کے ساتھ ہے۔

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں۔

اس سے یہ قاعدہ معلوم ہوا ہے کہ مرد تو اپنا نکاح خود کر لینے کا مختار ہے لیکن عورت اس معاملے میں بلکل آزاد نہیں ہے۔ اسے کسی کے نکاح میں دینا اس کے اولیاء کا کام ہے۔

اس میں شک نہیں کے حدیث مبارکہ **الایم احق بنفسھا دون ولیھا ولا تنکح البکر حتی تستاذن** کی روسے نکاح کے لئے عورت کی رضامندی ضروری ہے اور اس کی مرضی کے خلاف اس کا نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں۔ مگر چونکہ عورت کے نکاح کا مسلہ خاندان کے مفاد سے گہرا تعلق رکھتا

1۔ البابرتی، جمال الدین الرومی ,**العناية شرح الهداية**، (القاہرۃ، دار الفکر ،۲۰۱٦ء۔)ص۷۹

2۔ محمد مصری، محمد رشید رضا، **تفسیر المنار**،(بیروت ، دارالمعرفه ، ۲۰۱۳)۱۱۹

3۔ ابن العربی ،ابی بکر، محمد بن علی، **احکام القرآن**، بیروت، دارالفکر ، ۲۰۰۸)۸۹

ہے اس لئے قرآن مجید یہ کہتا ہے کے شادی کے معاملے میں تنہا عورت کی پسند اور خواہش کافی نہ ہو گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کے رشتہ دار مردوں کی رائے کو بھی اس میں شریک کیا جائے۔[1]

قاضی ثناءاللہ پانی پتی لکھتے ہیں

شافعیہ اس آیت میں اولیاء کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کے اس آیت میں اس امر کی دلیل ہے کے عورت اپنا نکاح خود کرنے کی مجاز نہیں کیونکہ اگر وہ مجاز ہوتی تو ولی کی طرف سے اسے روکنے کا کوئی جواز نہ تھا اور اس آیت میں نکاح کے الفاظ کی نسبت عورتوں کی جانب ہے۔ شافعیہ نے اس مسبت کو مجازی معنوں پر محمول کیا ہے۔[(2)]

قرآن کی روشنی میں دوسری دلیل

فرمان باری تعالی ہے

﴿ وَإِذا طَلَّقْتُمُ النِّساءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْواجَهُنَّ ﴾[(3)]

ترجمہ: اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو پھر اس میں مانع نہ ہو کے وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے نکاح کر لیں۔

قائلین ولایت کے نزدیک اس آیت میں اولیاء کو خطاب کیا گیا ہے۔ اگر وہ ولی ہونے کی حیثیت میں حق نکاح نہ رکھتے تو ان کو منع کیوں کیا جاتا نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اولیاء سے خطاب ہے جو اس بات کی دلیل ہے کے عورت کے اولیاء عورت کا نکاح کرنے کے معاملے میں حقدار ہیں۔[4]

ابو بکر ابن العربی مندرج کرتے ہیں

العضل ينصرف على وجوه مرجعها الى المنع وهوالمراد هنا فنهى الله تعالىٰ اولياءالمراءة منها عن نكاح من ترضاه وهذا دليل قاطع على ان المرأة لا حق لهافى مباشرةالنكاح وانماهو حق الولى۔[(5)]

1۔ابوالاعلیٰ مودودی، حقوق زوجین،(لاہور،اسلامک پبلیکیشنز لمیٹیڈ طبع اول ۱۹۹۱)ص

2۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری (لاہور: ضیاءالقران پبلی کیشنز، طبع اول،۲۰۰۵)

3۔ سورۃالبقرہ 231

4۔ محمّد طبری، امام ابن جریر ، **جامع البيان عن تاويل القرآن المعروف تفسير طبری**،(مصر، دار الفكر، 2009 ء)

5۔ محمّد بن علی ابن العربی،احکام القرآن، (بیروت، دارالفکر ، طبع الثانی، ۲۰۰۸)

ترجمہ: عضل کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، ان سب کا انجام کار منع کر دینا ہے۔اور یہاں آیت میں یہی مراد ہے۔ اور یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کے نکاح کرنے کے معاملے میں عورت کا کوئی حق نہیں یہ حق صرف ولی کو حاصل ہے۔

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کے موقف کی صحت کی واضح دلیل ہے جو کہتے ہیں کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں اور یہ اس طرح کے اللہ تعالیٰ نے ولی کو عورت کو منع کرنے سے روکا ہے کے اگر وہ ولی کی اجازت کے بغیر از خود نکاح کرنا چاہے، اور اگر عورت کو ہی اختیار ہوتا تو اس کے ولی کو ایسا کرنے سے روکنے کا کوئی معنی نہیں رہتا۔[1]

قرآن کی روشنی میں تیسری دلیل

﴿وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ﴾[2]

ترجمہ: تم اپنی بیوہ عورتوں کا اور اپنے نیک غلاموں کا اور اپنی کنیزوں کا نکاح کرو

اس آیت میں بھی اولیاء کو خطاب کر کے بیوہ عورتوں، غلاموں، اور کنیزوں کا نکاح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس آیت میں بھی دلیل ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کرنے کی مجاز نہیں کیونکہ اگر وہ مجاز ہوتی تو ولی کی طرف خطاب نہ کیا جاتا۔[3]

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هذا المخاطبة تدخل فى باب السروالصلاح اى زوجوامن لا زوج له منكم فانه طريق العفة والخطاب لا ولياء وقيل الازواج الصحيح الاول [4]

1۔ محمد ابن جریر،طبری ،جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف ، (مصر: دار الفکر،طبع اول ،۲۰۰۹)۲۴۹

2۔سورۃالنور:۳۲

3۔ جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف ، (مصر: دار الفکر،طبع اول ،۲۰۰۹)۲۹۸

4۔ محمد طبری، امام ابن جریر ، **جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف تفسیر طبری**، (مصر، دار الفکر، 2009 ء) ۳۳۱

ترجمہ: یہ انداز تکلم حفاظت اور اصلاح کے باب سے ہے یعنی تم میں سے جو بے شوہر ہے اس کی شادی کردو اس کے لئے یہ عفت و پاک دامن کا راستہ ہے اور یہ خطاب اولیاء سے ہے بعض کے نزدیک یہ خاوندوں سے خطاب ہے لیکن صحیح بات پہلی ہے، کہ یہ خطاب اولیاء سے ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے مفسرین وفقہاء قائلین ولایت پر استدلال کرتے ہیں کے ان تمام آیات میں ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا اور کورٹ میرج شرعاً درست نہیں ہے۔

سنت کی روشنی میں دلائل

قائلین ولایت حسب ذیل احادیث کی روشنی میں استدلال کرتے ہیں۔

- **لا نکاح الا بولی یقول الله تعالیٰ فلا تعضلوهن فدخل فيه الثيب وكذلك البكر وقال لا تنكحؤاالمشريكن حتى يومنوا وقال وانكحوا الايامي منكم**[1]

  ترجمہ: ولی کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول فلا تعضلوھن ثیبہ کے لئے ہے اور اسی طرح باکرہ کے لئے بھی اور فرمایا- **لا تنكحؤاالمشريكن حتى يومنوا** اور **وانكحواالايامى منكم** بھی فرمایا۔

امام محمد بن عبد اللہ المالکی الخرشی ان تمام آیات سے جو حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ان سے یہ استدلال کرتے ہیں کے نکاح ولی کے اختیار میں ہے ورنہ روکنے کا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا۔اور جس عورت کا کوئی ولی یا رشتہ دار زندہ نہ ہو تو حاکم یا بادشاہ اس کا ولی ہے لہذا اس حدیث میں واضح طور پر بیان ہے کے بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا۔[2]

- **عن عائشه مرفوعاايماامراة نكحت بغيراذن وليها فنكا حها باطل فنكاحها باطل فنكا حها باطل فان دخل بها فلها**

1- علی عمر بن الحسن،**سن دارالقطنی**،(ملتان، مطبوعه نشرالسنته، ۲۰۰۹)۱۵۷

2- محمد بن عبد اللہ المالکی الخرشی، **مختصر خليل للخرشي**،(القاهرة، دار الحديث ، ۲۰۰۴)۲۷۷

المهربمااستحل من فرجها وان اشتجر وا فالسطان ولی من لاولی لها (1)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا۔ جس عورت نے بھی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا وہ نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے اگر ان کا آپس میں ملاپ ہو گیا تو اس کی وجہ سے حق مہر عورت کو دیا جائے گا اگر (اولیاء) کا اختلاف اور جھگڑا ہو تو سلطان وقت اس عورت کا ولی ہو گا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

اس حدیث میں ولی کے بغیر نکاح کو تین بار باطل قرار دیا ہے۔ لہذا اس حدیث کی رو سے ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا اور کورٹ میرج شرعاً درست نہیں ہے۔

- **عن ابی هريره مرفوعا لاتزوج المراة ولا تزوج المرأة نفسها فان الزانية التى تزوج نفسها۔**(2)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت خود اپنا نکاح کرے اور جو عورت اپنی شادی کرتی ہے وہ زانیہ ہے۔

اس حدیث میں ولایت کے لئے مرد ہی ضروری قرار دیا گیا ہے یعنی باپ کے بجائے ماں ولی نہیں بن سکتی۔ اور بذات خود اپنا نکاح کرنے والی عورت کو زانیہ سے تشبیہ دی ہے۔ سورۃ النور کی آیت سے بھی اس حدیث کی وضاحت ہوتی ہے۔ **الزاني لاينكخ الازانية أو مشركة والزانية لا ينكحهاالا زان او مشرك**(3)

- حضرت عائشہ سے روایت ہے کے زمانہ جاہلیت میں نکاح کی چار قسمیں تھیں۔ایک قسم جو لوگوں میں آجکل رائج ہے کے ایک آدمی دوسرے کو اپنی عزیزہ یا بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام بھیجتا ہے وہ اسے قبول کر کے اس کے لئے حق مہر کا تعین کر دیتا ہے (اس کے بعد نکاح کی تین

1۔ **الجامع الترمذي**،(مصر، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، ١٩٧٥)

2۔بخاري ،محمد بن اسمعيل, **الصحيح البخاري** ، بيروت، دار ابن كثير اليمامة ،٢٠١٣ء۔

3۔ عسقلانی ،ابن حجر، **فتح البارى شرح صحيح بخارى**، (بيروت، داراحيا إثرات العربى، ٢٠١٣)٢٣٠

مزید اقسام کا ذکر کیا) اور آخر میں فرمایا جب رسول اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ نے جاہلیت کے تمام طریقوں کو منع کر دیا صرف مروجہ نکاح جاری رکھا۔ (1)

اس سے معلوم ہوا کے اسلام نے صرف اس نکاح کو جائز رکھا جو ولی کی وساطت سے کیا گیا ہو۔ باقی تمام نکاح باطل قرار دیے ہیں۔

- **کل نکاح لم یحضرھا أربعة فھو سفاح الولی والزوج والشاھدان**

ہر وہ نکاح جس میں چار آدمی ولی، دولہا اور دو گواہ موجود نہ ہوں وہ نکاح نہیں سفاح ہے۔ (2)

- **فلا تعضلؤ ھن قال حدثنی معقل بن یساررانھا نزلت فی قال زوجت اختالی من رجل طلقھا حتی اذا انقضت عدتھا جاء یخطباھا فقلت له زوجتك وفرشتك واكرمتك لطلقتھاثم جئت تخطباھا والله لاتعوداليك ابدا وكان رجلا لا باس به وكانت المرأة تريد ان ترجع إليه فانزل الله ھذا الاية فلا تعضلؤ ھن فقلت الآن أفعل يا رسول الله قال فزوجتھا اياه(3)**

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے میں نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح ایک آدمی سے کیا کچھ عرصے بعد اس نے طلاق دے دی حتی کے جب عدت گزر گئی تو اس نے پھر نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے اس سے کہا کے میں نے اس کے ساتھ تیرا نکاح کیا اس کو تیرا بستر بنایا تیری عزت کی لیکن تو نے اسے طلاق دے دی اور اب پھر نکاح کا پیغام لے کر آگیا ہے اللہ کی قسم اب وہ کبھی تیری طرف نہیں لوٹے گی اور وہ آدمی برا نہیں تھا

اور عورت (میری بہن) اس کے ساتھ رجوع کرنا چاہتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی جسے میں نے کہا اے اللہ کے رسول اب میں ان کا نکاح آپس میں کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں۔

---

1 ۔ بخاري ، محمد بن اسمعيل ، **الصحيح البخاري** ، (بيروت، دار ابن كثير اليمامة ،٢٠١٣)٣٢١

2۔ جسٹس تنزیل الرحمن، **مجموعہ قوانین اسلام**، (اسلام آباد، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۳ء)۵۹

3۔ عبد الله بن محمد بن قدامة المقدسي ، "المغنى"، (بيروت: دار عالم الكتب، طبع السابع، 1997)

نکاح میں ولی کے شرط ہونے کے بابت علماء میں اختلاف ہے جمہور اس کے قائل ہیں اور انہوں نے کہا ہے کے عورت اپنا نکاح از خود نہیں کر سکتی۔ انہوں نے اس کا اثبات مذکورہ بالا حدیث میں کیا ہے اور ان میں سب سے قوی دلیل یہی واقعہ ہے جو قرآن کریم کی آیت مذکورہ کا نزول کا سبب ہے اور یہ آیت اس بات پر کے نکاح میں ولی کی رضامندی ضروری ہے سب سے واضح دلیل ہے کیونکہ ایسا نہ ہو تو یہ کہنے کا کہ انہیں مت روکو کوئی معنی نہیں رکھتا علاوہ ازیں اگر وہ عورت از خود نکاح کرنے کی مجاز ہوتی تو وہ اپنے بھائی کی محتاج نہ ہوتی ، جس کا ذکر موجود ہے۔[1]

مندرجہ بالا قرآن و حدیث کی رو سے قائلین ولایت کے نزدیک نکاح میں ولی کی موجودگی ضروری ہے اس سلسلے نص میں قرار دیتے ہیں اور نکاح کے لئے ولی کی شرط کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

باکرہ عاقلہ بالغہ لڑکی کے ولی کے حق ولایت پر عقلی دلائل

قائلین ولایت عقلی دلائل سے بھی ثابت کرتے ہیں کہ نکاح میں ولی کی موجودگی ضروری ہے۔ باکرہ عاقلہ بالغہ لڑکی کورٹ میرج نہیں کر سکتی۔

- اسلام نے عورت کی عفت و عصمت کو محفوظ کیا ہے۔ لہذا اس بناء پر اس پر کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں بعض ذمہ داریوں سے عورت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ نان و نفقہ کا ذمہ دار صرف مرد کو قرار دیا ہے۔ اسلام نے عورت کے لئے گھر کی چار دیواری کا احترام اس کی عصمت کے تحفظ کا ذریعہ اس آیت میں قرار دیا؛

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ ﴾[2]

اپنے گھر کی چار دیواری کا احترام کرو اور پہلے زمانہ جاہلیت والے سنگھار کو اختیار نہ کرو۔

1۔ ابن حجر عسقلانی، ، **فتح الباری شرح صحیح بخاری**، بیروت، داراحیا إثرات العربی، ٢٠١٣)٢٩١

2۔ مُحَمَّد بن احمد ابن رشد، **بدایه المجتهد ونهایه المقتصد**،(القاہرۃ،دار الحدیث ،2004ء)١۴۵

3- سورہ احزاب:٣٢

- اس طرح مرد پر باجماعت نماز فرض ہے اور عورت پر نہیں۔ مرد کو حسب ضرورت واقتضا ایک وقت میں چار شادیاں کرنے کا حق حاصل ہے۔اور عورت کو اس کی اجازت نہیں ہے۔ عورت ایک وقت میں صرف ایک مرد کی بیوی بن کر رہ سکتی ہے۔ اسلام میں طلاق دینے کا حق صرف مرد کو حاصل ہے کیونکہ مرد عورت کے مقابلے میں زیادہ معاملہ فہم ہوتا ہے۔ مرد کے مقابلے میں عورت کی گواہی آدھی ہے۔ وراثت میں مرد کے دو حصے اور عورت کا ایک حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس طرح اور بھی بہت سی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے مرد کو عورت پر فضیلت و برتری دی گئی ہے۔اور بعض صلاحیتوں میں بھی عورت اور مرد میں فرق پایا جاتا ہے۔ جیسے جسمانی اعتبار میں بھی عورت مرد سے کمزور ہوتی ہے۔
- عورت مرد کے مقابلے میں زیادہ جذباتی ہوتی ہے اسی طرح سے ولایت نکاح کا مسئلہ ہے۔اس میں شریعت نے مرد کو ولایت کو ضروری قرار دیا ہے۔کیونکہ عورت مرد کے مقابلے میں ناقص العقل ہے اور جذباتی ہے ، اپنے نکاح کے معاملے میں غلط فیصلہ بھی کر سکتی ہے۔لہذا اسلام نے عورت کو اجازت نہیں دی کے ولی کو نظر انداز کر کے اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اپنا نکاح خود کرے۔
- اسلام کے نزدیک یہ امتیازی قوانین ناروا پابندیاں نہیں بلکہ اس میں کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت چھپی ہے۔ ان کا اصل مقصد عورت کی حرمت و تقدس کی حفاظت ہے۔تاکہ اسلامی معاشرتی نظام ٹوٹ پھوٹ اور انتشار کا شکار نہ ہو۔ معاشرتی تقاضوں اور مصلحتوں کے پیش نظر اسلام کی تعلیمات کا عقلی تقاضا تو یہی ہے کے مسلمان نوجوان لڑکی مرد کی ولایت سے آزاد نہ ہو تاکہ وہ جب چاہے اور جس سے چاہے نکاح کر لے۔لہذا اسلامی تعلیمات کی رو سے مسلمان عورت کے لئے ضروری ہے کے شادی سے پہلے اسے والدین کا تحفظ اور سہارا حاصل ہو۔کیونکہ والدین یا دیگر اولیاء جب ایک لڑکی کی عزت اور معاشی کفالت کے ذمہ دار ہیں وہ کس طرح ایک اہم کام جس میں والدین کی عزت و شرافت کا پاس رکھنا ایک لڑکی پر لازم ہے۔وہ لڑکی کے نکاح پر غلط فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کے زندگی کے اتنے اہم معاملے میں ایک لڑکی والدین اور دیگر اولیاء کو نظر انداز کر دے۔ یہ نہ تو معاشرتی لحاظ سے درست ہے نہ عقلی لحاظ سے درست ہے۔

مذکورہ بالا آیات، احادیث، اور عقلی دلائل سے قائلین ولایت پر استدلال کرتے ہیں کہ ان تمام نقلی و عقلی دلائل کی روشنی میں کورٹ میرج شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں۔ مختصر یہ کہ جملہ آیات اور احادیث میں لڑکیوں کے سرپرستوں کو مخاطب کیا گیا ہے یا ان کی اجازت کو مشروط کیا گیا ہے۔

تجزیہ

باکرہ عاقلہ بالغہ لڑکی کے کورٹ میرج کا مسئلہ بنیادی طور پر حقِ ولایت پر مبنی ہے۔ اس مسئلہ پر علامہ ابن رشدؒ نے حقِ ولایت کے موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہر دو فریق نے جو دلائل دیے ہیں وہ اس کے حق میں صریح الدلالہ نہیں ہیں، بلکہ ان میں مفہومِ مخالف کا بھی احتمال ہے۔[1] ان دلائل میں بظاہر تضاد محسوس ہوتا ہے، لیکن یہ تضاد ایسا نہیں ہے کہ اسے دور نہ کیا جاسکے، بلکہ اِن میں بآسانی تطبیق دی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک توجیہ یہ کی جاسکتی ہے کہ قانونی طور پر تو بالغ لڑکا یا لڑکی اپنی پسند و ناپسند کے معاملے میں خود مختار ہیں، البتہ اخلاقی اور سماجی طور پر انہیں والدین یا اولیاء کی مرضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے عملی زندگی میں آگے بڑھنا چاہیئے۔ اس کی بڑی وجہ والدین کا تجربہ اور اولاد کے لیئے ہے، جب کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں پر عموماً جذبانیت غالب ہوتی ہے۔

دونوں موقف میں ممکنہ تطبیق کے لحاظ سے دانش مندی کا تقاضا ہے کہ تنازع ہونے کی صورت میں نوجوان اپنی پسند و ناپسند پر اصرار نہ کریں، بلکہ والدین کی رائے کو ترجیح دیں اور اس پر سر تسلیم خم کر دیں۔

1۔ مُحَمَّد بن احمد ابن رشد، **بدایہ المجتہد ونہایہ المقتصد**،(القاہرۃ،دار الحدیث ،2004ء)۱۷۸

فصل سوم:

طلاق کا تعارف طریقہ کار اور شرعی حیثیت

طلاق کا لغوی معنی

علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی لفظ طلاق کا معنی کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عورت کی حوالے سے کی طلاق کے دو پہلو درج ہیں (۱) منعقدہ نکاح صحیح کی گانٹھ کو کھولنا (۲) اور چھوڑ دینا[1]، لسان العرب میں حضرت عثمان اور حضرت زاہد سے روایت ہے کہ طلاق کا بنیادی تعلق مردوں کے اختیارات سے ہے اور اس کے واقع ہونے کے بعد عورت کا تعلق عدت سے ہے۔[2]

طلاق کا اصطلاحی معنی

طلاق کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں، جن میں حسب ذیل اکثریت کو شامل ہے۔ جسے علامہ ابن حجر الهيتمي نے تحفة المحتاج میں بھی درج کیا ہے:

الطَّلَاقُ اصطِلاحًا: هو حَلُّ قَيدِ النِّكاحِ بلَفظِ الطَّلَاقِ ونَحوِه[3]

ترجمہ: اصطلاحی طور پر طلاق کا معنی قید نکاح کو لفظ طلاق یا اسکے ہم معنی الفاظ سے کھولنا ہے۔

علامہ ابن نجیم لفظ طلاق کا فقہ کے اعتبار سے معنی بیان کرتے ہواتے ہیں کہ مخصوص الفاظ کے ساتھ قیدِ نکاح کو اٹھا دینا طلاق کہلاتا ہے، چاہے وہ قید فی الفی اٹھالی جائے یا کچھ عرصہ بعد کے ساتھ مشروط کر دی جائے۔ اور مخصوص الفاظ سے مراد ایسے الفاظ ہیں جو صراحۃً یا کنایۃً طلاق کو شامل ہوں اور اسی میں ہی خلع ، قاضی وقت کی زوجین کے درمیان ایسی تفریق بھی شامل ہے جو مرد کی نامردی اور زوجین کے لعان کی وجہ سے طلاق بائن پر منتج ہوئی ہو اور پھر طلاق رجعی کی وجہ سے نکاح کی قید از روئے مآل اٹھ جاتی ہے۔[4]

1۔ زبيدي ، **تاج العروس**، (اردن: دار احياء التراث العربي، طبع اول،۲۰۰۴)۷۹

2۔ مُحَمَّد بن مكرم ابن منظور ،لسان العرب،(بيروت: دار صادر طبع اول،۱۹۹۸)۱۱۵

3 ۔ابن حجر الهيتمی، تحفة المحتاج (بيروت،دار ابن كثير اليمامة،۲۰۱۳) ۹۹

4۔ زين الدين بن إبراهيم بن مُحَمَّد، ابن نجيم المصرى ، **البحر الرائق شرح كنز الدقائق** ، (القاهرة،،دار الكتاب الإسلامي طبع اول ۱۹۹۹)ص۹۵/۲

طلاق کی اقسام

فقہاء کے نزدیک طلاق کی تین اقسام ہیں، جن میں طلاق احسن، طلاق حسن اور طلاق بدعی ہیں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

طلاق احسن

عورت کے ایام طہر میں جبکہ مرد نے قربت بھی اختیار نہ کی ہو، ان ایام میں صرف ایک طلاق دینا طلاق احسن کہلاتا ہے۔ اس صورت حال میں عدت کے دوران مرد کو رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے اور اگر مرد رجوع نہ کرے تو عدت کے تین طہر کی مقدار مکمل ہونے طلاق بائن ہو جاتی ہے، اور اسکے بعد اگر فریقین راضی ہوں تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے، لیکن اب دو طلاق کا اختیار مرد کو حاصل ہو گا کیونکہ وہ ایک استعمال کر چکا ہے۔[1]

طلاق حسن

عورت کے ایام طہر میں جبکہ مرد نے قربت بھی اختیار نہ کی ہو، ان ایام میں ایک طلاق دینا اور جب ایک ماہواری کا وقت گزر جائے تو قربت اختیار کیے بغیر ہی مرد دوسری طلاق دے، اسی طرح دوسری ماہواری کا وقت گزر جائے تو قربت اختیار کیے بغیر ہی مرد تیسری طلاق دے تو عورت مغلظہ ہو جائے گی اور اب حلالہ کے شرعی تقاضے پورے کیئے بغیر پہلے خاوند سے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا۔[2]

طلاق بدعی

طلاق بدعی کی مختلف اشکال معاشرے میں مروج ہیں، جن میں سے تین واضح مثال کے طور پر مروج ہیں، پہلی صورت یہ ہے کے تین یا زائد طلاقیں مجلس واحد میں ایک ساتھ دی جائیں دوسری صورت یہ ہے کہ عورت کو مخصوص ایام میں ایک طلاق دی جائے، اور تیسری صورت ان ایام کی ہے کہ جن میں مرد عورت کو طلاق دے اور ان ایام میں عورت سے مقاربت بھی کی ہو، حکم کے اعتبار سے

1۔ محمد أمین بن عمر ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار (بیروت:دار الفکرطبع اول، 1992م)

2۔ ایضا

طلاق بدعی مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی میں بھی ہو، واقع ہو جائے گی لیکن اس کا دینے والا گناہ گار ہو گا۔[1]

دکتور وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں

> اگر صریح لفظ کے ساتھ ایک یا پھر دو بھی طلاقیں دے دی جائیں تو بھی یہ طلاق رجعی ہی شمار ہوں گی اور اگر کنائي الفاظ استعمال کر کے طلاق دی جائے تو وقوع پذیر طلاق بائن کہلاتی ہے۔ اگر طلاق کی نیت سے بیوی کو کسی محرمات میں سے نام لیکر مثلاً ماں بہن پکار دے تو اس صورت میں طلاق رجعی واقع ہو گی، جس میں دوبارہ رجوع کیا جا سکتا ہے، اس صورت میں سابقہ طلاقیں شمار کی جائیں گی۔ اگر رجوع سے پہلے دو طلاقیں دی ہوئی تھیں اب رجوع کے بعد صرف ایک طلاق کا اختیار خاوند کے پاس ہے۔ اس ایک طلاق کے اختیار میں کوئی طلاق بائن استعمال کرے گا تو اس سے نکاح مکمل ختم ہو جائے گا، کیونکہ منتہی عدد استعمال ہو گیا ہے، جبکہ تین سے کم طلاقیں بائن ہوں تو باہمی رضامندی سے مرد و عورت کا دوباہ نکاح جائز ہے۔ لیکن پھر بھی زائل شدہ سابقہ طلاق کے اختیارات کا شمار ہو گا کیونکہ زوج ثانی کی طلاق کے بعد جب زوج اول نکاح کرے تبھی طلاق کے اختیارات نئے سرے سے بحال ہوتے ہیں۔(2)

طلاق کیوں مشروع کی گئی؟

اسلام کے نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جو زوجین نکاح میں منسلک ہو جائیں ان کا نکاح بر قرار رکھنے کے لیئے زوجین کے خاندانوں اہم کردار ادا کرتے ہیں اگر زوجین میں کچھ باتیں چپقلش وعداوت کا باعث بنئے تو خاندان کے افراد کو چاہئے اختلافات کو دور کر کے زوجین کے درمیان صلح کروادیں اور اگر ان فریقین کے درمیان بہت اختلاف ہونے کی وجہ سے خاندان کے افراد کی پوری کوشش کے باوجود ان میں صلح نہ ہو سکے اور یہ بھی خطرہ ہو کہ اگر بدستور رشتہ نکاح میں بندھے رہے تو یہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور نکاح کے مقاصد فوت ہو جائیں گے تو زوجین کے

1- ابو بکر بن مسعود ،الکاسانی بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، (بیروت، دارالکتب العلمیة ، طبع اول ۱۹۹۶،)

2- الدکتور وھبه الزحیلی،الفقه الاسلامی و ادلّته(بیروت، دار طبع اول،۱۹۹۷)

درمیان عدم موافقت اور باہمی نفرت کے باوجود ان زوجین کو کو نکاح میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ یہی باہمی رقابت ،باہمی نفرت اور خدشات ایسی فضا پیدا کرتے ہیں جو زوجین کے خاندان میں بھی جھگڑے کا باعث بن سکتا ہے تو اس میں سب کے لیے بہتری اس میں ہے کہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے شوہر کو نہ روکا جائے۔[1] طلاق کے علاوہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے دلا کر خلع کروالے اور تیسری صورت یہ ہے کہ قاضی کا تفرق کا فیصلہ ہے اور چوتھی صورت اس میں یہ ہے کہ جن دو مسلمان حکموں کو حالت نزاعی میں یہ معاملہ سپرد کیا گیا ہو وہ ہی زوجین کے نکاح کو نسخ کرنے کا فیصلہ کر دیں۔[2] ان مندرجہ بالا صورتوں میں ہی جدائی ممکن ہے۔

صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے

زوجین میں سے اگر شوہر کو اپنی بیوی ناپسند ہو اس کو اچھی نہ لگے تو وہ پھر بھی اس سے نباہ کی کوشش کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے

﴿ وَعاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً ﴾[3]

ترجمہ: " اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ رہو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"عن محارب قال قال رسول الله ﷺ ما احل الله شيئا ابغض اليه من الطلاق۔[4] ترجمہ: " حضرت محارب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔"

1۔ابن القيم الجوزی، تهذيب السنن ،(بيروت : دار المعرفةطبع الثانی،١٩٩١

2۔ محمد بن عبد الله المالكی الخرشی، شرح مختصر خليل للخرشي،(القاهره دار الحديث ، القاهرة،٢٠٠٤)

3۔سورہ بقرہ:٢٢٨

4۔ سليمان بن الاشعث ابوداؤد،السنن، (بيروت: المكتبة العصرية، طبع الثانی، ٢٠٠٩)

"عن ابن عمر عن النبی ﷺ ابغض الحلال الی اللہ عزوجل الطلاق۔[1]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔

ایک اور ارشادِ نبوی ہے:

تَزَوَّجُوْ وَلَا تُطَلِّقُوْا فَاِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الذَّوَّاقِيْنَ وَالذَّوَّاقَات[۲]

ترجمہ: شادیاں کرو اور طلاق نہ دو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مزہ چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

اگر نکاح اور طلاق کا مقصد صرف اتنا ہے کہ خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل ہو تو اسلام ہرگز ایسے نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، پھر میاں بیوی کے درمیان علاحدگی طلاق کے ذریعہ ہو یا خلع کے ذریعہ دونوں صورتیں اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ اور مبغوض ہیں۔

رسولِ کائنات ﷺ نے عورتوں کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

((ایما امراۃ سئلت زوجھا طلاقا في غير ما باس فحرام عليها رائحة الجنة))[۳]

ترجمہ: جو عورت بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق طلب کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

اس ارشادِ رسول کی روشنی میں پتا چلا کہ بغیر کسی وجہ شرعی کے طلاق دینا اور عورت کا طلاق طلب کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے۔اسلام نے مرد کو طلاق دینے کی آزادی دی ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ طلاق کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ ہو۔اس سلسلے میں قرآن مجید نے یہ تعلیم دی ہے کہ اگر بیوی پسند نہ ہو تو جہاں تک ممکن ہو اس کے ساتھ نباہ کی کوشش کی جائے۔

1۔جلال الدین السیوطی، الجامع الصغیر مع فیض القدیر(مصر: دار الفکر طبع اول ، ۲۰۱۶)

2۔محمد بن یزید ابن ماجہ ، السنن ، (بیروت: دار الکتب العلمیة، طبع اول،۱۹۹۱

زوجین میں سے شوہر پر ان قرآن وسنت کی ہدایت کی روشنی میں یہ لازم ہے کہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں حتی الامکان طلاق سے گریز کرے اور اگر طلاق دینا ناگزیر ہو تو صرف ایک طلاق رجعی دے کیونکہ اس کے بعد عدت کے تین ماہ تک اس معاملہ پر نظرثانی کا موقع رہے گا ورنہ عدت کے بعد عورت علیٰحدہ ہو جائے، آج کل لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تین بار کہے بغیر طلاق نہیں ہوتی، اس لیے یا تو وہ خود تین طلاقیں دیتے ہیں یا وکیل اور وثیقہ نویس ان کو تین طلاقیں لکھ دیتے ہیں، اور جب زوجین میں طلاق نافذ ہو جاتی ہے تو وہ پریشان ہوتے ہیں اور مختلف علماء کے پاس اپنا ازدواجی تعلق قائم کرنے کے لیے یا پھر دوبارہ رجوع کرنے کے لیے کوئی مشورہ لیتے ہیں کہ اس کا اب کوئی حیلہ بتائیں، حتیٰ کہ یہ لاتعلقی اختیار کرنے والے لوگ حلالہ کی ناگوار صورت کو بھی قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں، اور رسول کریم ﷺ نے اس قسم کے حلالہ پر سخت لعنت کی ہے۔

عن ابن عباس ، قال:" لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له[1]"

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت کی ہے۔

لیکن معاشرے کے اندر مختلف قسم کی باتوں اور بچوں کی دربدری اور برے نتائج سے بچنے کے لیے اس وقت فریقین آپس میں سازگار ماحول پیدا کر کے صلح کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔

صرف مرد کو طلاق کا اختیار کیوں دیا گیا؟

زوجین میں سے طلاق دینے کا حق صرف مرد ہی کو تفویض کیا گیا ہے اور عقد نکاح جیسا پاکیزہ کام عورت اور مرد دونوں کی باہمی آمادگی سے ہی پروان چڑھتا ہے، زوجین میں نکاح کے بعد کہ وہ جب چاہے اس نکاح کو ختم کر دے؟

مختلف وجوہات میں سے ایک وجہ عورتیں مغلوب الغضب ہوتی ہیں اور ایک وجہ عورت کو بانسبت ایک مرد کے غصہ جلد آتا ہے اور اگر طلاق کا معاملہ زوجین میں سے عورت کے پاس ہوتا تو لاتعلقی یعنی طلاق کی شرح میں بہت زیادہ ہوتا۔ دوسرا پہلو دیکھا جائے تو عورت کی فیصلہ کرنے کی قوت مرد کی نسبت بہت کمزور ہوتی ہے خاص طور پر جب عورت حیض کے دنوں میں ذہنی اضطرابی اور اُلجھن میں مبتلا ہوتی ہے۔ اور ان ایام میں عورت کے مزاج میں چڑچڑاپن اور ذہن منتشر ہو جاتا ہے اس وجہ سے اگر

1۔ محمد بن يزيد ابن ماجه ، السنن ، (بيروت: دار الكتب العلمية، طبع اول،١٩٩١

عورت کے پاس طلاق کا اختیار ہوتا تو شرح طلاق زیادہ ہوتی۔[1] اور مختلف وجوہات میں سے تیسری وجہ خواتین کی عقل مردوں کے مقابلے میں کمزور ہوتی ہے وہ ناقصات عقل ہوتی ہیں اسی نقطہ نظر کو مد نظر رکھتے ہوئے نسخ نکاح کے معاملے کا اختیار عورت کے سپرد کرنے کے لائق نہیں سمجھا گیا۔اور نسخ نکاح کے معاملے میں ایک مرد کو مفوض کرنے کی وجہ چہارم یہ ہے کہ ایک مرد اپنا مال کثیر خرچ کر کے حقوق زوجیت لیتاہے اس وجہ سے اس کو ہی دست کش ہونے کا اختیار دیا گیاہے اور دونوں کی باہمی آمادگی کے بعد یہ رشتہ ازدوج میں منسلک ہوتے ہیں اور مرد اتنا خرچ کر کے یہ کبھی بھی نہیں چاہیئے گا کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی کا سکون خراب کرئے اور وہ آخری حد تک کوشش کرتا ہے۔[2] اگر عدل وانصاف کو دیکھا جائے تو ایک عورت کو نسخ نکاح کرنے میں اتنی گہرائی میں نہ جانا پڑتا اور اس وجہ سے طلاق کی شرح میں بھی بہت اضافہ ہوتا۔

طلاق میں عورت کی رضامندی کا اعتبار کیوں نہیں ہے؟

بعض اوقات ایک خاتون اپنے بچوں کی پرورش کو دیکھتے ہوئے اور ان کے مستقبل کو خاطر خواہ رکھتے ہوئے وہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہنا چاہتی ہے۔ لیکن شوہر ظالمانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے اپنی بیوی کی مرضی کے خلاف طلاق کا فیصلہ دے دیتا ہے۔ان احوال میں وہ خواتین یہ کہتی ہیں کہ جب نکاح کے عقد میں اگراسکی مرضی کا عمل دخل ہے تو طلاق کے دوران اس کی آمادگی کا عمل دخل کیوں نہیں ہے۔اور ایک عورت کی مرضی کو نظرانداز کرتے ہوئے طلاق کو کیوں مؤثر قرار دیا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب خواتین کے اعتبار سے یہ ہے کہ کسی عقد کو بھی قائم کرنے کے لیئے زوجین میں سے دونوں فریقین کی رضامندی کو ضروری تصور کیا جاتا ہے۔زوجین کی ازدواجی زندگی کے سفر میں مرد اہم رول ادا کرتا ہے اور عمل زوجیت کی ادائیگی میں بھی مرد فاعل ہوتا ہے اور عورت اسکے فعل کی محل ہوتی ہے اس لیے طلاق یا عقد نکاح کو قائم رکھنے کا حق بھی مرد کو دیا گیاہے۔

عورت کے لیے خلع کا اختیار

اگر بیوی کے دل میں کسی وجہ سے نفرت پیدا ہو جائے اور وہ شوہر کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو وہ حقِ خلع استعمال کر سکتی ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

1۔ ابن القیم الجوزی ،تھذیب السنن ، (بیروت، دار المعرفة، طبع اول،١٩٩١)ص

2۔ مُحَمَّد بن اسماعیل الکحلانی، سبل السلام (الریاض: دار الحدیث ،طبع الثالث ،1998)

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلاَّ يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِه﴾[1]

ترجمہ: پھر اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، سو (اندریں صورت) ان پر کوئی گناہ نہیں کہ بیوی (خود) کچھ بدلہ دے کر (اس تکلیف دہ بندھن سے) آزادی لے لے۔

اسلامی قانون کے مطابق ایک مرد کو طلاق کا اختیار سپرد کرنے کا مقصد یہ ہر گز نہیں ہے کہ وقوع طلاق میں ایک خاتون کا بالکل بھی عمل دخل نہیں بلکہ عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے۔ خلع میں اگر ایک خاتون کو کسی مرد کی شخصیت میں سے یا شکل وصورت پسند نہ ہو یا کسی اور طبعی نا مناسبت کی وجہ وہ اپنے شوہر کو ناپسند کرتی ہو تو وہ عورت اپنے مرد سے حق مہر چھوڑ کر یا کچھ اور دے دلا کر شوہر سے طلاق طلب کر سکتی ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتْ النَّبِيَّ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلَا دِينٍ وَلَكِنِّي أَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ: أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللهِ: اقْبَلْ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً))[2]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کہ پاس ثابت بن قیس ابن شماس کی بیوی گئیں اور التجا کی کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں ثابت کے خلق اور اس کے دین میں کسی قسم کی کوئی حرف گیری نہیں کرتی ہوں اور میں اسلام کے بعد کفر کو (ناشکری یا شوہر کے حقوق کو ادا نہ کرنا) ناپسند کرتی ہوں کہ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو باغ ثابت نے تمھیں نکاح کے وقت حق مہر دیا تھا وہ اس کو واپس کر دو اور پھر ثابت کو کہا کہ اس کو ایک طلاق دے دو"

1۔ سورۃ بقرۃ: ۲۲۹

2۔ محمد بن اسمعیل بخاري، ، الجامع الصحيح ، (بيروت، دار ابن كثير اليمامة ،طبع الثالث۱۹۹۷)

قرآن اور سنت کی ان ہدایت کی روشنی میں عورت پر یہ لازم ہے کہ شوہر سے اختلاف اور مختلف طبعی وجوہات کی بناپر اگر خاوند ناپسند ہو تو وہ قاضی اسلام سے رجوع کرے اور قاضی ہی حق مہر واپس دلا کر طلاق دلادے اور یادرہے کہ از خود عورت کو حق نہیں ہے کہ وہ نکاح کو ختم کرے۔

تجزیہ

اس فصل میں طلاق کے مفہوم، مشروعیت اور اقسام کو مختلف پہلوؤں سے اجاگر کیا گیا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کی رو سے اللہ تعالی کے اس ناپسندیدہ ترین حلال سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کی جائے گی۔ باین ہمہ اگر زوجین میں کچھ باتیں چپقلش وعداوت کا باعث بنیں تو خاندان کے افراد کو چاہئے کہ زوجین کے درمیان قرآنی حکم کے مطابق صلح کروادیں اور اگر فریقین کے درمیان بہت اختلاف ہونے کی وجہ سے ثالث افراد کی کوشش کے باوجود ان میں صلح نہ ہو سکے اور یہ بھی خطرہ ہو کہ ہر دو کے درمیان عدم موافقت اور باہمی نفرت کی وجہ سے نکاح کے مقاصد فوت ہو جائیں گے تو ایسی صورت میں زوجین کو کو نکاح میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ یہی باہمی رقابت ، باہمی نفرت اور خدشات ایسی فضا پیدا کرتے ہیں جو زوجین کے خاندان میں بھی جھگڑے کا باعث بن سکتا ہے تو اس میں سب کے لیے بہتری اس میں ہے کہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے شوہر کو نہ روکا جائے۔ مزید اس فصل میں طریقہ طلاق کو جملہ اقسام کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ جب زوجین میں طلاق نافذ ہو جاتی ہے تو وہ پریشان ہوتے ہیں اور مختلف علماء کے پاس اپنا ازدواجی تعلق قائم کرنے کے لیے یا پھر دوبارہ رجوع کرنے کے لیے کوئی مشورہ لیتے ہیں کہ اس کا اب کوئی حیلہ بتائیں، حتیٰ کہ یہ لاتعلقی اختیار کرنے والے لوگ حلالہ کی ناگوار صورت کو بھی قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں، اور رسول کریم ﷺ نے اس قسم کے حلالہ پر سخت لعنت کی ہے۔ مزید اس فصل میں خلع کے جملہ پہلو بھی واضح کیے گئے ہیں کہ کن کن صورتوں میں ایک خاتون حق خلع استعمال کر سکتی ہے۔

باب دوم

کورٹ میرج میں طلاق کی وجوہات،نقصانات اور سد باب

فصل اول: کورٹ میرج میں طلاق کی وجوہات

فصل دوم: کورٹ میرج میں طلاق کے نقصانات

فصل سوم: کورٹ میرج میں طلاق کا سد باب

تعارف

طلاق اپنے لغوی واصطلاحی معانی کے اعتبار سے جدائی وتفریق سے عبارت ہے۔ جو نہ صرف انفرادی بندھن میں خلل پیدا کرتی ہے بلکہ اجتماعی وحدت کو بھی پارہ پارہ کردیتی ہے۔ یہ توڑ پھوڑ مختلف النوع سماجی و معاشی مسائل کے لئیے پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ جو بلآخر دین اسلام کے تصورِ وحدت سے متصادم ہوتا ہے۔مزید بر اآں ایک فرد میں نفسیاتی ہیجانی کیفیت کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ جس سے مختلف طبّی خلل اور اخلاقی گراوٹ پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جن مسائل کی بنیادی وجہ طلاق قرار پاتی ہے۔اور یہ نقصانات سالوں تک محیط ہوجاتے ہیں ، بالخصوص اولاد کی صورت میں ایسے حادثات کے اثرات آگے نسلوں تک پھیل جاتے ہیں جنکی تپش میں افراد معاشرہ جلتے بھی ہیں اور خاندان کے دیگر افراد کو جلاتے بھی ہیں۔[1] اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ طلاق کے ذریعے جدائی اور تفریق پیدا کرنا شیطان کا محبوب مشغلہ ہے تو یہ غلط نہ ہوگا- ایک حدیثِ پاک کے مفہوم سے پتہ چلتا ہے کہ ابلیس اپنے چیلوں کو دنیا میں فتنہ و فساد پیدا کرنے کے لئے زمین پر بھیجتا ہے۔ ہر ایک کچھ نہ کچھ کر کے واپس جا کر اپنی کار گزاری ابلیس کو سناتا ہے مگر وہ ان کے کام سے مطمئن نہیں ہوتا- لیکن ایک چیلا جب آ کر یہ خبر سناتا ہے کہ اس نے میاں بیوی کے درمیان فتنہ و فساد ڈال دیا ہے تو ابلیس خوشی کے مارے اسے گلے لگا لیتا ہے۔[(2)]

کورٹ میرج کے تناظر میں طلاق کی شرح خطرناک حد تک بڑھ رہی ہے۔ بایں ہمہ اگر اس کا سدباب نہ کیاگیا تو معاشرتی بقاء کا قصرِرفیع پارہ پارہ ہو جائے گا۔ اس باب میں ہم کورٹ میرج کے تناظر میں طلاق کیاوجوہات، نقصانات اور اس کے سدباب پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے موضوعِ تحقیق کو آگے بڑھائیں گے۔

---

1 Pollock, S. L. (2006). Internet counseling and its feasibility for marriage and family counseling. The Family Journal, 14(1), 65-70.

2محمّد بن عبداللہ خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح ،(بیروت: دارالمعرفہ، طبع اول ۱۹۹۷)۔

فصل اول

کورٹ میرج میں طلاق کی وجوہات

کورٹ میرج یا گھر سے فرار کے بعد شادی کرنے کا رجحان ہمارے معاشرے میں روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔پاکستانی قانونی فیصلے (pakistan Legal Decision) پی ایل ڈی2008، 479پی آئی ڈی2004سیکشن219ان کیس لاز کے مطابق ''ولی کی مرضی بالغ خاتون کی شادی کے لیے ضروری نہیں۔کوئی بالغ عورت اپنی آزاد مرضی کے ساتھ شادی کر سکتی ہے۔'' خطرناک امر یہ ہے کہ اس سے بھی زیادہ تیزی سے طلاق یا خلع کے مقدمات میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔جب لڑکی لڑکا پسند کی شادی کے لیے گھر سے فرار ہو کر والدین کی مرضی کے خلاف نکاح کر تے ہیں، تو یہ عمل 'کورٹ میرج' کہلاتا ہے۔کورٹ میرج کی وجوہات اور ثمرات دونوں باعث فکر ہیں۔اگر وجوہات پر نگاہ دوڑائی جائے، تو سب سے بڑی وجہ لڑکی یا لڑکے کے اہل خانہ کا راضی نہ ہونا ہے یا والدین کے حوالے سے یہ خوف کہ وہ شادی نہیں ہونے دیں گے۔یہ صورت حال شادی کے خواہش مند لڑکے اور لڑکیوں کو 'کورٹ میرج' تک لے جاتی ہے، جو نہ صرف لڑکے اور لڑکی کے لیے بہت سے مسائل کا سبب بنتی ہے، بلکہ ان کے اہل خانہ کے لیے بھی شدید پریشانی کا باعث ہوتی ہے۔[1] پاکستانی معاشرے کے اندرکورٹ میرج بذات خود طلاق کی بنیادی وجوہات میں سے ایک وجہ ہے۔جس کے تحت ہم مختلف دیگروجوہات کوایک ایک کر کے ضبط تحریر کر سکتے ہیں۔اس مخصوص پہلو پرتوجہ سے مطالعہ کرکے ہم درج ذیل اہم نکات کوبنیادی وجوہات قراردے سکتے ہیں۔

"اصول کفو "سے انحراف

قانون اسلامی میں اصول کفوکے ذریعے عقدنکاح منتظم و مستحکم کیا گیا۔جس کے مختلف پہلوؤں کوملحوظ خاطر رکھ کرمقاصد نکاح کو بھرپور اندازمیں کیا جاسکتا ہے۔

1ابوالاعلیٰ مودودی، حقوق زوجین،(لاہور،اسلامک پبلیکیشنزلمیٹیڈ طبع اول۱۹۹۱)ص

" الکفاءة لغةً المماثلة والمساوات، والکُفوُ: النظیر والمساوِی۔ ومنه الکفاء ئه فِی النکاح، وهوان یکون الزوج مساویاللمراة. فِی حسبها و دینها ونسبهاوبیتهاوغیرذلئک۔ (1)

ترجمہ: کفائیت کا معنی مماثلت اورمساوات ہے۔اور انکُف کا معنی نظیر و مساوی کا بھی ہے اور اسی سےکفائیت فی ا لنکاح بھی ہےکہ خاوندعورت کے حسب ،دین،نسب،گھر اور دیگر اشیاء میں ہم پلہ ہوں۔

"وقال الحنفیته:العرب بعضهم أکفاء لبعض بالنص،ولاتکون العرب کفاً لقریش ، لفضیلةقریش علی سائزالعرب، والموالِی بعضهم اکفاء لبعض بالنص، ولا تکون ا لمولِی اکفاء للعرب، لفضل العرب علی العجم، وکذالک قال الشافعی" (2)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کا فرمان ہے کہ کے نفصِ کی رو سے عرب عرب کا کفوہیں، لیکن ایک عامی عرب قریش کا کفونہیں ہو سکتا کیونکہ تمام عرب پر قریش کی فضیلت ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"الْکَفَاءَةُ تُعْتَبَرُ فِي أَشْيَاءَ (مِنْهَا النَّسَبُ)...(وَمِنْهَا إسْلَامُ الْآبَاءِ)... (وَمِنْهَاالْحُرِّيَّةُ)...(وَمِنْهَا الْکَفَاءَةُفِي الْمَالِ)...(وَمِنْهَا الدِّيَانَةُ)... (وَمِنْهَا الْحِرْفَةُ)"(3)

مذکورہ بالا کلام کے مفہوم کو مفتی محمد امجد علی اعظمی بہار شریعت میں بیان فرماتے ہیں کہ کفو کے یہ معنی ہیں کہ مرد عورت سے نسب وغیرہ میں اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح، عورت کے اولیاء کے لیے باعث ِ ننگ وعار ہو،کفاءت صرف مرد کی جانب سے معتبر ہے عورت اگرچہ کم درجہ کی ہو اس کا اعتبار نہیں۔

1۔ محمّد بن مکرم ابن منظور ،لسان العرب،(بیروت: دار صادر طبع اول،۱۹۹۸

2۔ الدکتور وهبه الزحیلی،الفقه الاسلامی و ادلّته(بیروت، دار طبع اول،۱۹۹۷)

کفاء ت میں چھ چیزوں کا اعتبار ہے۔#(1)نسب (2) اسلام (3) حرفہ (پیشہ) (4) حریت (آزاد ہونا) (5) دیانت (6) مال

-الْكَفَاءَةُ لُغَةً: الْمُمَاثَلَةُ وَالْمُسَاوَاةُ، يُقَال: كَافَأَ فُلاَنٌ فُلاَنًا مُكَافَأَةً وَكِفَاءً وَهَذَا كِفَاءُ هَذَا وَكُفْؤُهُ: أَيْ مِثْلُهُ، يَكُونُ هَذَا فِي كُل شَيْءٍ، وَفُلاَنٌ كُفْءُ فُلاَنَةَ: إِذَا كَانَ يَصْلُحُ بَعْلاً لَهَا، وَالْجَمْعُ أَكْفَاءٌ... فَفِي النِّكَاحِ: عَرَّفَهَا الْحَنَفِيَّةُ بِأَنَّهَا مُسَاوَاةٌ مَخْصُوصَةٌ بَيْنَ الرَّجُل وَالْمَرْأَةِ

ترجمہ:کفوکا معنی ہے: ہم سر، ہم پلہ، برابر ہونا۔ انسانی عقل کا تقاضا اور تجربہ یہ ہے کہ اگر شوہر نسب، دین داری، شرافت، پیشے اور مال داری میں بیوی کے ہم پلہ یا اس سے بڑھ کر نہ ہو تو عموماً نکاح کے حقیقی مصالح و دیرپا مقاصد کا حصول مشکل ہوجاتا ہے، بیوی کے اولیاء کے لیے بھی اس میں عار ہوتی ہے اور بسا اوقات اس کے برعکس شوہر کو ساری زندگی جھک کر رہنا پڑتا ہے؛ اس لیے شریعت نے فطری جذبے کا لحاظ رکھتے ہوئے کچھ بنیادی اوراہم باتوں میں جانبین سے برابری کو ملحوظ رکھاہے۔[1]

اگرلڑکااورلڑکی نسب، مال ،دِین داری ،شرافت اورپیشے میں ایک دوسرے کے ہم پلہ ہوں تویہ دونوں ایک دوسرے کے ”کفو“ قرار پائیں گے، ان کا باہمی رضامندی کے ساتھ نکاح درست ہے۔اور اگر لڑکا اور لڑکی کے درمیان مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق برابری نہ ہو تو اسے ان دونوں کا آپس میں ”غیر کفو“ (یعنی ہم پلہ نہ) ہونا قرار دیا جائے گا۔اگر ولی(والد یا دادا وغیرہ) اور عورت اس رشتے پر راضی ہوں خواہ وہ رشتہ ہم سر نہ ہو تو بھی نکاح جائز ہے۔اور اگر عورت اولیاء کی اجازت و رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلے تو اولاد پیدا ہونے سے پہلے تک اولیاء کو یہ نکاح فسخ کرانے کا حق ہوتا ہے۔[(2)]

---

1. زین الدین بن ابراہیم ، **البحر الرائق شرح کنز الدقائق** ،(القاہرة، دار الكتاب الإسلامي ، ١٩٩٩ء)ص٨٩
2. مُحَمَّد بن عبد الله المالکی الخرشی، **شرح مختصر خليل للخرشي**،(القاهره :دار الحديث ، القاهرة،٢٠٠۴)١٩٧

"عدم کفو" کورٹ میرج کا جزولاینفک ہے۔جو مختلف پہلوؤں سے زوجین کو طویل بندھن سے کوسوں دور لے جاتاہے۔ یہی کشمکش باہمی نفرتوں کو جنم دیتی ہے۔ بالآخر انتہائی اقدام"طلاق" کا موجب بن جاتی ہے۔(1) جبکہ "اصول کفو"کی رعایت کرتے ہوئے عام طریقہ ازدواج مختلف خاندانوں کو قریب لانے اور زوجین کو بھرپور زندگی گزارنے کا باعث بنتا ہے۔

خاندانی چپقلش وعداوت

"کورٹ میرج"زوجین کے خاندانوں میں چپقلش وعداوت کا باعث بنتی ہے۔جس کی وجہ سے باہمی لڑائی سے بڑھ کر قتل و غارت کے واقعات روزمرہ معمولات زندگی کا حصہ ہیں۔یہی باہمی رقابت اور خدشات ایسی فضا پیدا کرتے ہیں جوزوجین کے مابین جدائی (طلاق) کی صورت میں منتج ہوتے ہیں۔(2)

عمومی مشاہدے کے مطابق کورٹ میرج کے بعد ایک مرد کو یا تو عورت کے اعزہ واقارب قتل کردیتے ہیں یا پھر پوری زندگی بدامنی میں گزار کر کسی موڑ پر انتہائی انجام کے لیے مُنتظر رہتا ہے۔

ایسی مسموم فضا سے ایک مرد رستگاری حاصل کرنے کے لئے طلاق کا سہارا لیتا ہے۔اور ہمیشہ کے لئے کورٹ میرج کے بندھن سے چھٹکارا پانے کے لئے خاندانی عداوت بھی کورٹ میرج میں طلاق کے رجحان کا ایک بہت بڑا عامل ہے۔

قانون سے لاعلمی

اگر پاکستان کی دو سو ملین عوام سے طلاق کے متعلق قانون کے بارے میں پوچھا جائے، تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اکثر لوگ اس قانون سے ہی ناواقف ہیں جو ان کے فیملی یونٹ کو ٹوٹنے سے بچاسکتا ہے، جو ان کے ہنستے بستے گھروں کو

۱۔شمس الدین عبدالرحمن حنبلی ،الشرح ، **الشرح الکبیر علی متن المقنع**، (القاہرة ،دار الکتاب العربي للنشر والتوزیع،۲۰۱۴ء)۵: ۵۲

2 Qurashi,M.A"Muslim Law of Marriage and divorce &Maintenance" (FWD)Diwan,Pas, (New Delhi:Deep&Publication, Rajori Garsen,1992) p.56

اجڑنے سے بچنے کا آخری موقع فراہم کرتا ہے، جو انہیں جلد بازی و غصے کے فیصلوں سے نکال کر، صبر و تحمل اور مل بیٹھ کر سوچنے کا وقت دیتا ہے، جو انہیں اس جائز کام سے روکتا ہے جو خداتعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔[1]

دفعہ 7 مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کے تحت طلاق کے طریقہ کار کو وضع کرتے ہوئے یہ بتاتا ہے کہ جب بھی کوئی پاکستانی مسلمان طلاق دینا چاہے گا وہ سیکشن سات میں بیان کردہ ہدایات پر عمل پیرا ہونے کا قانونی طور پر پابند ہوگا۔ اس سیکشن کے تحت شوہر طلاق کا تحریری نوٹس متعلقہ یونین کونسل کے چیئرمین کو بھجوائے گا۔ نوٹس ملنے کے تیس دن کے اندر چیئرمین ثالثی کونسل بنا کر دونوں فریقین کو صلح و مفاہمت کا موقع دے گا۔ ناکامی کی صورت میں 90 دن کے بعد طلاق موثر سرٹیفکیٹ جاری کیا جائے گا۔جبکہ ویسٹ پاکستان فیملی کورٹس ایکٹ 1964 کی دفعہ 21 (b) تنسیخ نکاح کی ڈگری کی صورت میں فیملی کورٹ ڈگری کی اطلاع یونین کونسل کو دیگی۔جو 90 دن بعد طلاق موثر سرٹیفیکٹ جاری کریگی۔[2]

اس سیکشن کی عوام میں بھرپور آگاہی اور اس پر سختی سے عملدرآمد کر کے سینکڑوں خاندانوں کو ذلت و رسوائی سے بچایا جا سکتا ہے لیکن عموماً لوگ بیک وقت تین طلاقیں جاری کر دیتے ہیں جس کے بعد صلح یا رجوع کے امکانات معدوم ہوتے چلے جاتے ہیں

۲۰۰۱ میں مسلم فیملی کورٹ ایکٹ ۱۹۶۴ کے سیکشن دس دفعہ پانچ کی ترمیم کے بعد خلع کے ذریعے طلاق کا عمل آسان ہونے کے باعث شرح طلاق میں اضافہ ہوا ہے۔ ان تبدیلیوں کی وجہ، عورتوں کو فوری انصاف کی فراہمی قرار دیا گیا۔ ہمیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ بعض اوقات طلاق کے بنا کوئی چارہ نہیں ہوتا اور عورتیں انتہائی مشکل حالات سے دوچار ہوتی ہیں اور مرد اُن کو

---

1. سليمان بن الاشعث، **سنن أبي داود**، (بيروت، المكتبة العصرية، ۲۰۰۹ء)ص ۲۳۰
2. مسلم فیملی لاء آرڈیننس 1961 سیکشن (7)

طلاق نہیں دیتے بلکہ ان کی زندگی سولی پر لٹکا رکھتے ہیں- جس کی وجہ سے نہ وہ اپنے گھر رہ سکتی ہیں اور نہ یہ دوسری شادی کر کے اپنا گھر بسا سکتی ہیں اس وجہ سے ایک بھرپور اور طویل جدوجہد کے بعد فیملی ایکٹ میں ترامیم کی گئی ہیں- اس طرح کے کمیسز میں تو اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ آئینی ترمیم بہتر ہے لیکن مجموعی طور پر فوری انصاف کے نام پر جس طرح لاکھوں گھرانے طلاق سے متاثر ہو رہے ہیں اس کی بہتر پیش بندی کے لئے حکومت کو اس کا حل کرنا چاہیئے اور پارلیمنٹ کے نمائندوں کو نالیوں گلیوں کے جھوٹے فریبی وعدوں کی بجائے پارلیمان کا اصل کام یعنی موٴثر قانون سازی کرکے معاشرے کو ایسے سانحات سے محفوظ کرنے کی ترکیب و تدبیر کرنی چاہیئے-

موجودہ فیملی ایکٹ کے تحت اگر کوئی عورت صرف یہ کہہ دے کہ وہ طلاق چاہتی ہے تو بغیر کسی شہادت کے صرف اس کے انکار پر عدالت طلاق جاری کر دیتی ہے- یعنی عورت کا ایک انکار موجودہ قانونی نظام میں طلاق کے لئے کافی ہے- ایک اسلامی ریاست ہونے کے باوجود ہمارے ہاں فرسودہ ''اینگلو سیکسن لاٴ'' پریکٹس کیا جاتا ہے- ''اینگلو سیکسن لاٴ'' کی بہت سی خرابیاں ہیں،[1] اِس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر یہ (یعنی اینگلو سیکسن لاٴ) انصاف کرے تو قانون قتل ہوتا ہے اور اگر اس کے برعکس یہ قانونی تقاضے پورے کرے تو انصاف قتل ہو جاتا ہے- ہمیں ایسے مدبرین اور بلند پایہ مفکرین کی ضرورت ہے جو ہماری معاشرتی روایات و اقدار سے ہم آہنگ جدید قانونی نظام تشکیل دے سکیں جو قرآن و سُنّت کے مطابق ہو-

معاشرتی دباؤکا اثر

پاکستان مسلم معاشرہ میں شادی کا بندھن ایک مخصوص طریقہ کار پابندہے۔ اسی عمومی رویے کے مطابق زوجین میں عقدنکاح سے خاندان پروان چڑھتے ہیں۔ان معاشرتی اصولوں سے انحراف"کورٹ میرج" کی صورت میں برداشت نہیں

---

1 Madani, Ashiq Elahi,"A Gift for Muslim Woman"(tr) Rizwani, shakir and Hussain, Raiz (Lahore:Adara-e-islamiat,1999),P.357

کیا جاتا۔ جسے ہر فرد برُا سمجھتا ہے۔یہی افراد جب معاشرے میں اجتماعی رویہ اپناتے ہیں تو زوجین میں سے ہر ایک پر دباؤ پڑتا ہے جسے تاب نہ لاتے ہوئے دل برداشتہ ہو کر یا تو مرد طلاق کا اختیار استعمال کرتا ہے یا پھر خاتون "حقِ خلع" کا استعمال کرتی ہے۔[1]

2002 میں مسلم فیملی کورٹ ایکٹ 5(10)کی ترمیم کے بعد خلع کے ذریعے طلاق کا عمل آسان ہوا ہے۔

پسماندہ معاشروں کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ اہم مسائل پر گھسے پٹے انداز میں ایک ہی طرح کی باتیں اتنی بار دہرائی جاتی ہیں کہ پورا مسئلہ چند رٹے رٹائے مفروضوں کی نذر ہوجاتا ہے۔گزشتہ سو سال سے گویا ہمارا واحد مسئلہ مروجہ خاندانی ڈھانچوں کا تحفظ ہے۔سماجی تبدیلی کی کوئی کروٹ ہو، انسانی فکر کسی نئی علمی جہت کا سراغ لگائے یا میدان سیاست میں کوئی نیا مرحلہ درپیش ہو، ہمارا ردعمل ہر صورت میں ایک سا رہتا ہے، آنکھیں بند کر کے شور مچانا کہ ہمارا خاندانی نظام، معاشرتی ڈھانچہ اور اخلاقی اقدار خطرے سے دوچار ہیں۔آئے روز بالغ اور تعلیم یافتہ نوجوان اپنی مرضی سے ازدواجی بندھن استوار کرنے کے جرم میں عدالتوں کے چکر کاٹتے نظر آتے ہیں۔[2]

حالیہ برسوں میں ایسے متعدد واقعات پیش آئے ہیں جن کے ردِ عمل میں مختلف مذہبی تنظیموں اور سیاسی جماعتوں نے گوناگوں مفادات کے پیش نظر باقاعدہ مہم چلائی کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے ذریعے خاندانی نظام تباہ کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ سو سال سے گویا ہمارا واحد مسئلہ مروجہ خاندانی ڈھانچوں کا تحفظ ہے۔سماجی

---

1 “A Synthsis of Reports of Commission /Committee on the States of Woman” (Islamabad: Government of Pakistan, Ministry of woman Development social welfare &Special education,24 Dec 2013)P.19

2۔ محمود، طاہر، **مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کا مسئلہ**،(نئی دہلی، جامعیہ ملیہ اسلامیہ، ذاکر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز۔۲۰۰۷ء۔)۱۱۸

تبدیلی کی کوئی کروٹ ہو، انسانی فکر کسی نئی علمی جہت کا سراغ لگائے یا میدان سیاست میں کوئی نیا مرحلہ درپیش ہو، ہمارا ردعمل ہر صورت میں ایک سا رہتا ہے، آنکھیں بند کر کے شور مچانا کہ ہمارا خاندانی نظام، معاشرتی ڈھانچہ اور اخلاقی اقدار خطرے سے دوچار ہیں۔اس طرح معاشرتی دباؤ کورٹ میرج کے ذریعے قائم رشتہ نکاح میں دراڑ کا باعث بنتا ہے۔اور جو بالآخر زوجین میں جدائی کا باعث بنتا ہے۔

تربیت کا فقدان

تربیت کی کمی پاکستانی معاشرے کا ایک بہت بڑا المیہ ہے جس کے باعث بہت سی خرابیوں کے ساتھ ساتھ معاشرے میں طلاق کی شرح میں اضافہ بھی ہو رہا ہے- اکثر والدین یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اولاد بہت اچھے عادات اور اطوار کی مالک ہے اور یہ تمام خاندانی مسائل اور نزاکتوں سے واقف ہیں- اس خوش فہمی کی وجہ سے وہ اپنے بچوں کے ساتھ ان موضوعات پر زیادہ گفتگو نہیں کرتے جن سے خاندانی مسائل کا حل ممکن ہو سکے- اس کے ساتھ ساتھ جنریشن گیپ بھی ایک بڑی وجہ ہے جو کہ اچھی تربیت کرنے میں رکاوٹ کا باعث ہے- جس کی وجہ سے والدین اور بچوں میں زیادہ گفتگو نہیں ہوتی- ہمارے معاشرے میں عموماً والدین کے ساتھ اور خصوصاً والد کے ساتھ بچوں کی برائے نام گفتگو ہوتی ہے- جس کی وجہ سے اہم اور نازک مسائل پر بچے اور والدین دونوں کھل کر اپنی آراء کا اظہار نہیں کر سکتے اور اس طرح بچے تربیتی کمی کا شکار ہو جاتے ہیں-[(1)] اس طرح عموماً بچوں میں صبر اور برداشت کی کمی پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنی رائے کا آزادانہ اظہار نہیں کر سکتے اور کسی دوسرے کی رائے کو اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے- یہ رویہ ان کے ذہنوں میں دائمی صورت اختیار کر جاتا ہے لہٰذا ان میں کسی کی بات کو برداشت کرنے کا حوصلہ کم ہو جاتا ہے اور جب وہ بچے بلوغت کے بعد شادی کی عمر کو پہنچتے ہیں تو اپنے رویے میں اس قدر پختہ ہو چکے ہوتے

---

1. Lansford, Trajectories of internalizing, externalizing, and grades for children who have and have not experienced their parents' divorce or separation, 292.

ہیں کہ ان کا تبدیل ہونا انتہائی مشکل ہوتا ہے اور شادی کے بعد اس برداشت کی کمی اور صبر کے فقدان کی وجہ سے وہ اپنے ہی ہاتھوں اپنی زندگیوں کو تباہ کر بیٹھتے ہیں۔

اگر بچپن سے بچوں کی مناسب انداز میں تربیت کی جائے اور ان میں رشتوں کی اہمیت، احترام اور تقدس کا شعور پیدا کیا جائے اور رشتوں میں اُن کی ذِمہ داریوں کا احساس دلایا جائے تو قوی اُمید ہے کہ بڑھے ہوکر ان میں رشتوں کو موثر اور اچھے انداز میں نبھانے کی صلاحیت زیادہ ہوگی اور رشتوں کے احترام اور اُن کے نبھانے میں اپنی ذِمہ داریوں کے احساس کے باعث صبر اور برداشت کے جذبہ سے گھرانہ محبت اور سکون کا مرکز بن سکے گا- بچپن میں مناسب تربیت کے باعث آنا پرستی کا بھی خاتمہ ممکن ہے اور غلطی کی صورت میں معذرت کرنے اور معاف کرنے کا حوصلہ بھی پیدا ہوگا-[1] بزرگانِ دین آولیا اللہ کی بے شمار حکایات اور ارشادات موجود ہیں جن میں وہ ہمیشہ یہ تلقین کرتے تھے کہ معذرت کرنے میں بھی اور معاف کرنے میں بھی، دونوں میں پہل کرنی چاہیئے۔

اسی طرح اگر بچیوں کی تربیت اس نہج پر کی جائے کہ وہ پروفیشنل تعلیم کے ساتھ ساتھ اُمورِ خانہ داری میں بھی ماہر ہوں اور ان کی زبان بے قابو نہ ہو بلکہ وہ کچھ کہنے سے پہلے سوچ لیا کریں کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے اور ان کے اثرات ہماری زندگی پر کیا پڑیں گے تو اس بات کا احساس بہت سے گھر اُجڑنے سے بچا سکتا ہے- مناسب تربیت کی وجہ سے بچیوں کی توقعات بہت زیادہ نہیں بڑھتیں اور وہ اپنے گھر کے ماحول اور حالات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتی ہیں- جس سے ان کے اس ایثار کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے- اسی طرح بچیوں کی تربیت کے سلسلے میں ان کے سامنے حضرت خدیجہ ، حضرت عائشہ صدیقہ اور سب سے بڑھ کر حضرت فاطمۃ الزہرا کی زندگی بطور نمونہ پیش کرنا ہوگا-[2]

---

1. محمّد بن علی شوکانی ، **نیل الأوطار**(مصر، دار الحدیث، ۱۹۹۳)ص۸۵
2. ابن القیم الجوزی ،**تھذیب السنن** ، (بیروت، دار المعرفة، طبع اول،۱۹۹۱)ص۳۲۵

میڈیا کا منفی کردار

میڈیا کا کردار کسی بھی ملک کے بگاڑ یا سنوارنے میں اہم ہوتا ہے یا یوں کہہ لیں کہ اس کے ہماری زندگی پر بہت سے مثبت اور منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔آج کے دور میں سوشل میڈیا زندگی کا اہم ترین حصہ بنتا جا رہا ہے۔کسی بھی ملک کا میڈیا اس ملک کے معاشرے کی اصلاح کرتا ہے۔اس کے بناءکسی بھی ملک سے روابط نہ ممکن سے ہوگئے ہیں۔میڈیا کے ذریعے ہم کسی بھی ملک کے حالات کو یکسر تبدیل کر سکتے ہیں اور اس کے صحیح استعمال سے ہم معاشرے میں بہتری لا سکتے ہیں لیکن میڈیا کی طاقت کا غلط استعمال کسی بھی ملک کے حالات اور نظام کو درہم برہم کرسکتے ہیں۔ میڈیا ایک طاقت ہے اور اس طاقت کو لوگوں میں شعور بیدار کرنے کے لئے استعمال کیا جائے نا کہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کیا جائے۔Rideout, Foehr, & Roberts نے اپنے آرٹیکل میں میڈیا کی طاقت پر لکھا ہے:

With the proliferation of new ways to consume TV content, this medium continues to be the leading choice for young people to spend their time with, averaging a total of four and a half hours a day (Rideout, Foehr, & Roberts, 2010, pp. 11-15). It is interesting that despite the development of numerous new media technologies, television consumption continues to be the favorite media activity and the medium they spend the most time with (Rideout, Foehr, & Roberts, 2010, pp.11-15).[1]

پاکستان میں طلاقوں کی سب سے بڑ ی وجہ ہمارا میڈیا کا منفی کردار بھی ہے۔ میڈیا کا اس میں بہت اہم رول ہے ہمارا میڈیا آج کل اس طرح کے پروگرامز اور ڈرامے پیش کرتا ہے۔جس میں ایک لڑکی کو دکھایا جاتا ہے کہ وہ ساس سے بھی بدتمیزی کر رہی ہے اپنے میاں کے سامنے بھی اونچی آواز میں بات کر رہی ہے اور اپنی نند سے بھی بھرپور مقابلہ کرتی ہے اس کے ایساکرنے کو مثبت

---

1 Rideout, V., Foehr, U., & Roberts, D. (2010). Generation M2: Media in the lives of 8- to 18-year-olds: A Kaiser Family Foundation study. Menlo Park, CA: Henry J. Kaiser Family Foundation. Retrieved from: http://www.kff.org/ entmedia/upload/8010.pdf

انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ یہ عورت اپنے حق کیلئے لڑ رہی ہے نہ کہ ایک روائتی عورت کی طرح اپنے سسرال کا ظلم و ستم برداشت کرے۔جو لڑکی اس طرح کا ڈرامہ دیکھے گی اس کے ذہن میں اس کے بہت گہرے اثرات مرتب ہونگے اور ایسا ہی ہوتا ہے جب وہی لڑکی بہو بنتی ہے تو جو اس نے ڈرامے میں دیکھا ہوتا ہے وہی رول ادا کرنے کی کوشش کرتی ہے جس میں وہ بری طرح ناکام ہوتی ہے کیونکہ ایک ڈرامہ اور ایک حقیقت میں زمیں آسماں کا فرق ہے اس ڈرامے سکرپٹ پہلے ہی لکھا جا چکا تھا لیکن جو رول یہ ادا کر رہی ہے اس کا سکرپٹ ابھی لکھا جائے گا اس کے ایسے رویے سے بجائے حالات ٹھیک ہونے کے بگڑ جاتے ہیں او ر نوبت طلاق تک آجاتی ہے اسی طرح میڈیا پر آئے دن پر عورتوں کے حقوق پر بے شمار پروگرامز نشر ہوتے ہیں جن میں عورت کو مظلوم بنا کر پیش کیا جاتا ہے وہی روائتی باتیں کر کے ایک جوانی کی دہلیز م یں قدم رکھنے والی لڑکی کا اچھا خاصا دماغ کر دیا جاتا ہے جو کہ موجودہ دور میں طلاقوں کی بہت بڑی وجہ بن رہی ہیں۔

نکاح مرد و زن کے درمیان جائز تعلقات کی استواری کا وہ واحد ذریعہ ہے؛ جس پر نسل و نسب کی حفاظت موقوف ہے۔نکاح کوئی وقتی اور عارضی رشتہ نہیں؛بلکہ ایک پائیدار معاہدہ ہے، جس کے ان گنت منافع قرآن وحدیث میں بیان کیے گئے ہیں۔مثلاً نکاح کے بعد زوجین عفت و پاک دامنی والی زندگی گزارتے ہیں، بدنگاہی و زناکاری جیسے کبیرہ گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں،جنسی تسکین کے ساتھ ساتھ ذہنی و قلبی اطمینان حاصل کرتے ہیں۔پھر اسی نکاح کے ذریعہ نیک و صالح اولاد وجود میں آتی ہے جو والدین کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ثابت ہوتی ہے وغیرہ۔نکاح کی اسی اہمیت کے پیش نظرسرکار دوعالم ﷺ نےاسے نہ صرف اپنی سنت قراردیا؛ بلکہ پچھلے تمام انبیاء کی سنت بتلایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ نکاح ،تکمیل ایمان کا سبب ہے اور شرم گاہ کی حفاظت، جنت کی

ضمانت ہے۔اس کے برعکس طلاق کے سلسلہ میں فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے نزدیک مبغوض ترین مباحات میں سے ہے۔[1]

مولانا اشرف علی تھانویؒ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ طلاق ضرورت کے تحت جائز رکھی گئی ہے، بغیر ضرورت طلاق دینا بہت بری بات ہے؛ اس لیے کہ نکاح تو آپس میں الفت ومحبت اور میاں بیوی کی راحت کے لیے ہوتا ہے اور طلاق سے ان نیک مقاصد کا راستہ بند ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہوتی ہے، دونوں کو پریشانی ہوتی ہے، آپس میں دشمنی ہوتی ہے، نیز اس کی وجہ سے بیوی کے رشتہ داروں سے بھی دشمنی پیدا ہوجاتی ہے، جہاں تک ہوسکے ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے، میاں بیوی کو ایک دوسرے کو برداشت کرنا چاہیے اور پیار ومحبت سے رہنا چاہیے۔[2] یہی وجہ ہے کہ نزاع و اختلاف اور نشوز و نافرمانی کی صورت میں زوجین کے درمیان مصالحت و مفاہمت ہی شریعت مطہرہ کی اولین ترجیح اور اہم ترین مطلوب ہے۔موجودہ حالات میں جب کہ تین طلاق کا قانون نافذ ہوچکاہے اور زیر التواء کئی ایک مقدموں کے علاوہ طلاق کے تازہ ترین واقعات بھی مسلسل رونما ہوتے جارہے ہیں؛اس لیےاس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ صرف مذمتی بیانات اور وقتی جوش و خروش کے بجائے طلاق کی اصل بنیاد اور اس کے اسباب و وجوہ پر روشنی ڈالی جائے ؛تاکہ اجتماعی طور پر ہمیں غور و فکر کا موقع ملے اور ٹھوس لائحۂ عمل کے ساتھ ہم میدان عمل میں اتر سکیں۔عاقدین سے رائے مشورہ طلب کرنے میں کوتاہی: نکاح کے معاملہ میں شریعت نے مردو عورت کو پسند اور ناپسند کا پورا اختیار دیا ہے۔پھر جہاں ایک طرف اس حساس ونازک مسئلہ میں والدین کو بے جا اصرار و سختی سے منع کیا ہے۔وہیں دوسری طرف لڑکے اور لڑکی کو بھی ترغیب دی ہے کہ وہ والدین کی اجازت و اعتماد کے بغیرکوئی قدم نہ اٹھائیں۔

اس معتدل تعلیم کے برعکس ہمارے معاشرے میں بہت سے گھرانے ایسے ہیں جہاں والدین اور دیگر قریبی رشتہ دار ہی لڑکے یا لڑکی کو پسند کرنے میں نہ

1۔ابوالاعلیٰ مودودی، **حقوق زوجین**،(لاہور،اسلامک پبلیکیشنزلمیٹیڈ طبع اول ۱۹۹۱)ص

2۔اشرف علی تھانوی، **بہشتی زیور**(لاہور: اسلامیات پبلشرز،، ۲۰۰۸)۴۹

صرف کلیدی؛بلکہ کلی اختیار رکھتے ہیں اور اصل عاقدین سے استصواب اور مشاورت بھی ضروری نہیں سمجھتے یا برائے نام سرسری ذکر پر اکتفا کرتے ہیں یا پھر بچپن میں کیے گئےاپنے معاہدے کی دہائی دیتے ہیں؛ جس کا بعد میں چل کر بھاری نقصان اٹھانا پڑتا ہےاور اختلاف و ناچاقی کے بعدطلاق تک کی نوبت آجاتی ہے۔ایسے مواقع پر توشریعت مطہرہ نے ایک نظر دیکھنے کی بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے؛بلکہ اس عمل کو زوجین کے درمیان موافقت وہم آہنگی کا سبب بتلایا ہے۔حضرت مغیرہ بن شعبہ رضي الله تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے منگنی کی تورسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے :کیا تم نے اسے دیکھا ہے ؟ میں نے نفی میں جواب دیا تونبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے :جاؤ اسے جاکر دیکھوکیونکہ ایسا کرنا تم دونوں کے مابین زیادہ استقرار کا باعث بنے گا۔ایک روایت میں یہ صراحت بھی ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں ، انہوں نے ایسا ہی کیا ، راوی کہتے ہیں کہ اس سے شادی کرلی اوراس عورت کی موافقت کا بھی ذکر کیا۔[1]

معلوم ہوا کہ اولیاء وسرپرستان لڑکے اور لڑکی کی پسند کا خیال کرتے ہوئے ان کے اطمینان کے بعد ہی بات کو آگے بڑھائیں ورنہ جلدا جلدی میں لیا گیا ایک فیصلہ پورا گھر اور خاندان اجاڑسکتاہے۔حیثیت و کفائت کی عدم رعایت :شادی بیاہ کے موقع پر باہمی یگانگت، برابری اور کفو کا بھی شریعت نےاعتبار کیا ہے؛کیوں کہ میاں بیوی کے درمیان فکر وخیال، معاشرت، طرز رہائش اور دینداری وغیرہ میں یکسانیت یا قربت ہونے کی صورت میں اس کی زیادہ امید ہوتی ہے کہ دونوں کی ازدواجی زندگی خوشگوار گزرے اور رشتۂ نکاح مستحکم ہو۔بے جوڑ نکاح عموماً ناکام رہتے ہیں اور اس ناکامی کے برے اثرات ان دونوں تک محدود نہیں رہتے؛بلکہ ہنستے بولتے کئی گھرانے متاثر ہوجاتے ہیں۔اس لیے احکام نکاح میں شریعت نے کفائت کی رعایت کی ہے۔احناف کے نزدیک نکاح میں کفائت کا اعتبار نسب، نسل، اسلام، آزادی، مال ودولت، دیانت اور پیشہ میں ہے۔[2] یعنی زوجین کے درمیان

---

1 محمد بن يزيد ابن ماجه ، **السنن** ، (بيروت: دار الكتب العلمية، طبع اول،١٩٩١)٢٢٧

2۔ اورنگزیب لجنۃ العلماء، **فتاوی عالمگیری**،اسلامک پبلیکیشنزلمیٹیڈ،لاہور،٢٠٠٦ء)٦٨

ذات برادری، دینداری، مالداری، آزادی اور پیشہ وغیرہ میں یکسانیت ہونی چاہیے؛ تاکہ نکاح کا مقصد پورا ہوسکے۔اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”تم صرف کفو والی عورتوں سے نکاح کرو“۔[1]

اس وقت نکاح کے لیےطرفین کی جانب سے اونچے گھر،مال و جائیداد کی کثرت اور دیگر دنیوی ساز و سامان کو معیار بنالیاگیا؛جب کہ آپ ﷺ نے دین داری اور اچھے اخلاق کو معیار بنانے کا حکم دیا۔

والدین یا سرپرستوں کا ناروا تسلط

اللہ رب العزت نے آسمانوں پر سب سے پہلا رشتہ شوہر و بیوی کا بنایا پھر ان کے درمیان اپنی جانب سے محبت و مودت ڈال دی اور اس کو قدرت کی ایک بڑی نشانی قرار دیا؛یہی وجہ ہے کہ عام طور پر زوجین کے درمیان نزاع و اختلاف اسی وقت دیکھنے میں آتا ہے جب کوئی تیسرا شخص درمیان میں دخل اندازی کرتا ہے یا زبان درازی اور چغل خوری کے ذریعہ معاملہ کو خراب کرنے لگتا ہے۔جوائنٹ فیملی میں بہ کثرت ایسا ہوتا ہے کہ باضابطہ خوف وہراس کا ماحول بنایا جاتا ہے، میاں بیوی کے جائز جذبات و احساسات کو یکسر نظرانداز کردیا جاتا ہے اور خاندانی روایات کی پیروی کو شریعت سے بھی زیادہ اہمیت دی جاتی ہے؛ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زوجین میں اتحاد باقی نہیں رہتا،شوہر یک طرفہ اپنے والدین کی سنتا ہے تو بیوی ناراض ہوجاتی ہے اورصرف بیوی کی سنتا ہے تو والدین کا نافرمان قرار پاتا ہے؛یہیں سے اختلاف و نزاع شروع ہوتا ہے اور بات طلاق تک پہونچ جاتی ہے۔بہ غور دیکھا جائے تو شرح طلاق میں اضافے کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے۔

اس سلسلہ میں بعض بزرگان دین کا یہ تجربہ بھی بہت مفید ہے کہ نکاح کے بعد کچھ ماہ نوبیاہی جوڑے کو ساتھ رکھا جائے،اس دوران ان کی مناسب تربیت کی جائے پھر ان کا سنسار الگ کردیا جائے؛تاکہ وہ خود اپنے سیاہ و سفید کے مالک ہوجائیں۔ بہ صورت دیگر سرپرستان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اوپر عائد ہونے

1۔ابن کثیر،**کتاب النکاح**، (بیروت، دارقطنی، 2011 ء)ص٣٦

والے حقوق تو برابر ادا کرتے رہیں، مگر بچوں کی حق تلفی اور کوتاہی کو نظرانداز کریں یا نصیحت وموعظت سے کام چلاتے رہیں۔بات بات پر گوش مالی اور زجر وتوبیخ ،طبیعت میں انقباض پیدا کرتی ہے ،جس کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے۔سوشل میڈیا کا غلط استعمال:خوش گوار ازدواجی زندگی کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک، ایسے کام سے مکمل اجتناب کریں جو اس محبت بھرے رشتہ کی دیواروں کو منہدم یا کمزور کردے۔اور ہر ایسے کام کو انجام دینے میں سبقت کریں جس سے اس رشتہ کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائیں۔(1)

یہ بات اپنی جگہ سچ ہے کہ آج سوشل میڈیا کی بدولت پوری دنیا ایک گاؤں کی شکل اختیار کرچکی ہے،ابلاغ و ترسیل کے ان گنت ذرائع عام ہوچکے ہیں، پل بھر میں نہ صرف اپنی آواز کروڑوں میل دور تک پہنچائی جاسکتی ہے؛بلکہ اپنی حرکات و سکنات سے مطلع بھی کیا جاسکتا ہے۔سوشل ویب سائٹس میں زیادہ تر لوگ فیس بک، ٹویٹر، یوٹیوب، گوگل پلس، انسٹا گرام اور واٹس ایپ وغیرہ استعمال کرتے ہیں؛جن میں حسب استعمال نفع و ضرر کے دونوں پہلو موجود ہیں۔مگر سنجیدگی کے ساتھ غور کیاجائے اور معاشرے کا بہ نظر غائر جائزہ لیاجائے تو شادی شدہ جوڑوں کےلیے سوشل میڈیا کا بہ کثرت استعمال سم قاتل سے کم نہیں۔نامحرموں سے چیٹنگ و گفتگو، اہل خانہ کےلیےعدیم الفرصتی کا بہانہ،درون خانہ بھی اپنی ہی مصروفیات یا لغویات میں انہماک وغیرہ ایسے امور ہیں جن کا نتیجہ طلاق و خلع کی شکل میں ظاہر ہورہاہے۔[2]آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ سوشل میڈیا کا بہ وقت ضرورت محدود استعمال ہو اور حرام و لایعنی امور سے کلی اجتناب کی کوشش کی جائے تاکہ ازدواجی زندگی کو بارونق بنایا جاسکے۔

1۔خان،احمد رضا **فتاویٰ رضویہ**(لاہور، مطبوعہ رضافاونڈیشن،2013ء)ص۹۱

2۔ Lansford, Trajectories of internalizing, externalizing, and grades for children who have and have not experienced their parents' divorce or separation, 292.

خاندانی مادی مفادات

اسلام نے خواتین کو سماجی، قانونی، معاشی اور سیاسی تناظر میں تمام بنیادی حقوق عطا کیے ہیں۔ ان میں زندگی کا حق، عزّت کا تحفّظ ، باپ، شوہر اور بیٹے کی طرف سے مکمل کفالت، تعلیم، کاروبار یا مال کمانے کا اختیار، جائیداد رکھنے، وراثت، رضامندی سے شادی، مہر، ناچاقی کی صُورت میں خلع، شوہر سے علیٰحدگی کی صُورت میں بچّوں کے اخراجات، مطلقہ یا بیوہ کے لیے دوسری شادی، آزادیٔ رائے کا اظہار، عبادات اور سماجی سرگرمیوں میں شمولیت جیسے حقوق شامل ہیں۔ گزشتہ تہذیبوں اور مذاہب میں حقِ وراثت کے حوالے سے مختلف رویّے یا طریقے رائج تھے۔ کہیں انتقال کر جانے والے کا مال ریاست کی ملکیت سمجھا جاتا، تو کسی نے اُسے خاندان کی مشترکہ جائیداد قرار دیا۔ نیز، مردوں، خصوصاً جنگوں میں لڑنے والوں یا پھر سب سے بڑے بیٹے ہی کو وراثت کا واحد حق دار تصوّر کیا جاتا تھا۔

اس کے برعکس، اسلام نے مرد اور عورت دونوں کا وراثت پر حق تسلیم کرتے ہوئے عورت کو بھی مختلف حیثیتوں میں منقولہ اور غیر منقولہ اموال و جائیداد میں حصّے دار ٹھہرایا۔ مرد و عورت، دونوں اپنے ورثا کے لیے مال چھوڑ سکتے ہیں اور دونوں ہی اپنے اقرباء کی وراثت سے حصّہ پانے کے حق دار ہیں۔ البتہ، جس طرح مختلف رشتے داروں کے لیے وراثت میں حصّوں کی مختلف صُورتیں ہوتی ہیں، اِسی طرح خاندانی نظام اور معاشرے میں ذمّے داریوں کی تفویض کے حوالے سے عورت کے لیے وراثت کا حصّہ بھی مردوں سے مختلف ہو سکتا ہے۔ ناقدین اسے خواتین سے امتیازی سلوک سمجھتے ہیں ،حالانکہ غیر جانب داری سے دیکھا جائے، تو یہ تقسیم انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔[1] قرآنِ حکیم میں وراثت کے بنیادی احکام سورۃ النساء کی آیات 7 تا 14 میں دیے گئے ہیں، جب کہ چند دیگر آیات میں بھی مزید معاملات کی وضاحت کی گئی ہے۔

1۔ مودودی ابوالاعلیٰ، **حقوق زوجین**، (لاہور، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ۲۰۱۵ء) ص ۷۹

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۠ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾[1]

ترجمہ: مردوں کا اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ دارو ں نے چھوڑا ہو تھوڑا ہو یہ بہت یہ حصہ مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے حق میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک مرد کا حصہ دوعورتوں کے برابر ہے۔

ہمارے مروجہ خاندانی نظام کی بنیاد دونکات یعنی جائیداد اور دیگر ملکیتی مفادات کا تحفظ نیز جسمانی تقاضوں کو جھٹلانے، دبانے اور چھپانے پر ہے۔ مروجہ خاندانی نظام میں پائی جانے والی بیشتر خرابیوں کی تہہ میں مالی مفادات کارفرما نظر آتے ہیں۔ ہمارے رسم و رواج مثلاً وٹہ سٹہ، بے جوڑ شادیاں، خاندان سے باہر شادی بیاہ سے گریز، لڑکیوں کو وراثت سے محروم کرنا، جہیز، ونی، وغیرہ کا بنیادی مقصد جائیداد اور دیگر ملکیتی مفادات ہی کا تحفظ ہے۔قریبی افراد خانہ میں جھگڑوں کی ایک اہم وجہ مالی ناآسودگی اور معاشی عدم تحفظ ہے۔[2]

کورٹ میرج کے ذریعے ایک خاتون کا اچانک کسی دوسرے خاندان میں منسلک ہونا مختلف قسم کے مادی مفادات پر قدغن کا باعث بنتا ہے۔اسلامی قانون وراثت میں ایک عورت مختلف حیثیتوں سے حق ملکیت رکھتی ہے۔عورت کے خاندان کے افراد اپنے مادی مفادات پر شرکت قبول نہیں کرتے۔اس طرح یہی مفادات ایسے بندھنوں پراثر انداز ہوتے ہیں اورزوجین کو تفریق پر مجبور کردیتے ہیں۔

ہمارے معاشرے کے عمومی مزاج میں ایک خاتون کو قریب رشتہ داروں میں عقدنکاح کے ذریعے منسلک کیا جاتاہے۔تاکہ مال اور جائیداد باہر کے

1۔(سورۃالنساء:۷ /۱۴)

2 ۔ الدکتور وھبہ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی و ادلّتہ**، (دمشق، دار الفکر، ۲۰۱۵ء)ص۱۳۴

خاندانوں میں منتقل نہ ہو۔[1] کورٹ میرج عمومی طورپرخاندانی رسم ورواج سے بغاوت پرہوتی ہے۔ خاندانی افراد کے باہمی مادی مفادات کورٹ میرج کو توڑنے کا بڑا ذریعہ بنتا ہے۔

1۔ A Synthsis of Reports of Commission /Committee on the States of Woman,15

تجزیہ

اس فصل میں ہم نے عدالتی شادی کے بعد طلاق کی وجوہات پر اہم نکات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ہمارے مشاہدہ میں معاشرے کے اندرکورٹ میرج بذات خود طلاق کی بنیادی وجوہات میں سے ایک وجہ بن کر سامنے آئی ہے۔ جس کے تحت ہم مختلف دیگروجوہات کوایک ایک کر کے واضح کر سکتے ہیں۔ بنیادی طور پر''اصول کفو ''سے انحراف، خاندانی چپقلش وعداوت، قانون سے علمی، معاشرتی دباؤکااثر، تربیت کا فقدان، میڈیا کا منفی کردار، والدین یا سرپرستوں کا ناروا تسلط، اورخاندانی مادی مفادات مجموعی طور پر ایسی وجوہات ہیں جوزوجین کے مابین جدائی (طلاق یا خلع) کی صورت میں منتج ہوتے ہیں۔ مزید سماجی رابطے کے ذرائع مواصلات بھی ایسے ازدواجی رشتوں پراثر اندازہوتے ہیں اورزوجین کو غلط فہمی، عدم اعتماد، عدم برداشت اور بلآخر تفریق پرمجبورکردیتے ہیں۔

فصل دوم

کورٹ میرج میں طلاق کے نقصانات

کورٹ میرج کے بعد طلاق کے جہاں عمومی نقصانات ہیں، وہاں اس مخصوص پہلوسے متعلق نقصانات زوجین کو برُی طرح متاثر کرتے ہیں۔فصل دوم میں ہم ان جملہ نقصانات کا احاطہ کریں گے۔جو زوجین کی انفرادی زندگی اور معاشرے کے اجتماعی رویوں پر دوررس اثرات چھوڑتے ہیں۔

اللہ کی ناراضگی مخصوص حکمتوں کے تحت طلاق کی مشروعیت پررسالتِ ماب ﷺ نے فرمایا۔

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ

اللہ کی حلال کردہ چیزوں میں اللہ کو طلاق سب سے زیادہ ناپسند ہے۔

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الجَنَّةِ

ترجمہ:جو عورت بلاوجہ خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔

مشروعیت طلاق دیگرمقاصدکے تحت ضروری تھی، جس کے ساتھ اسے "ابغض الحلال"قراردیا۔طلاق دی جاسکتی ہے لیکن یہ اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ عمل ہے۔حقوق العبادکے تناظرمیں ایک فرد(مردہوکہ عورت) اس جدائی(طلاق یا خلع) سے متاثرہوتاہے وہاں اصول، فروغ اور اطراف بھی بری طرح نقصان اٹھاتے ہیں۔یہ تمام اموراللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتے ہیں۔پاکستان کے عمومی معاشرتی نظام میں اپنے قریبی رشتہ داروں میں نکاح کے رشتے قائم ہوتے ہیں۔اگرزوجین میں سے کوئی طلاق کاباعث بنتا ہے۔جس پرواضح ہدایات ہادی برحق ﷺ نے دی ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " : إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الخَلْقَ، حَتَّى إِذَا] ص [6:فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ، قَالَتِ الرَّحِمُ :هَذَا مَقَامُ العَائِذِ بِكَ مِنَ القَطِيعَةِ، قَالَ : نَعَمْ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ :بَلَى يَا رَبِّ، قَالَ :فَهُوَ لَكِ " قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ} :فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ] {محمد: رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا، جب اللہ تعالیٰ مخلوق سے فارغ ہوا تو رحم مادر نے عرض کی یہ آپ سے قطع رحم سے پناہ مانگنے کی آن ہے۔فرمایا: ہاں کیا تو راضی ہے جو تیری وجہ سے جوڑے میں بھی اس سے جوڑوں اور جو توڑے میں تعلق توڑوں تو رحم مادر نے کہا کیوں نہیں یا رب۔ فرمایا پس ایسا ہی ہوگا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کی تصدیق میں پڑھ لو:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ﴾ (1)

ترجمہ: '' اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کردو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔'' (2)

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہوا کہ طلاق اللہ کریم سے قطع تعلقی اور ناراضگی کا باعث ہے۔جس سے بڑھ کر اور کوئی نقصان بندہ مومن کے لئے نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((أَبْغَضُ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ الْاِشْرَاکُ بِاللهِ، ثُمَّ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ))

اللہ کے ہاں سب سے برا عمل رب کائنات کے ساتھ شرک کرنا، پھر رشتہ داری توڑنا ہے۔(3)

---

1. ابن حجر عسقلانی، **فتح الباری شرح صحیح بخاری**، (بیروت، داراحیا إثرات العربی، ۲۰۱۳ء۔)۲۱۱
2. (سورۃ محمد: ۴۷)
3. محمد بن اسمعیل بخاري، ، **الجامع الصحيح** ، (بیروت، دار ابن کثیر الیمامة ،طبع الثالث۱۹۹۷)۱۷۷
4. امام ابن جریر طبری، **جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف تفسیر طبری**، (مصر، دار الفکر، 2009 ء)۱۳۴

عبداللہ مرعی لکھتے ہیں :

اسلام سے قبل اگر عورت اپنے خاوند سے آزادی کی طالب ہو تی تھی تو وہ نا جائز اور غلط طریقے اختیار کر نے پر مجبور ہوتی تھی ، خاوند کو اس پر کلّی اختیا ر حاصل تھا۔اور وہ بالکل اس کے تا بع فرمان تھی ، کیونکہ نہ ملکی قانون میں طلاق کی گنجائش تھی اور نہ مروجہ ضابطہ ہی اس کو اپنے ،خاوند سے علیحدگی کی اجا زت دیتا تھا۔اسلام نے عورت کو یہ حق بھی واضح اور غیر مبہم الفاظ میں عطا کیا گیا کہ وہ جب چا ہے اپنے اس حق کو استعمال کر سکے، بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر اس نے عورت کو یہ اختیار بھی دیا کہ اپنی مر ضی سے جس سے چاہے شادی کرے ،اور اپنی پسند کے آدمی کو شادی کا پیغام دے۔یورپی عورت کو یہ حق بعد میں یعنی اٹھارہویں صدی میں حاصل ہوا، تو اس کو قدیم روایات کے خلاف عورت کی ایک بہت بڑی فتح سے تعبیر کیا گیا۔کہ کس طرح معا شرے نے اسے پستی و زبوں حالی کا شکار بنا دیا ، جبکہ اسلام نے عورت کو زندگی کے ہر شعبے میں مکمل آزادی فراہم کی ہے۔[1]

بدامنی کی فضا

کورٹ میرج کے بعدزوجین کے لیئے بدامنی کی فضاءکا پیدا ہوجانا ایک بدیہی اثر ہے۔مزید برآں طلاق سے یہ بد امنی ہر دو کے لیےمزید اندھیرے پیداکردیتی ہے۔ایسی فضامیں زندگی گزارنا توکیاسانس لینابھی دشوار ہوجاتا ہے۔پاکستانی معاشرے میں یہ پہلوایک بہت بڑے حادثے کےطرف لے جاتاہے۔کچھ صورتوں میں جانوں کے نقصان ایک معمول کی بات ہے۔پس کورٹ میرج کے بعدطلاق مزیدایسے نقصانات کی طرف لے جاتی ہے، جن کا تعلق بدامنی کی کیفیت سے بہت گہراہے۔

کورٹ میرج کے بعد ہونے والی گرفتاری کے اکثر واقعات میں لڑکے کو اغوا کے مقدمے میں پھنسا دیا جاتا ہے۔اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب لڑکی اسٹامپ پیپر پر رضامندی لکھ کر دیتی ہے، اور اسی کی بنیاد پر عدالت نکاح کی

1۔عبداللہ مرعی،**اسلام اوردیگرمذاہب ومعاشروں میں عورت کے حقوق ومسائل** ،(لاہو:فرید بک ڈپو لمیٹیڈ ،2004)۵۹

اجازت دیتی ہے، تو بعد میں اغوا کا مقدمہ کیسے درج ہوجاتا ہے؟ قانون ہی قانون سے متصادم بھلا کیسے جاتا ہے۔لیکن یہ وہ ملک ہے جس میں سب کچھ ممکن ہے۔

مجسٹریٹ آف پیس اور وہ قاضی جو کورٹ میرج کے تمام مراحل میں جوڑے کا ساتھ دیتے ہیں، اپنے دستخط اور مہریں ثبت کرتے ہیں، بعد میں کسی مشکل میں پڑنے کی صورت میں جوڑے کے حق میں گواہ کیوں نہیں بنتے، افسوس ہے کہ پاکستان کا قانون کورٹ میرج کے تمام دروازے کھولتا تو ہے لیکن ایسے جوڑوں کو کوئی قانونی تحفظ نہیں دیتا۔ یہاں ہونے والے نکاح کا کوئی کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ نہیں ہوتا جو بعد میں کسی مقدمے میں پھنسنے کی صورت میں پیش کیا جاسکے۔یوں لڑکا تنِ تنہا اسی بات کو ثابت کرنے میں رُل جاتا ہے کہ اس نے اغوا نہیں کیا بلکہ یہ شادی لڑکی کی مرضی سے ہوئی تھی۔کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ قانون کی چھتری کے نیچے نکاح کرنے والے لڑکے کے سر پر قانون ہی کی تلوار آگرتی ہے اور وہ اغوا کے مقدمے میں جکڑے جانے کے بعد لمبے عرصے تک پیشیاں بھگتتے بھگتتے عمر کا سنہرا دور کھو دیتا ہے۔ ایسے میں اگر جوڑا کم سن ہے تو بھی عدالتیں آسانی سے قانون کو پسِ پشت ڈال دیتی ہیں اور شناختی کارڈ دیکھے یا کسی اور طریقے سے ان کی عمر کی تصدیق کیے بغیر بلوغت کی صرف ظاہری علامات دیکھ کر ہی نکاح کی اجازت دے دیتی ہیں۔روپے گھسیٹنے کا یہ دھندا کورٹ میں بڑے پیمانے پر چل رہا ہے،[1] اور کورٹ کے آس پاس موجود تقریباً تمام دفتری عمارتوں میں نکاح خواں قاضیوں کے دفاتر موجود ہوتے ہیں، نوجوان اور کم عمر جوڑے کورٹ میں مجسٹریٹ آف پیس کا اجازت نامہ لے کر انھی کے بتائے ہوئے قاضیوں کے پاس چلے جاتے ہیں۔

بدامنی کی فضازوجین یا بعدازطلاق متاثرین کومختلف قسم کی نفسیاتی بیماریوں اور ہیجانی کیفیات سے دوچارکردیتی ہے۔جن کے نتائج اورزیادہ بھیانک اور ناقابل تلافی نقصانات سے دوچارکردیتے ہیں۔

---

1. Hanifan v. Depty Commissionor Dadu،PLD 1967, 165.

ذاتی وقار مجروح ہونا

ذاتی زندگی کسی بھی فرد کی نجی زندگی کو کہتے ہیں۔ایک ایسی حالت جس میں کسی کا اختیار اس کی زندگی اور ذاتی تعارف تک محدود رہتا ہے اور وہ اپنی زندگی میں ذاتی وقارپر مختار ہوتا ہے۔[1] ایک فرد کسی نہ کسی انسانی معاشرے کا حصّہ ہواکرتا ہے۔ سماج کی سوچ اور اپروچ سے متاثر ہونا اس کے لئے ناگزیر ہے۔اب اگر کوئی معاشرتی سطح پر رائج کسی نظریہ یا سماجی رویہ کو عملی طور پر چیلنج کرے تو ماننا پڑے گا کہ وہ فرد بڑی ہمتِ مردانہ اور قوی قوتِ ارادی، اور مدافعانہ صفت سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی حصار سے ماوراایک خاص فکر و نظر کا حامل ہے۔ بنیادی طور پر ہر شخص صاحبِ عزت و توقیر ہے۔اور ہر شعبہ زندگی ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔

طلاق جیسافعل شنیع ایک فرد کے ذاتی وقارکوزائل کر دیتا ہے۔معاشرے کا فرد ہونے کے ناطے ہر ایک زوجین میں سے نقصان اُٹھاتا ہے۔کوٹ میریج کے بعدجدائی اس ذاتی وقارکویکے بعد دیگرے مختلف پہلوؤں سے نقصان پہنچاتی ہیں۔عمومی حالات میں اس ذاتی وقار کی قدروقیمت کا احساس نہیں ہوتا،لیکن جب یہ وقار مجروح ہوتاہے۔تواس کا ضیاع ایک فردکواس کی اہمیت کا احساس دلاتاہے۔جس نے ثقافتی اور تہذیبی اقدار کی نفی کی اور فرد کے جذبہء حمیت کو سلا دیا۔نوجوانوں کے سامنے مقصدِ حیات معدوم ہو کر رہ گیا۔فرد کے جوش ، جذبے ، احساسِ عز و وقار اور یقینِ ذات کی نفی کی گئی۔ نتیجتاً فرد کے ہاں مردہ دلی عام ہوئی، اور بیگانگی کا احساس بڑھتا چلا گیا۔واضح نصب العین کے فقدان اور تہذیبی، ثقافتی اقدار پر عدم اعتماد نے معاشرے میں بے گانگی کو بڑھایا، جس کے نتیجے میں ایک آپا دھاپی عام ہوتی چلی گئی۔ہر فرد اپنی جگہ پر اپنے مفادات کو بچانے کے چکر میں پڑ گیا۔[2]

---

1 Baker ‹Maureen (2010). Choices and Constraints in Family Life Ontario: Oxford University Press

2۔ ابن القیم الجوزی ، **تهذيب السنن** ،(بیروت، دار المعرفة، بيروت، تحقيق محمد حامد الفقى، دار الكتب العلمية، ١٩٩١ء)ص ١٧٩

اس ذاتی وقار کے ضیاع سے یہ دیگر مسائل جنم لیتے ہیں۔جن کا ادراک وقت کے ساتھ وہی فرد محسوس کرسکتاہے جو اس خاردار وادی سے گزر رہا ہوتا ہے۔

خاندان کے دیگر افراد کے لیئے مسائل

خاندا ن کا فرد ہونے کے ناطے کسی فرد کا ایک اقدام پورے خاندان کے لئے مدح وذم کا باعث بنتا ہے۔کورٹ میرج کے بعد طلاق، خاندان کے لئے ظلمات بعد ظلمات ثابت ہوتا ہے۔افراد کا انفرادی تعارف خاندان کواجتماعی شناخت دیتا ہے۔ہمارے معاشرے میں کثیرامثلہ اس بات پرشاہدہیں کہ ایک فردکے ایسے اقدامات کی سزا پورا خاندان مختلف معاملات میں پاتا دکھائی دیتاہے۔انفرادی رنجش ووقتی فائدہ مختلف صورتوں میں خاندان کے دیگرافراد کیلئے اجتماعی نقصانات اور دائمی عداتوں کا باعث بنتا ہے۔نتیجتاً خاندان کے افراد کا ردعمل اس فرد موردالزام ٹھہراتے ہوئے نظریں جھکانے پر مجبور کردیتا ہے۔

یہ وہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے معاشرہ بے چارگی اور بے گانگی کا شکار ہو چکا ہے۔آج اس معاشرے کے سامنے کوئی منزل ، کوئی نصب العین نہیں ہے۔جبر کے سامنے سر اُٹھانے کی ہمت مفقود ہو چکی ہے۔''انکار'' کا حوصلہ ناپید ہو گیا ہے۔اس معاشرے کے لوگ صرف ''اقرار'' کے سہارے زندگی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔اور یہ معاملہ زیادہ عرصہ چل نہیں سکتا۔اس ضمن میں بنیادی بات یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں معاشرے کی بنیادی صورت گری کے عوامل پر غور کیا جائے۔طے کیا جائے کہ فرد اور معاشرے کا باہمی تعلق کیا ہے اور اس کی بنیادی تعریف کس انداز میں متعین کی جا سکتی ہے۔'' فرد قائم ربطِ ملت سے'' ہے یا'' افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر'' کے مخمصے سے نکل کر واضح نقطۂ نظر اپنانا ہو گا۔[(1)]

مزید خورشید احمد گیلانی رقمطراز ہیں:

ایسے میں خاندان کے دیگر افراد پر لازم ٹھہرتا ہے کہ وہ صرف پسماندہ فکری، انتشاراور ابتری کے واقعات کو زیرِ بحث نہ لائیں بلکہ اس صورتِ حال کی

1۔ خورشید احمد گیلانی، **وحدت ملی**،(لاہور، سنگ میل پبلشرز،، 2008)ص۱۲۹

بنیادی وجوہات کو زیرِ بحث لاتے ہوئے، نئے سماجی حالات اور ضروریات کے مطابق فرد کے رویوں کے تعین کے لئے تجاویز مرتب کریں اور اس کو نئی راہ سجھائیں۔ ہم ایسا نہیں کر رہے۔ دوسرا یہ کہ ہمارے ہاں مستقبل بینی کا فقدان ہے۔آج ہمارا معاشرہ عبوری دور سے گزر رہا ہے، علم، سائنس ، سائنسی علوم اور صنعت کے اثرات نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا ہے۔روایت اور جدت کی آویزش نے رویوں میں کشاکش اور ٹوٹ پھوٹ کا آغاز کر دیا ہے۔موبائل فون ، انٹر نیٹ اور ذرائع آمد و رفت کی سہولتوں نے زمینی فاصلے کم کئے ہیں ، مگر جذباتی سطح پر ایک خلیج پیدا کر دی ہے۔جس سے مزید نقصانات افرادخاندان کے باہمی تعلقات میں تناؤ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔[1]

اولاد کے لئے ناسازگارماحول

زوجین میں جدائی،چاہے طلاق سے ہو یاخلع سے،سب سے زیادہ نقصان اولاد کا ہوتا ہے۔جن میں جسمانی و شعوری طورپر پروان چڑھنے کے لئے سازگارماحول نہیں مل سکتا۔کورٹ میرج کے بعد طلاق کی صورت میں تناؤکے بعد تناؤاولاد سے سارے بانکپن چھین لیتاہے۔جو متوازن تربیت کے لئے اشدضروری ہے۔

تربیت اولادمیں ماں کاکردار مسلمہ ہے۔لیکن اس جدائی کی صورت میں پروان چڑھتی نسل نوکی زندگی کے خفیہ گوشے برُی طرح متاثر ہوتے ہیں۔جو بالآخر دوررس نقصانات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

عصرحاضرکے مسائل میں تربیت اولاد کےلئے ماں باپ کے علاوہ ،معاون ماحول کی اہمیت سے انکار نہیں۔متذکرہ بالا ٹوٹ پھوٹ کا شکار افرادگردونواع کے ماحول سے حمایت کھو بیٹھتے ہیں۔جس کی حدت سے بچے برُی طرح متاثرہوتے ہیں اور یہ ایسانقصان ہے کہ جس کامداواوالدین زندگی بھرنہیں کرسکتے۔[2]

1۔ایضا، ۳۹

2 Heath, Harriet, and Glen Palm. "Future challenges for parenting education and support." Child Welfare 85, no. 5 (2006): 885.

والدین بچوں کے لئے سائبان کا درجہ رکھتے ہیں- اگر والدین کا باہمی رشتہ ٹوٹ جائے تو سب سے زیادہ اور دور رس اثرات بچوں پر مرتب ہوتے ہیں- اگر والدین کے مابین طلاق واقع ہو جائے تو عموماً بچے خود کو غیر محفوظ سمجھنے لگتے ہیں اور ان میں عدم تحفظ کا احساس بڑھ جاتا ہے- ایسے بچے مستقبل میں رشتوں کو نبھانے اور عملی زندگی میں عام بچوں کی مانند نہیں ہوتے بلکہ ایک خلا اور احساسِ کمتری ان پر سوار رہتی ہے- ماں باپ کے اس عمل کی وجہ سے ان کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے- اگر بچے بہت چھوٹے ہوں تو وہ اس عمل کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں کہ ہمارے والدین ایک دوسرے کے ساتھ کیوں نہیں رہ رہے اور اگر ان کی عمر اتنی ہو کہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ ہمارے والدین کے درمیان کیا معاملات طے پا رہے ہیں تو ان حالات میں کوئی بھی موثر کردار ادا نہ کر سکنے کے باعث اپنے ہی جی میں کڑھتے رہتے ہیں- غصہ اور شدت ان کی طبعیت کا حصہ بن جاتا ہے جس کی وجہ سے جوں جوں وہ بڑھے ہوتے ہیں ان میں منفی عوامل کی طرف رجحان بڑھتا جاتا ہے- خصوصاً جب وہ اپنے ارد گرد کے ماحول میں ان بچوں کے ساتھ ملتے ہیں جو اپنے دونوں والدین کے ساتھ رہ رہے ہوتے ہیں ان کا اپنے والدین کے ساتھ پیار اور محبت اور بچوں کے ساتھ والدین کا مشفقانہ برتائو طلاق شدہ والدین کے بچوں میں محرومی کے احساس کو مزید اُجاگر کرتا ہے- وہ خود کو عضو معطل کی مانند تصور کرتے ہیں جس کی کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں ہوتی جس کے باعث ان کو کم عمری میں ہی دھتکار دیا گیا ہو اور سارے واقعہ کے ذمہ دار وہ خود کو تصور کرتے ہیں- اس سے بڑھ کر یہ کہ اس معاملے میں وہ اپنے دل کی بات کو لبوں تک نہیں لا سکتے اس طرح وہ خود سے ہی سوال کرتے ہیں اور خود ہی ان کا جواب اپنے آپ کو دیتے ہیں- ان کا بچپن دل و دماغ کی نہ سلجھنے والی گتھیوں کو سلجھانے بلکہ مزید الجھانے میں گزر جاتا ہے- ایسے بچے اپنے آپ کے ساتھ لڑتے رہتے ہیں، اپنے جذبات اور احساسات کا کھل کر اظہار نہیں کر پاتے اندر ہی اندر کڑھنے اور سلگتے رہنے کے باعث وہ زندگی میں احساسِ کمتری اور عدم تحفظ کا مستقل بنیادوں پر شکار ہو جاتے ہیں-[1]

احساسِ کمتری بچوں کے ساتھ کسی عفریت کی طرح چمٹ جاتا ہے اور اگر مناسب سہارا نہ ملے تو بچے اوائل جوانی میں ہی اپنا دھیان بانٹنے کی خاطر نشہ آور اشیائ کا بھی سہارا لینا شروع کر دیتے ہیں جن سے ان کی زندگی تباہی اور بربادی کی طرف چل پڑتی ہے- کئی بچے منفی رُجحانات میں بے تحاشا اضافے کی وجہ سے مثبت سوچ اور مثبت رویّے سے محروم ہو

---

1 Duncan, L. G., & Bardacke, N. (2010). Mindfulness-based childbirth and parenting education: promoting family mindfulness during the perinatal period. Journal of Child and Family Studies, 19(2), 190-202.

جاتے ہیں جس کا نتیجہ زندگی بھر کی ناکامیاں ہوتی ہیں- اکثر بچے سوتیلے والد یا حالات کے تھپیڑوں سے تنگ آ کر اوائل جوانی ہی سے چوری چکاری، منشیات، بدکاری، غلط صحبت اور دیگر جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیںآج کل جس طرح سکولز اور کالجز میں ''پیرینٹس ڈے'' وغیرہ کی تقاریب ہوتی ہیں جس میں بچوں کے والدین کی شرکت لازمی ہوتی ہے ان مواقع پر ایسے بچے خود کو ادھورا محسوس کرتے ہیں- اسی طرح یہ بچے یاداشت کی کمی اور چیزوں پر پوری طرح توجہ نہ دے سکنے کی وجہ سے عموماً تعلیمی میدان میں دوسروں سے پیچھے رہ جاتے ہیں- اس کے ساتھ ساتھ ایسے بچے خیالی دنیا میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں جہاں وہ اپنے دماغ میں ایک مکمل پر امن اور محبت سے بھر پوری دنیا تخلیق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جس کے باعث ان کی توجہ تعلیمی سرگرمیوں سے زیادہ اپنے اندر کی دنیا میں ہوتی ہیں جہاں وہ اپنی سوچوں کے ذریعے وہ سب کچھ کرتے ہیں جو ان کی زندگی ان کو مہیا نہیں کرتی- اس طرح کے نفسیاتی عوامل اور عوارض کا بچے شکار رہتے ہیں اور عملی زندگی میں اس طرح کامیابیاں سمیٹنے میں ناکام رہتے ہیں-1 بچوں کو ان نفسیاتی اور ذہنی اذیت سے بچانے کا واحد حل یہی ہے کہ طلاق اور خلع سے حتی الامکان بچا جائے۔

عوام اور حکومتی اداروں کا ٹکراؤ

کورٹ میرج اور طلاق ایسے عائلی قوانین کے ساتھ موجود ہیں کہ جس میں قانون سازاداروں کو عوامی امنگوں اور معاشرتی ضرور یات کے مطابق قانون سازی کی ضرورت ہے۔جن کی عملی تعبیر قائم شدہ ادارے کرتے ہیں۔مروجہ قوانین کی وجہ سے عوام اور اداروں میں سخت ٹکراؤ ایک لازمی نتیجہ ہے، جب زوجین میں کورٹ میرج تعلق قائم ہو یا کسی وجہ سے جدائی ہواور اداروں سے ٹکراؤ مزید نئے نقصانات کی طرف لے جاتاہے۔جب ایک فرد اس صورت حال میں طویل عرصے تک رہے،تو وہ ذہنی تناؤاور فکری اضطراب کا شکار ہوجاتاہے کیونکہ اداروں کے اختیارات کو وہ انفرادی پسند و ناپسند سے تبدیل نہیں کر سکتا۔

زنیرہ رشید لکھتی ہیں:

---

1. Maureen , Choices and Constraints in Family Life, 129.

پاکستان میں فیملی کورٹس ایکٹ اکتوبر 2015 میں منظور ہوا تھا جس کے سیکشن 10 کی دفعہ 6 کے تحت قانونی طور پر طلاق و خلع کا عمل آسان تر کر دیا گیا تھا جو کہ طلاق کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اضافہ کر رہا ہے۔ گزشتہ برسوں کے مقابلے میں سال 2018ء میں اعلیٰ تعلیم یافتہ و ملازمت پیشہ خواتین میں طلاق و خلع لینے کا رحجان بڑی تیزی سے بڑھا، انا پرستی، خود کمانے و خود کفیل ہونے کا گھمنڈ اور معاشرتی بے راہ راوی نے ''خانگی نظام'' کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا- ایک رپورٹ کے مطابق 1970 میں طلاق کی شرح پاکستان میں 13 فیصد تھی جس میں اب 60 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔ طلاق کا مطلب 2 لوگوں کی جدائی صرف نہیں ہوتا بلکہ طلاق کے بعد دو خاندانوں کے درمیان نفرت کی آگ بھڑک جاتی ہے۔

2018ء میں لاہور کی فیملی عدالتوں میں خلع کے کیسز کے انبار لگے رہے۔تفصیلات کے مطابق سال 2018ء میں خلع کے 15800 دعوے دائر ہوئے جن میں اس سال کے دوران شوبز سے وابستہ پڑھے لکھے معروف ستارے بھی خلع کے ذریعے ایک دوسرے سے جدا ہوتے رہے۔ لاہور کی 8 فیملی عدالتوں میں گھریلو جھگڑوں کے باعث خلع کے 15800 دعوے دائر ہوئے جبکہ فیملی عدالتوں نے 7707 خواتین کو خلع کی ڈگریاں جاری کیں۔خلع کی ڈگریاں لینے والی خواتین میں تعلیم، صحت، ملٹی نیشنل ، نجی و سرکاری اداروں میں ملازمت کرنے والی اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کے ساتھ پاکستان کی معروف اداکارائیں و گلو کارائیں بھی شامل ہیں۔[(1)]

مختصر یہ کہ کورٹ میرج کے بعد طلاق افراد معاشرہ اور حکومتی اداروں میں تناؤ کی صورت میں کئی انفرادی اور اجتماعی نقصانات کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

---

1. https://www.nawaiwaqt.com.pk/08-Sep-2019/1059050

تجزیہ

اس فصل میں کورٹ میرج کے بعد طلاق کے جہاں عمومی نقصانات کا احاطہ کیا گیا ہے، وہاں ان مخصوص نقصانات کا احاطہ بھی کیا گیا ہے جو زوجین کی انفرادی زندگی اور معاشرے کے اجتماعی رویوں پر دوررس اثرات چھوڑتے ہیں۔ مثلا بعدازطلاق بدامنی کی فضا، ذاتی وقارمجروح ہونا، خاندان کے دیگر افراد کے لیئے مسائل، اولادکے لئے ناسازگارماحول، اور عوام اورحکومتی اداروں کا ٹکراؤ متاثرین کومختلف قسم کی نفسیاتی بیماریوں اور ہیجانی کیفیات سے دوچارکردیتی ہے۔جن کے نتائج اورزیادہ بھیانک اور ناقابل تلافی نقصانات سے دو چارکردیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ کورٹ میرج کے بعد طلاق افراد معاشرہ اور زوجین میں تناؤکی صورت میں کئی انفرادی اوراجتماعی نقصانات کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

فصل سوم

کورٹ میرج میں طلاق کا سدباب

فردِ معاشرہ ہونے کے ناطے ہماری انفرادی اور اجتماعی کاوشیں طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحانات کا سدباب کرنے پر مرتکز ہونا ایک فطری امر ہے۔ نکاح جیسے حسین بندھن سے معاشرہ آگے بڑھتا ہے جبکہ طلاق جیسے قبیح عمل سے افراد کے بندھن ٹوٹتے ہیں۔ اور معاشرہ شکست وریخت سے دوچار ہوتا ہے۔ حسب ذیل کچھ پہلو طلاق کے سدباب میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

تعلیم و تربیت

زوجین میں تعلیم و تربیت جہاں انفرادی شخصیت میں نکھار کا باعث بنتا ہے وہاں اجتماعی معاشرتی رویوں کی تکمیل میں بھی مرکزی ستون ہے۔ اس کی اہمیت کو رسالتِ مآب ﷺ نے مزید اُجاگر کیا۔

((طلب العلم فریضةً علی کل مسلم و مسلمة)) [1]

ترجمہ: تعلیم مرد اور عورت کے لئے ضروری ہے

عورتیں اعلی تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔ لڑکیوں کو چاہئے کہ اپنے لئے مفید ثابت ہونے والے موضوعات میں جن سے انہیں دلچسپی اور لگاؤ ہے تعلیمی سرگرمیاں انجام دیں۔ معاشرے کو لڑکیوں کی تعلیمی قابلیت کی ضرورت ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے تعلیم یافتہ لڑکوں کی ضرورت ہے۔ البتہ تعلیمی ماحول صحت مند ہونا چاہئے۔ تعلیم کے لئے مرد اور عورت کی معاشرت سے متعلق اخلاقی اقدار سے دوری ضروری نہیں ہے بلکہ ان اقدار کی مکمل پابندی کے ساتھ تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے اور خود کو بلند مقامات پر پہنچایا جا سکتا ہے۔ [2]

---

1. ابن القیم الجوزی ، **تهذيب السنن** (بيروت، دار المعرفة، بيروت، تحقيق محمد حامد الفقی، دار الكتب العلمية، ۱۹۹۱ء)۳۳/۷
2. ابوالاعلیٰ مودودی، **حقوق زوجین**، (لاہور، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹیڈ طبع اول ۱۹۹۱) ص

انتہائی اہم اور بنیادی کاموں میں ایک، عورتوں کو کتابوں کے مطالعے کا عادی بنانا ہے۔ایک ایسی جدت عمل کی ضرورت ہے جس کی بنیاد پر عورتیں گھروں کے اندر کتابوں کے مطالعے کی عادی ہو جائیں۔ انسانی معرفتوں کی کتابیں ذہنوں کو بہتر ادراک، بہتر فکر، بہتر جدت عمل کے لئے اور زیادہ بہتر پوزیشن میں خود کو پہنچانے کے لئے آمادہ اور تیار کرتی ہیں۔

علم و دانش تو بے حد عزیز چیز ہے اور میں تو اس کی قائل ہوں کہ اسلامی معاشرے میں عورتیں تمام موضوعات پر عبور حاصل کریں۔ بعض خواتین خیال کرتی ہیں کہ اگر کوئی خاتون، عورتوں سے متعلق موضوع کا علم حاصل کرنا چاہتی ہے تو اسے عورتوں کی خاص بیماریوں کا علم حاصل کرنا چاہئے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ عورتوں کی ذمہ داری ہے کہ طب کے مختلف شعبوں جیسے نیورولوجی اور کارڈیولوجی وغیرہ کے سلسلے میں کام کریں۔ یہ شرعی اور سماجی فریضہ ہے۔

زوجین کے لیے نکاح سے قبل مقاصد،آداب، حقوق اورفرائض نکاح سے شناساہونا عہدہ براَ ہونے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا"تربیت"سے عبارت ہے۔گھرکا ماحول اور گردونواح بسنے والامعاشرہ مخصوص تربیت فراہم کرتے ہیں۔پس جس قدرتعلیم وتربیت متوازن ہوگیا پر نہج اس کے اثرات زوجین کے رویہ سے ظاہرہوں گے اور زوجین کاہرا گلا قدم ہرایک کو تعمیرکی طرف لے کرجائے گا۔ یہ مخصوص پہلوطلاق کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو کم کرنے میں واضح اثر اندازہوگا۔

شرم و حیاکی ترویج

متوازن تعلیم وتربیت میں شرم وحیامردو عورت کے لئے حسین زیور کے طور پرگردانا جاتا ہے۔رسالت مآبﷺنے ارشاد فرمایا۔

((إذا لم تستح فاصنع ما شئت)) (1)

ترجمہ: جب تجھے حیانہ ہوتو چاہو کرتے پھرو۔

1۔ محمد بن اسمعیل بخاري، ، **الجامع الصحیح** ، (بیروت، دار ابن کثیر الیمامة ، ۱۹۹۷)۲۹۹

شرم وحیا کی ترویج سے وہ جملہ اسباب جو باعث طلاق میں ختم ہوتے ہیں تو یہ ماحول معاشرہ کو انفرادی حسن اور اجتماعی تہذیب کا باعث بنتا ہے،" شرم و حیا"اسلامی تعلیمات میں حفاظتِ نسب کے لئے انتہائی اہم ہے۔

ڈاکٹر جسٹس عبد المحسن بن محمد القاسم حفظہ اللہ نے07-جمادی ثانیہ-1439 کا خطبہ جمعہ مسجد نبوی میں" شرم و حیا شریعت کی روشنی میں" کے عنوان پر ارشاد فرمایا:

"اسمائے حسنی میں سے ایک "اَلْحَيِيُّ" یعنی بہت زیادہ حیا کرنے والا بھی ہے، حیا اللہ تعالی کی صفت ہے، اس کا ذکر کتاب و سنت میں موجود ہے، حیا تمام تر اخلاقی اقدار کا سرچشمہ ہے، حیا انسان کو برائی سے روکتی ہے اور اچھے کاموں کی ترغیب دلاتی ہے، حیا ان اخلاقی اقدار میں شامل ہے جو اولین زمانۂ نبوت سے معتبر اور مطلوب ہیں، حیا سے اشرف المخلوقات سمیت فرشتے بھی موصوف ہیں، آدم، نوح، موسی سمیت تمام کے تمام انبیائے علیہم السلام حیا سے آراستہ تھے، ہمارے نبی ﷺ سب سے زیادہ با حیا تھے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے، حیا خواتین کا فطری زیور اور زینت ہے، اسی لیے سیدہ عائشہ اور دیگر صحابیات حیا کی پیکر تھیں، بلکہ اہل جاہلیت بھی حیا پر قائم دائم تھے، نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق حیا سرتا پا خیر ہی خیر ہے، حیا کی وجہ سے ہمیشہ خیر ہی برآمد ہوتی ہے، حیا کی بدولت انسان اچھے اخلاق کا عادی بن جاتا ہے، اور تمام اہل سنت کے ہاں حیا ایمان کا حصہ ہے، حیا چھن جائے تو یہ ایمان چھن جانے کی علامت ہوتی ہے، اور جب حیا ہی نہ رہے تو انسان جو چاہے کرتا جائے، اگر انسان میں گناہ کرے تو اس سے حیا میں کمی آ جاتی ہے، حیا کسی بھی چیز میں پائی جائے تو اسے خوبصورت بنا دیتی ہے، جو شخص اللہ تعالی سے حیا کرے تو اللہ تعالی بھی اس کی لاج رکھ لیتا ہے، حیا کا اعلی ترین درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالی سے حیا کرے۔

حیا ایک نور ہے جو انسان کو خلوت و جلوت میں استقامت پر مجبور کرتا ہے، دل میں حیا پختہ کرنے کیلیے اللہ تعالی کی نعمتوں اور احسانات کو یاد کریں اور

اس کے مقابلے میں اپنی کارستانیوں کو مد نظر رکھیں، اور یہ تصور بنائے کہ اللہ تعالی اسے ہر وقت دیکھ اور سن رہا ہے، انسان کو اپنے ساتھیوں سمیت نگران فرشتوں سے بھی حیا کرنی چاہیے، بلکہ تنہائی میں اپنے آپ سے بھی حیا کرے، اگر کوئی شخص تنہائی میں اپنے آپ سے حیا نہیں کرتا تو اس کے ضمیر میں لوگوں کی اپنے آپ سے زیادہ اہمیت ہے؛ اسی لیے تو جو گناہ لوگوں کے سامنے نہیں کرتا وہ تنہائی میں کر گزرتا ہے۔ دوسرے خطبے میں انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کی گفتگو میں موجود حیا سے مراد ایسی اخلاقی قدر ہے جو انسان کو اچھے کاموں پر ابھارے اور برے کاموں سے روکے، لیکن جس حیا سے حقوق اللہ یا حقوق العباد میں کمی آتی ہے تو
در حقیقت اس کا حیا سے کوئی تعلق نہیں[1]

انسان کے ساتھ ہر وقت فرشتے ہوتے ہیں ، ان فرشتوں کے احترام میں یہ شامل ہے کہ ان سے حیا کریں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ, كِرَامًا كَاتِبِينَ, يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (2)

اور بیشک تم پر محافظ مقرر ہیں، وہ معزز کاتب ہیں , انہیں معلوم ہے جو تم کرتے ہو۔

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: "ان معزز محافظوں سے حیا کرو، ان کا احترام کرو اور انہیں ایسی حرکت دکھانے سے شرم کرو جو تم انسانوں کو دکھانے سے شرماتے ہو"

امام شاطبؒ نے موافقات میں حفظ نسب مقاصد شرعیہ میں شمار کیا ہے۔ ہمارے منتخب عنوانِ مقالہ کی مماثلت ومطابقت "شرم وحیا" اور "حفظ نسب" سے اظہر من الشمس ہے۔ 3)

---

1. شفقت الرحمن مغل، خطباتِ مسجد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم از ڈاکٹر جسٹس عبدالمحسن بن محمد القاسم حفظہ اللہ،()
2. (سورۃ انفطار:۱۲)
3. ابو إسحاق، ابراهيم بن موسى بن مُحَمَّد اللخمي، الغرناطي "الموافقات(بيروت: دار ابن عفان، بيروت، ٢٠١١)

دوستانہ گھریلو ماحول

طلاق کے سدباب میں گھریلو ماحول اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔گھریلو ماحول کا اضطراب بالآخر طلاق جیسے بڑے حادثات کا موجب بنتا ہے۔مذکورہ بالاَ تعلیم و تر بیت اور شرم و حیاء کے پہلوؤں کا لازمی اثر گھریلو ماحول پر ہوتا ہے اور ان پہلوؤں کی موجودگی گھر کی چار دیواری کے اندار جنت نظیر کا منظر پیش کرتی ہے اور انہیں کا فقدان "ھاویہ" کی تپش گھر تک لے آتا ہے۔ اورزوجین میں سے ہر ایک سکون کے گوشے کہیں اور ڈھونڈ نے کی تلاش میں باہمی اعتماد کھوبیٹھتا ہے جوجدائی کی صورت میں اثر انداز ہوتا ہے۔

پرسنالٹی اینڈ سوشل سائیکالوجی جرنل کے مطابق جس گھر کا ماحول صاف ستھرا و منظم ہوتا ہے اس گھر کی خواتین نفسیاتی اور جذباتی طور پر زیادہ مضبوط ہوتی ہیں ان کا موڈ زیادہ خوشگوار ہوتا ہے، یہی چیز مردوں اور بچوں پر اثر انداز ہوتی ہے، گندا، بکھرا ہوا ماحول، کارٹی سول (Cortisol) ہارمون کو ڈسٹرب کر تا ہے جو انسان کے موڈ کو خراب کرتا ہے۔گھر کا ماحول اگر مسلسل جابرانہ اور پریشان کن ہوگا تو بچوں میں آہستہ آہستہ اضطراب، پھر اینگزائٹی، پھر جارحانہ پن اور آخر کار بغاوت آئے گی، گھر کے ماحول کو دوستانہ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ والدین گھر چلانے کے اپنے طریقہ کار اور اپنے پیرنٹنگ اسٹائل سے واقف ہوں۔اس دوران گھریلو جھگڑوں، گھر کے بکھرے ماحول اور خوف و غصے کی فضا نے بچوں کے اندر ایک بے چینی سے بھر دی، مسلسل خراب ماحول سے یہ بے چینی بچوں کی ذہنی پریشانی اور رفتہ رفتہ غصے میں تبدیل ہوتی گئی اور جوں جوں اس گھر کا ایک بچہ سمجھ دار ہوتا گیا، اسکول کی کلاسز میں آگے بڑھتا گیا اس کا یہ غصہ جارحانہ پن میں ڈھلتا گیا وہ اسکول میں پڑھنا چاہتا تھا، والدہ نے زبردستی مدرسے میں ڈال دیا، پھر جیسے جیسے دن گزرتے گئے بچے کا والدین سے زبانی جارحانہ انداز عملی بغاوت میں ڈھل گیا۔[1]

---

1. Tennen, Depression research methodologies in the Journal of Personality and Social Psychology, 870.

المختصر جنت نظیر گھریلو ماحول اور طلاق کے بڑھتے ہوئے واقعات کا سد باب کرسکتا ہے۔جس سے نہ صرف افراد اپنی انفرادی استعداداورفرحت بڑھائیں گے بلکہ معاشرے میں اضطراب بھی کم ہوگا۔

معاشی محرومیوں کا خاتمہ

معاشی ناہمواریوں کو ختم کرنے سے بھی طلاق کی شرح واضح طور پر گرتی دیکھی جا سکتی ہے۔پاکستان میں ایک تہائی لوگ"خطِ غربت"سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔یہی محرومیاں ہمارے سماجی تعلقات وتنازعات پر اثرانداز ہوتی ہیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

كادالفقر ان يكون كفرا

ترجمہ: فقروتنگدستی ایک انسان کو کُفر تک لے جاتی ہے۔(1)

پاکستان میں طلاق کی بڑھتی شرح میں اضافے کی وجہ، پاکستان کے ناگزیر حالات ہیں اور پاکستان کا کمزور معاشی نظام ہے جو براہِ راست شادی شدہ زندگی پر اثر انداز ہو رہا ہے۔

سب سے اہم وجہ کم آمدنی اور بڑھتی مہنگائی ہے۔ماہانہ بجٹ حد سے تجاوز کرنے کے باعث اب گھر کے مرد اور عورت دونوں کو ملازمت اختیار کرنی پڑتی ہے جس سے گھر کے معاملات متاثر ہوتے ہیں۔

اسی سے ملتی کڑی بیروزگاری بھی ہے۔بیروزگاری کی وجہ سے کئی مرد حضرات روزگار کے حصول کے لیے بیرونِ ملک رخ کرتے ہیں جن میں سے اکثر مرد سالہا سال وطن نہیں آپاتے۔گھر میں مرد کے نہ ہونے کے باعث خاتونِ خانہ مایوسی اور الجھن کا شکار ہو جاتی ہیں اور اسی کشمکش میں نوبت علیحدگی تک پہنچ جاتی ہے۔جو مرد بیرونِ ملک نہیں جاتے اور یہیں پر رہ کر ملازمت کے لیے کوششیں

1-أبو النجا ، موسى الحجاوي ، **الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل**(القاہرة، دار الحديث ،۲۰۰۴)۳۲۹

کرتے رہتے ہیں، اکثر گھریلو حالات اور خرچے پورے کرنے میں ناکامی سے تنگ آ کر علیحدگی کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

ہمارا ملک اُسی صورت میں ترقی کی راہوں پر گامزن ہوگا جب یہاں کے لوگوں کو ذاتی طور پر سکون اور خوشحالی میسر ہو پائے گی اور ذاتی خوشحالی کا بالواسطہ تعلق حکومتی اقدامات سے ہے جو کہ وہ اپنی عوام کے لیے کرتی ہے۔جب لوگوں کو اچھا روزگار میسر ہوگا، مہنگائی نہیں ہوگی، لوگ اپنے ملک میں ہی روزگار کو ترجیح دیں گے، بچوں کے لیے اچھی تعلیم عام ہوگی، ٹریفک جام یا گیس بجلی کا عذاب نہیں بھگتنا پڑے گا تو لوگوں کے گھروں اورذہنوں میں سکون ہوگا[1] نتیجہ کے طور پہ ازدواجی زندگی کو بھی خطرات لاحق نہیں ہوں گے۔

یہ محرومیاں ختم کرکے نہ صرف بہتر تعلیم و تربیت دی جا سکتی ہے بلکہ زوجین ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کو بہتراندازمیں پوراکرسکتے ہیں۔[2]اس طرح معاشی ناہمواریوں کا خاتمہ طلاق کے کلچر کا سدباب کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتاہے۔

عوام دوست حکومتی پالیسیز

کورٹ میرج میں زوجین کا رشتہ نکاح قائم ہونے مروجہ حکومتی پالیسیز بذاتِ خود طلاق کو جنم دیتی ہیں۔جو بالآخر طلاق پر منتج ہوتی ہیں۔اگرایوان بالا وزیریں ایسی حکمت عملی اپنائیں کہ جس سے آزادانہ طور پر ملت کے نوجوان کورٹ میرج نہ کر سکیں۔جب تک "ولی"کو شامل مجلس نہ کیاجائے یا کوئی اور عوام دوست راہ اختیارکی جائے۔توطلاق کے رجحان کے سدباب کا اہم ذریعہ ثابت ہوگا۔

گھرسے راہ فراراختیارکرنے والی ایک لڑکی اپنے والدین و خاندان کے سامنے کورٹ میں خاوند کاانتخاب کر کے ایسا اضطراب پیداکرتی ہے۔اسے حکومتی منصوبے ہی کم کر کے طلاق کا سد باب کر سکتے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے پوری پاکستانی قوم جس چیز کا عذاب بھگت رہے ہیں، وہ ہے بجلی اور گیس کی لوڈ شیڈنگ۔صبح سویرے بچوں کو اسکول اور میاں صاحب کو دفتر جانا ہوتا ہے مگر چولہے میں سے گیس

1۔خورشیداحمد گیلانی، **قلم برداشتہ**،(لاہور:سنگ میل پبلشرز،، 2008)۸۸

2۔حکیم اسدایڈوکیٹ، **مسلم عائلی قوانین**(لاہور: منصور.بک ہاوس کچہری روڈطبع اول،2014)۵۹

غائب ہوتی ہے۔ایسے میں اکثر بغیر ناشتہ کیے جانا پڑتا ہے اور خالی پیٹ انسان مزید چڑچڑاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔جب واپس آتے ہیں تو گھر میں بجلی کی نعمت دستیاب نہیں ہوتی۔اس طرح صبح سے شام تک حالات مسلسل تناؤ غصے میں بدل جاتا ہے جو خاتونِ خانہ پر نکلتا ہے، جو بعض جگہ طلاق کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔پاکستان کی حقیقی ترقی کا مطلب حکومت کا لوگوں کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانا اور ایک عام شہری کی مشکلات کو ختم کر کے ہر ممکن سہولیات فراہم کرنا ہے۔[1]

مذکورہ بالا اقدامات کورٹ میرج کے بعد طلاق کے رجحان کے لیے بالخصوص اور مروجہ طلاق کے طرزِ عمل کے لیے بالعموم سدباب کا ذریعہ بنیں گے۔

1۔ عبداللہ مرعی، **اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورت کے حقوق و مسائل**،(لاہور: فرید بک ڈپو لمیٹیڈ، طبع اول،2004)ص۸۹

تجزیہ

اس فصل میں ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے جو کورٹ میرج کے بعد طلاق کے سدباب میں مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ زوجین کی تعلیم و تربیت، شرم و حیا کی ترویج، دوستانہ گھریلوماحول، معاشی محرومیوں کا خاتمہ، اور عوام دوست حکومتی پالیسیز ایسے اقدامات ہیں کہ جو نہ صرف کورٹ میرج کے بعد طلاق کے رجحان کے لیے بلکہ مروجہ طلاق کے طرزعمل کے لیے بھی سدباب کا ذریعہ بنیں گے۔ ان پہلوؤں پر کام کرنے سے زوجین میں اخوت باہمی پروان چڑھتی ہے اور ایسے تمام اسباب زائل ہو جاتے ہیں جو طلاق جیسے فعل شنیع کی طرف لے جاتے ہیں۔ المختصر جس طرح ان تمام پہلوؤں کے اثرات زوجین کے رویہ پر اثر انداز ہوں گے، جو کورٹ میرج کے بعد طلاق کے سدباب میں مؤثر ثابت ہوتے ہیں، تو زوجین کا ہر اگلا قدم انھیں تعمیر کی طرف لے کر جائے گا۔ یہ تمام پہلو طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو کم کرنے میں واضح اثر انداز ہوں گے۔

باب سوم

کورٹ میرج میں طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان

(وفاق کے تناظر میں)

فصل اول: پاکستان میں نکاح سے متعلقہ قوانین

فصل دوم: کورٹ میرج و طلاق کے مقدمات

فصل سوم: کورٹ میرج میں طلاق کا تناسب

فصل اول

پاکستان میں نکاح سے متعلقہ قوانین

پاکستان ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے اور مروج آئین پاکستان میں مندرج ہے کہ کوئی بھی قانون قرآن و سنت سے متصادم نہیں بنایا جا سکتا۔ عقد نکاح اور اس سے متعلق دیوانی قوانین کو انتہائی حزم و احتیاط سے دینی فریضہ انجام تک پہنچایا جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں رائج قانون شہادت کے تحت مسلمانوں کے معمولات سے متعلق گواہوں کی اہلیت کے بارے میں اسلامی قانون شہادت کا بلکل لحاظ نہیں رکھا گیا اور نکاح کے انعقاد واثبات کے لئے بھی کوئی مخصوص التزام یا رائے ملحوظ خاطر نہیں رکھی جا سکتی۔ رائج الوقت شہادت کے تحت مسلمانوں کا نکاح غیر مسلموں کی گواہی سے منعقد نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کا نکاح مسلم گواہوں کی موجودگی میں ہی ہو سکتا ہے۔

نکاح کی شہادت دو حصوں میں منقسم ہے ایک انعقاد کے لئے اور دوسری اثبات کے لئے اور جہاں تک انعقاد کے لئے شہادت کے احکام کا تعلق ہے وہ دراصل اسلامی قانون کا جز وہے البتہ نکاح کے انکار کی صورت میں اثبات کے لئے کتب فقہ میں شہادت کے جو احکام ہیں انکو احکام ضابطہ (Rule of Procedure) کہا جا سکتا ہے مسلمانوں کے نکاح کی شہادت کے سلسلہ میں اسلامی قانون شہادت کی پیروی ضروری ہے۔[1]

پاکستان میں آرڈیننس مسلم فیملی لاء 1961 کی دفعہ 5 کے تحت نکاح کے معاملات کو سلجھایا جاتا ہے۔ مزید اس قانون میں 2015 میں مجلس قانون ساز نے پروینشل کمیشن آن دا سٹیٹس آف ویمن (Provensional Commission on the Status of Women 2015) چند ترامیم کیں اور کچھ اہم شقیں شامل کیں تاکہ خواتین کے حقوق کو مزید تحفظ فراہم کیا جا سکے۔

1۔ تنزیل الرحمن تنزیل الرحمن، جسٹس، **مجموعہ قوانین اسلام** (اسلام آباد، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۳ء) ۱۰۴

مسلم فیملی لاء 1961 کے تحت نکاح کی رجسٹری اور متعلقات

1. پاکستان میں آرڈیننس مسلم فیملی لاء 1961 کی دفعہ 5 کے تحت نکاح کی رجسٹری لازمی قرار دی گئی ہے مسلمانوں کے قانون کے تحت باضابطہ عمل میں آنے والے ہر نکاح کا آرڈیننس کی دفعہ 5 کے تحت اندراج کیا جائے گا۔
2. آرڈیننس ہذا کے تحت نکاحوں کے اندراج غرضی ہے یونین کونسل ایک یا زیادہ اشخاص کو جنہیں نکاح رجسٹرار کہا جائے گا لائسنس جاری کرے گی۔
3. ہر وہ نکاح جو نکاح رجسٹر کے ذریعے عمل میں نہ آیا ہو وہ آرڈیننس ہذا کے تحت اندراج ہونے کی غرض سے وہ شخص جس نے نکاح سرانجام دیا ہو نکاح رجسٹرار کو بھیجنے کا پابند ہوگا۔
4. ہر وہ شخص جس نے ضمنی دفعہ تین کے تحت احکامات کی خلاف ورزی کی ہو قید جسکی معیاد تین ماہ تک ہو سکتی ہے۔ یا جرمانہ پانچ سو سے ایک ہزار تک ہو سکتا ہے یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔
5. نکاح نامہ کا فارم جو رجسٹر قائم کر رکھے گا ریکارڈ جو یونین کونسل محفوظ رکھے گی وی طریقہ جس سے نکاح کا اندراج کیا جائے گا اور نکاح ناموں کی رقم جو فریقین کو بتائی جائے گی اور انکے لئے قابل مواخذہ فیس وہ ہوں گے جو مقرر کیے جائیں گے۔
6. کوئی شخص مقررہ فیس اگر کوئی ہو ادا کر کے یونین کونسل کے دفتر میں ضمنی دفعہ 5 کے تحت محفوظ کردہ ریکارڈ کا معائنہ کر سکتا ہے یا اسکے کسی اندراج کی نقل حاصل کر سکتا ہے۔[1]

لہذا ہر نکاح کا نکاح رجسٹر میں درج کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے نکاح کی رسم ادا کرنے کے لئے یونین کونسل نکاح رجسٹرار مقرر کرتی ہے اگر کوئی نکاح کسی شخص کے ذریعے عمل میں آئے تو اس کے لئے لازمی ہو گا کہ وہ ایسے نکاح کی رپورٹ نکاح رجسٹرار کو دے تاکہ وہ اس نکاح کے کوائف درج رجسٹر کرے۔

خلاف ورزی کی صورت میں دفعہ 4 کے تحت سزا دی جائے گی ضمنی دفعہ 5 کے تحت اہتمام کیا گیا ہے کہ نکاح نامے کے فارم رجسٹر نکاح اور طریقہ اندراج نکاح نقول کی فراہمی کا طریقہ اور فیس بابت نقول کی بابت قواعد مرتب کیے جائیں گے۔[(2)]

---

1. Muslim Family Law Ordinance 1961, Sec (s)

1. 2۔ حکیم اسد ایڈوکیٹ ، مسلم عائلی قوانین،(لاہور، منصور بک ہاوس کچہری روڈ،(2014) ۱۱۷

1. دفعہ 5 کی عمومی نوعیت ہے۔ اس میں فقط اتنی پابندی ہے کہ نکاح شریعت کے مطابق کیا گیا ہو یہ ضروری نہیں کہ نکاح دو پاکستانی باشندوں کے درمیان ہوا ہو اگر کوئی پاکستانی مسلمان یا پاکستان کے اندر کسی دوسرے ممالک کی مسلم لڑکی سے شادی کرتا ہے تو دفعہ ہذا کے دائرہ کار میں آئے گا۔[1]
2. 1961 کے آرڈیننس کے تحت مقرر کردہ نکاح رجسٹرار بنیادی جمہورتوں کے آرڈر 1956 کے آرٹیکل 97 کے تحت سرکاری ملازم نہیں ہیں۔ [2]
3. ڈپٹی کمشنر کو بطور کنٹرولنگ اتھارٹی اختیار حاصل ہوتی ہے کے وہ کسی رجسٹرار کی طرف سے کیے گئے اندراج کی درستگی کرے۔[3]
4. ایک نکاح جو کہ دفعہ 5 کے تحت رجسٹر نہ کروایا گیا ہو غیر موثر نہ ہو گا اور میاں بیوی کے تعلقات آپس میں بحال رہیں گے فرق صرف یہ پڑے گا کہ خاوند کو آرڈیننس کے خلاف عمل کرنے پر سزادی جاسکے گی۔[4]
5. نکاح کی رجسٹریشن دلہن کے وکیل کی تقرری اور دو گواہان کی موجودگی دفعہ 5 کے مسلم لاء آرڈیننس کے تحت ضروری قرار دی گئی ہے قانون کا وکیل ایک عام شخص نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے ایجاب و قبول کا مرحلہ طے کرنا ہوتا ہے اس لئے خاتون کا وکیل کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو اس کا قریبی رشتے دار ہو۔ اگر نکاح کے گواہان کو یہ ہدایت کی جائے کہ وہ نکاح کو خفیہ رکھیں تو یہ نکاح ناجائز ہو گا۔[5]
6. نکاح کا رجسٹر نہ ہونا نہ تو شرعی طور پر نکاح کی صحت کے لئے لازمی ہے اور نہ مسلم لاء آرڈیننس اسکا متقاضی نکاح کے ثبوت قانون شہادت کی دفعہ 91 کا اطلاق ممکن نہیں۔ دفعہ 91 قانون شہادت کا تحریری ثبوت کے لئے تقاضا صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب معاہدہ کی شرائط

---

1. PLD 1963SE, 5.

2. Muhammad Arif v.Muhammad Kawsher Ali PLD 1969, se.435

3. Hanifan v.Depty Commissionor Dadu. PLD 1967.Kar,165

4. Habib v.State PLD1980 LAH 791: Abdul kalam v. the State 1987 1637

5. PLD 1997 LH.301

متنازع ہوں معاہدہ کی شرائط کے بجائے اس مسئلہ میں رہ کر وجود میں آیا یا نہیں اس حالت میں دفعہ 91 کا اطلاق ناممکن ہے اس لئے معاہدہ کا صرف وجود میں آنے کے لئے تحریری شہادت ضروری ہے۔ [1]

لہذا ثابت ہوا کہ مسلم فیملی لاء آرڈیننس کی دفعہ 5 کے تحت نکاح کے تعلقات بحال رہیں گے صرف خلاف ورزی کی صورت میں سزا دی جائے گی۔

سال 2015ء میں عائلی قوانین 1961ء میں چند ترامیم

سال 2015ء میں پنجاب اسمبلی نے عائلی قوانین 1961ء میں چند ترامیم کیں اور کچھ اہم شقیں شامل کیں تاکہ خواتین کے حقوق کو مزید تحفظ فراہم کیا جا سکے۔انہی ترامیم کو دیکھتے ہوئے ''پروینشل کمیشن آن دا سٹیٹس آف ویمن'' نے نکاح خوان اور رجسٹراروں کی تین سے پانچ روزہ ٹریننگ کا پروگرام کی سفارش بھی کی ہے،عائلی قوانین میں ترامیم اور جو شقیں شامل کی گئیں وہ کچھ یوں ہیں۔

- اب نکاح خوان / رجسٹرار نکاح نامہ کے تمام کالم لڑکی اور لڑکے کی رضامندی کے ساتھ پُر کرنے کے پابند ہوں گے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کو پچیس ہزار روپیہ جرمانہ اور ایک ماہ تک کی قید کی سزا ہو گی۔
- شادی کی رجسٹریشن سرکاری نکاح رجسٹرار سے کروانا لازمی ہو گا اور اگر کوئی شادی نکاح رجسٹرار کے سامنے نہ ہونے کا ثبوت پایا گیا تو اس کے ذمہ دار شخص کو تین ماہ تک قید ایک ہزار روپیہ جرمانا ہو گا۔
- میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات کو آئندہ زندگی میں توڑنے کا نام طلاق ہے کیونکہ طلاق کا مطلب کھولنا اور توڑنا ہے۔لہذا نکاح کی پابندی سے میاں بیوی میں جو تعلق پیدا ہوتا ہے اسے ختم کرنا طلاق ہے اگر میاں بیوی میں خدا نخواستہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن سے نباہ مشکل ہوجائے تو اس صورت میں عورت سے علیحدگی کا احسن کا طریقہ طلاق ہی ہے۔اسلام نے طلاق کو اچھا فعل قرار نہیں دیا بلکہ بہت برا فعل قرار دیا گیا ہے۔بحر حال طلاق کے معاملات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان ترامیم کے تحت یہ کہا گیا ہے کہ

1. PLD 1982.Fsc 42.

کوئی بھی آدمی جو اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے وہ چیئر مین یونین کونسل کو ایک درخواست لکھے گا اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو طلاق نامہ فائل نہیں کیا جا سکتا ہے اوراس کو ایک سال کی سزا کاٹنے کے ساتھ پچاس ہزار روپیہ تک جرمانا بھی ادا کرنا پڑے گا۔

- اس کے علاوہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلا ق کا حق تفویض کرتا ہے تو بیوی ضابطہ و قانون پر عمل درآمد کرتے ہوئے اپنے شوہر کو طلاق دے سکتی ہے اور نوے دن کے اندر طلاق واپس بھی لے سکتی ہے۔اگر شوہر اپنی بیوی بچوں کو خرچہ نہیں دیتا تو بیوی /بیویاں چیئر مین یونین کونسل کو درخواست دے سکتی ہیں جو کہ پیسوں کا تعین کرے گا کہ کتنی رقم بیوی /بیویوں کو دی جائے۔اس ضمن میں وہ ایک سرٹیفیکٹ بھی جاری کرے گا جس میں مقدارِ رقم ،تاریخ بھی درج ہو گی یوں شوہر اس تاریخ پر خرچہ دینے کا پابند ہو گا۔ایسی خواتین جو خلع کے لئے درخواست گزار ہوں گی انہیں پہلے جہیز کی تمام اشیاءسے دستبردار ہونا پڑتا تھا اب پچاس فیصد تک وہ اپنے پاس رکھ سکتی ہے۔
- فیملی کورٹس اب ایسی پراپرٹی اور دیگر اشیاءکے بارے میں بھی معاملات کو نمٹا سکتی ہیں جس کا نکاح نامے میں ذکر موجود نہ ہو گا۔یہ عدالتیں اب اس بات کا اختیار بھی رکھتی ہیں کہ وہ خلع حاصل کرنے والی خواتین کے شوہر کی آمدن سے متعلق اس کے متعلقہ ادارے سے شواہد طلب کر سکے اور عبوری حکم کے تحت وہ ایسی خواتین کے نان و نفقہ کا بندوبست کر سکتی ہیں۔
- پنجاب میرج ریسٹرین ایکٹ کے تحت ایک بالغ انسان جو کہ 18اور 16سال سے کم عمر کی لڑکی سے شادی کرتا ہے اس کو چھ ماہ تک سزا اور 50ہزار جرمانہ اور یہ ہی سزا نکاح رجسٹرار کو بھی ملے گی جو ان دونوں کی شادی کروا رہا ہے۔والدین ،گارڈینز جو نابالغ بچی کی شادی میں سہولت کار بنیں گے ان کو چھ ماہ قید اور پچاس ہزار جرمانہ کیا جائیگا۔شکایت کنندہ جو کہ نابالغ کی شادی کے حوالے سے رپورٹ کرنا چاہتا ہے۔اس کو یونین کونسل

میں شکایت درج کروانی ہوگی چیئر مین یونین کونسل فیملی کورٹ کو رپورٹ کرے گا جو کہ سزا کا تعین کرے گی۔عدالت اپنے فیصلے کے ذریعے کسی بچی کی شادی اور اس حوالے سے اعانت کرنے والوں کو اپنے حکم کے تحت اس عمل سے باز رکھ سکتی ہے اور اس کے نتیجے میں اگر کوئی خلاف ورزی کا مرتکب پایا جاتا ہے تو اس میں ایسا شخص اس کے والدین ،نکاح رجسٹراز اور دیگر لوگوں کو تین ماہ قید اور ایک ہزار جرمانے کی سزا بھی دے سکتی ہے۔

- اگر کوئی شخص دوسری شادی کرنے کی خواہش رکھتا ہے تو وہ تب تک دوسری شادی نہیں کر سکتا ہے جب تک کہ اس کے پاس مصالحتی کونسل کی جانب سے اجازت نامہ نہیں ہو گا۔اس اجازت نامہ کے بغیر شادی رجسٹرڈ نہیں کی جا سکتی ہے ایسا کرنے والے کو پچاس ہزار روپیہ جرمانہ اور ایک سال تک کی قید کاٹنی پڑے گی۔مصالحتی کونسل کو جب کوئی شوہر اجازت نامے کے ضمن میں درخواست دیتا ہے تو پھر مصالحتی کونسل موجودہ بیوی یا بیویوں سے اجازت لینے کی پابند ہو گی لیکن اگر چیئر مین مصالحتی کونسل ایسا نہیں کرتا ہے تو اسے ایک لاکھ روپیہ جرمانہ اور تین ماہ قید کی سزا کاٹنی پڑے گی۔[1]

یہ وہ چند ایک ترامیم اور شقیں ہیں جو عائلی قوانین میں شامل کی گئیں ہیں بلاشبہ یہ و ہ شقیں اور ترامیم ہیں جو خواتین کے حقوق کو مزید تحفظ دیں گی ، ان سے اب یہ ہو گا کہ زبردستی کی شادی ،کم عمر میں شادی ،دوسری شادی جیسے دیگرواقعات میں واضح طور پر کمی واقع ہو گی۔ان اقدامات سے روشن خیالی میں اضافے کے ساتھ ساتھ قوانین کے احترام سے لیکر خواتین کی سماجی حیثیت میں بہتری آئیگی۔ہمارے معاشرے میں تشدد،زبردستی شادی،کم عمری کی شادی جیسے واقعات آئے روز رونما ہوتے ہیں۔ان اقدامات سے امید ہے کہ خواتین کے حقوق کو مزید تحفظ ملے گا۔

---

1. Provensional Commission on the Status of Women 2015,

نکاح کے رجسٹریشن لائسنس کا اجراء

جو شخص مسلم قوانین کے تحت ایک شادی کو عمل میں لا سکتا ہے وہ یونین کونسل کو بطور رجسٹرار کام کرنے کے لئے درخواست دے سکتا ہے۔ اور اس کی درخواست دفعہ 5 کے تحت ہو گی یونین کونسل درخواست کے موصول ہونے پر انکوائری کو عمل میں لائے گی اور اگر کوائف وغیرہ متذکرہ شخص کا کردار درست پایا جائے تو اس کو فارم نمبر 1 پر نکاح رجسٹرار کا لائسنس جاری کیا جائے گا یہ لائسنس مستقل بنیادوں پر جاری کیا جائے گا اور نا قابل انتقال ہو گا۔

لیکن اگر شرائط پر عمل نہ کیا جائے تو ایسا لائسنس منسوخ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور شرائط کی خلاف ورزی پر ایسے شخص کو ایک ماہ قید اور دو سو روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی سکتی ہیں۔[1] بعض افراد کا نقطہ نظر ہے کہ نکاح رجسٹرار کی ذمہ داری یونین کونسل کے بجائے حکومت کو دی جانی چاہیے جو مکمل انکوائری کے بعد انکو مقرر کرے۔[2] چونکہ نکاح رجسٹرار سرکاری ملازم نہیں ہیں۔ اعلیٰ عدالتیں ان سے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کے سلسلے میں باز پرس کر سکتی ہیں 1984 میں عدالت نے نکاح رجسٹرار کی ذمہ داریوں کو بیان کیا ہے۔ نکاح رجسٹرار کی ذمہ داری صرف کالم پر کرنا نہیں ہے بلکہ ان کو سمجھنا چاہیے کہ جس فرض کا ان سے تقاضا کیا گیا ہے وہ بہت ہی مقدس ہے کیونکہ حق وراثت، نان نفقہ، مہر، طلاق، اولاد کا قانونی جواز اور بہت سے حقوق ایک درست جائز شادی سے جاری ہوتے ہیں۔ عوامی ملازم ہونے کے ناطے نکاح رجسٹرار کو نکاح کی تصدیق سے پہلے سے زیادہ ذمہ داری کا ثبوت دینا چاہیے اور نکاح سے متعلق مناسب انکوائری کرنی چاہیے مثلاً فریقین کے اختیار انکی عمروں کے بارے میں آیا کہ یہ دونوں فریقین باہمی رضامندی سے بغیر کسی مجبوری کے معاہدہ کے لئے راضی ہیں۔

معاشرے میں لڑکی کی شادی عموماً اس کے والدین یا کوئی دوسرا خونی رشتہ دار اپنی رہائش گاہ پر ہی سرانجام دیتے ہیں لیکن اگر ان اشخاص کے علاوہ کوئی دوسرا شخص غیر معمولی مقام پر پراسرار حالات کے تحت شادی منعقد کروا رہا ہے تو ایسی صورت میں نکاح رجسٹرار پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ

---

1 "A Synthsis of Reports of Commission /Committee on the States of Woman" (Islamabad: Government of Pakistan, Ministry of woman Development social welfare &Special education,24 Dec 2013)P.2

2 'Report on Muslim Family Laws,(Islamabad:Council of Islamic Ideolgy,Govt of Pakistan,April 1983).p.11

وہ نکاح کی تصدیق سے پہلے تمام حالات کی انکوائری کرے اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے تو ایسی صورتحال کے پیش نظر ہونے والی پیچیدگیوں کا ذمہ دار ہے۔[1]

نکاح رجسٹرار کے بارے میں کمیشن کی رپورٹ 2003ء میں قرار دیا جاسکتا ہے تجویز کیا گیا ہے کہ

1- نکاح رجسٹرار کو کم از کم انٹر میڈیٹ ہونا چاہیے تاکہ وہ نکاح نامے کی اہمیت کو جان سکے اور نکاح کے ریکارڈ کو مناسب انداز میں رکھنے کا ہنر جان سکے جو کہ افراد کی قانونی حیثیت کو بیان کرتا ہے۔

2- نکاح رجسٹرار کا قانون کی خلاف ورزی یا اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرنے پر سزا میں 3 سال قید اور 50 ہزار جرمانے کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

3- چونکہ نکاح رجسٹرار کا تعلق زیادہ تر ان معمولات سے ہوتا ہے جو عورت سے متعلق ہے اس کے لئے مناسب تعداد میں عورتوں کو بطور نکاح رجسٹرار مقرر کیا جانا چاہیے۔[2]

4- یونین کونسل، صوبائی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ فیس کے بدلے میں نکاح رجسٹرار کو نکاح نامہ فارم ii کا رجسٹر اور مہر جس پر وارڈ کے نکاح رجسٹرار کا نام یا نمبر اور یونین کونسل کا نام درج ہو گا۔

5- ہر رجسٹر میں سلسلہ وار 50 اوراق ہونگے ہر ورق پر ایک نکاح نامہ اور 4 نقول ہونگی اور اوراق کے نمبر چیرمین سے تصدیق شدہ ہونگے۔

6- نکاح رجسٹر اور مہر یونین کونسل کی تحویل میں ہونگے۔

7-دفعہ 5 کے تحت نکاح کی رجسٹریشن کے لئے نکاح رجسٹرار کو دلہے یا اسکے نمائندے کی طرف سے رجسٹریشن فیس ادا کرنی ہوگی اور اگر مہر 2000 سے بڑھ جائے تو 1 روپیہ فی ہزار کے حساب سے رجسٹریشن فیس ادا کرنا ہوگی۔ نکاح رجسٹرار کو رجسٹریشن فیس کا 80 فیصد حصہ اپنے پاس اور باقی 20 فیصد یونین کونسل کو ادا کرے گا۔

8- نکاح رجسٹرار اور نکاح کے انعقاد کے لئے فارم اور چار نقول پر کرے گا اور متعلقہ افراد کے دستخط حاصل کرنے بعد اپنے دستخط اور مہر ثبت کرے گا اور اصل ورق رجسٹر میں ہی منسلک رہنے دے گا۔

---

1. Shah Din V.State. PLD 1984 Lah, 137.

2.A Synthesis of Reports of Commission/Committee on the Status of Woman. 28-29

نکاح نامے کی ایک ایک نقل دلہن اور دلہے کو مہیا کی جائے گی اور ایک کاپی یونین کونسل کو بھیجی جائے گی۔[1]

9- اگر نکاح رجسٹرار کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نکاح کا انعقاد کرائے گا تو ایسا شخص فارم پر کرے گا اور اسکی رجسٹریشن فیس کے ساتھ نکاح رجسٹرار کو بھیجا جائے گا اور اگر کوئی ایسا شخص نکاح کا انعقاد کرواتا ہے جو پاکستان کا شہری نہیں ہے تو ایسی صورت میں فارم پر کرنے اور منسلک کرنے کی ذمہ داری دلہا پر عائد ہوتی ہے اگر وہ پاکستان کا شہری نہ ہو تو پھر یہ ذمہ داری دلہن پر عائد ہوتی ہے۔[2] لہذا نکاح رجسٹرار کے پاس رجسٹریشن فیس کے ساتھ نکاح رجسٹر کروانا ضروری ہے۔

نکاح کی رجسٹری کی شرعی حیثیت و مصالح

نکاح کی رجسٹری کا حکم قرآن و حدیث میں صریح طور پر ثابت نہیں لیکن کوئی ایسی شرعی دلیل بھی موجود نہیں، جس سے نکاح کی رجسٹری کی ممانعت کی گئی ہو۔ احناف کے نزدیک کتابت نکاح مستحب ہے نکاح کا حسب ضابط رجسٹر ہونا یا نہ ہونا جواز نکاح پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اگر کسی کے نکاح کی رجسٹری نہ ہوئی ہو مگر نکاح کے مطلوبہ ارکان پورے گئے ہوں تو نکاح کے جواز پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ رجسٹر نکاح کی حیثیت محض اضافی ہے۔ بجائے خود نکاح کسی شرط کا حکم نہیں رکھتی۔ نکاح کی رجسٹری کو لازمی قرار دینے کا منشاء ان دقتوں اور دشواریوں کو دور کرنا ہے جو نکاح کے انکار کی صورت میں ثبوت نکاح کے سلسلے میں پیش آتی ہیں۔ چنانچہ انتظامی مصالح کے پیش نظر رجسٹرار کا تقرر اور شرعی مصالح کے اصول کیلئے رجسٹری حکم میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔[3] زبانی اور غیر رجسٹر نکاح سے پیدا شدہ مسائل سے آگاہی کی وجہ سے تحریری اور رجسٹرڈ نکاح کی طرف مثبت رویہ فروغ پا رہا ہے۔

علاوہ ازیں معاہدات میں بداعتمادی بھی ایک بڑی الجھن ہے حتی کے بلوچستان جیسے علاقے جہاں زبانی شادیوں کا رواج ہے۔ انکا یہ بھی کہنا ہے کہ آجکل ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے۔

1 Farani, Complete family laws in Pakistan, 110-112

2 Shouket, Muslim Family Law and Sciety, 57- 70.

3۔ تنزیل الرحمن، **مجموعہ قوانین اسلام**، (اسلام آباد، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، طبع دوم، ۱۹۸۳) ص ۸۹

عورت کے حقوق کی حفاظت اور خاندان میں جائیداد وغیرہ کی تقسیم کے لئے نکاح کی رجسٹری بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔[(1)]

صوبے کے تمام شہروں میں جب نکاح نامہ رجسٹر کروایا جائے تو یہ دلہن کے حقوق کی حفاظت سے زیادہ خاوند کے مفاد میں بہتر ہے خصوصا جب خاوند سرکاری ملازم ہو یا فوج میں ہو یا بیرون ملک جا رہا ہو کیونکہ نکاح کے رجسٹر اور تحریری ثبوت ہونے کی وجہ سے اس کو بہت سے فوائد (مفت میڈیکل، دیکھ بھال، فیملی الاؤنس، بیوی کے لئے ویزا) حاصل ہوتے ہیں۔ مسلم فیملی لاء آرڈیننس 1961ء کے باضابط اعلان کے باوجود عام طور پر قانون کے مطابق شادیاں صرف شہری علاقوں میں طے پاتی ہیں اور پاکستان میں زیادہ تر شادیاں زبانی طور پر سرانجام پاتیں ہیں۔ حتی کہ سندھ دیہی میں اگر مولوی صاحب اپنے ساتھ نکاح کا رجسٹر لے کر آئے تو لوگ شادیاں منعقد ہی نہیں کرتے۔

سندھ اور بلوچستان میں صرف اس وقت شادی کو تحریر میں لایا جاتا ہے جب فریقین میں بداعتمادی ہو یا ان علاقوں میں جہاں وٹہ سٹہ کا رواج ہے۔ دیہی علاقوں میں نکاح / شادی زبانی طور پر منعقد ہوتی ہے لیکن لڑکی کے نام جائیداد کی منتقلی کو ایک اسٹامپ پیپر (Stamp Paper) پر ریکارڈ کیا جاتا ہے۔[(2)]

بعض علماء کے نزدیک نکاح کی رجسٹری نہ کروانے کو قابل تعزیر جرم قرار دینا درست نہیں۔ لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حکومت کا نکاح کی رجسٹری کو لازمی قرار دینا مصالح معاشرے کے موافق ہے تو اولی الامر یا قانون ساز ادارے کو یہ اختیار کیونکر حاصل ہو گا کہ ایک مباح یا مستحب فعل کو واجب قرار دے کر اسکی خلاف ورزی کو قابل تعزیر بنا دے۔ ورنہ اسکی پابندی کون کرے گا؟ اور اس طرح مقصد قانون فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ جن مسلم ممالک میں نکاح کی رجسٹری کو لازمی قرار دیا جا چکا ہے وہاں بھی اس امر کو شدت کے ساتھ محسوس کیا جا رہا ہے کہ لوگ اسکی تعمیل نہیں کرتے۔[(3)]

جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن کے مطابق نکاح کی رجسٹری کے پیش نظر سزا میں تخفیف اور نرمی برتنی چاہیے۔ نیز بلا رجسٹری نکاح کی قانونی نوعیت کو واضح کر دیا جائے جو بہت سی غلط فہمیوں کو دور

---

1 Balchin, Cassandra,"Woman, Law and Society: An Action Manual For NGOS: (Lahore, Shirket Gah Publishers,1st Ed, 1996) p.52-53,

2 Ibid

3۔ تنزیل الرحمن، **مجموعہ قوانین اسلام**،(اسلام آباد، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی،، طبع دوم، ۱۹۸۳) ص 211

کرنے کا باعث ہو گا۔ اس کے لئے مقررہ سزا کے بجائے صرف سزا ہی کافی ہے کہ غیر رجسٹری شدہ نکاحوں کو عدالت میں ثابت کرنا دشوار تر بنایا جائے۔ لوگ اپنی مصلحتوں اور ضرورتوں کے پیش نظر خود رجسٹری کروائیں گے۔[1]

پاکستانی معاشرے میں نکاح میں مروج رضامندی کے طُرق

مختلف صوبوں میں نکاح میں رضامندی کے مختلف طریقے ہیں۔ پنجاب میں رضامندی کا اظہار لڑکی کے سر ہلانے، ماں، باپ، بھائی یا کسی بزرگ کا عورت کی طرف سے زبانی اظہار سے ہوتا ہے۔ دلہن بول کر رضامندی کا اظہار نہیں کرتی اور خاموشی کو شرم پر محمول کیا جاتا ہے اگر دلہن رونا شروع کر دے تو بھی اس کی رضامندی شمار ہو گی شہری علاقوں میں دلہن خود رضامندی کا اظہار کرتی ہے اور نکاح نامے پر دستخط ثبت کرتی ہے شیعہ حضرات کے ہاں نکاح خوان خود رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔

سندھ میں رضامندی ایک رسم ہے لڑکی کا سر ہلا دینا ہی قابل قبول ہے حتی کے دلہن کا سرہاں یا دلہن کی دوست طرف سے ہلایا جائے تو۔ حیدرآباد اور شکارپور کے علاقے میں لڑکی اونچی آواز میں ہاں کہتی ہے دوسرے بہت سے علاقوں میں لڑکی رضامندی کا اظہار نہیں کرتی لیکن نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

بلوچستان میں عورت سے رضامندی بہت کم لی جاتی ہے شیعہ بلوچ جو ایران سے ہجرت کر کے آئے ہیں ان میں لڑکی رضامندی کا اظہار کرتی ہے اور نکاح کی شرائط سے آگاہ کرتی ہے مگران کے علاقوں میں ایک گواہ کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن لڑکی کا اثبات میں سر ہلا دینا یا خاموش رہنا رضامندی کے لئے کافی ہے۔ جبکہ رضامندی سے انکار کی صورت میں دلہن کی موت واقع ہو سکتی ہے۔

خیبر پختونخواہ میں خاموشی یا سر کو تھوڑا ہلا دینے سے رضامندی شمار ہوتی ہے۔ براہ راست رضامندی حاصل نہیں کی جاتی۔ شہری علاقوں میں رضامندی قریبی مرد کے ذریعے تین قریبی مرد حضرات کی موجودگی میں کی جاتی ہے۔[2]

قانون اسلامی میں ایجاب و قبول جواز نکاح کے لئے ضروری ہے۔ جس کے لئے زوجین شادی کی شرائط سے آگاہ ہوں اور نکاح میں باھم رضامندی شامل ہو لیکن معاشرے میں لڑکی کی نکاح کے سلسلے

---

1 Mannan M.A Mulla Muhammadan Law" (Lahore:Adara-e-islamiat,1998), p.270-280

2 Madani, Ashiq Elahi,"A Gift for Muslim Woman"(tr) Rizwani, shakir and Hussain, Raiz (Lahore:Adara-e-islamiat,1999),P.460

میں پسند کو محض ایک رسم کے طور پر ادا کیا جاتا ہے۔ مزید دلچسپ بات یہ ہے کے اس رسم میں چاہے لڑکی کو مار پیٹ کر اس کی رضامندی حاصل کی جائے تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ اور زیادہ تر لوگ اس بات سے آگاہ بھی ہیں کے سنت رسول اور قانون اسلامی میں لڑکی کی رضامندی ضروری ہے۔ اور وہ ایسا ظلم کر کے بھی رضامندی حاصل کرتے ہیں۔ بالغ لڑکا، لڑکی اپنی پسند اور مرضی سے دستور کے مطابق نکاح کر سکتے ہیں۔ قرآن وسنت اور تقریباً ہر ملکی قانون نے انھیں یہ حق دیا ہے، مگر ہمارے سماج نے نہ دیا یہی وجہ کورٹ میرج میں اضافے کا سبب بھی ہے۔

فصل دوم

کورٹ میرج و طلاق کے مقدمات

اسلام آباد میں ملک پاکستان کے تمام صوبوں اور زیر انتظام ریاست آزاد جموں و کشمیر کر لوگ بھی بستے ہیں اور یہاں کے کلچر میں تنوع اور رنگارنگ تہذیبی چھاپ موجود ہے۔ تمام بولیاں بولی جاتی ہیں۔ وفاقی اداروں میں ہر علاقے کا کوٹا ہونے کیوجہ سے لوگ تمام علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہاں کی آبادی (1.015) ملین ہے۔

1960 میں اس شہر کی بنیاد رکھی گئی اور کراچی سے دارالحکومت اسلام آباد منتقل کر دیا گیا۔ اسکی آبادی، میں نقل مکانی سے مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ جب سے اس شہر کو آباد کیا گیا، تیسری نسل یہاں پروان چڑھ رہی ہے۔ لوگوں کے باھمی میل جول اور متنوع پس منظر کیوجہ سے یہاں کا معاشرتی ڈھانچہ بھی ملک کے دیگر شہروں سے قدرے مختلف ہے۔

کورٹ میرج کا بڑھتا ہوا رجحان اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگ اپنے رسوم ورواج کو توڑ کر ایک نیامعیار مقرر کرتے ہیں۔ اور اسلام آباد میں یہی تبدیلی اس رجحان میں اضافے کا باعث ہے۔ بیسوں جامعات اور انکے کیمپس کے ماحول نے تعلیم کے ساتھ ساتھ معاشی حالات پر مثبت اثرات چھوڑے ہیں۔ جو ایک مردوعورت کے اپنے علاقائی ماحول سے انھیں قدرے مختلف سوچ اور فکر سے ہمکنار کرتے ہیں۔ نتیجتاً کورٹ میرج کا رجحان وفاقی دارالحکومت کا ایک فطری حصہ ہے۔ اس بندھن میں بسا اوقات جانچ پڑتال اس طرح نہیں ہوتی جس قدر ہماری مروجہ ارینج میرج کا ماحول ہے۔ جو بالآخر طلاق یا خلع پر منتج ہوتی ہیں۔ اسی طرح معاشی طور پر اکثر مردوخواتین آزاد ہوتے ہیں۔ اس باب میں جملہ پہلوؤں کو زمینی حقائق کے ذریعے سامنے لایا گیا ہے۔ جس میں تحقیق کے لیے سوالنامے اور انٹرویوز کو بطور آلہ کار استعمال کیا ہے۔

مذکورہ سوالنامے میں ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا جو زوجین کو، بچوں کو یا معاشرے کے دیگر افراد کو متاثر کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ایک مشکل مرحلہ ہے۔ جس میں سب سے پہلی مشکل یہ پیش آئی کہ اسلام آباد کے ثالثی کونسل کے موجودہ نکاح کے ریکارڈ سے یہ جاننا ممکن ہی نہیں تھا۔ کہ مندرج نکاح میں کورٹ میرج میں کتنے نکاح ہیں اور عام مروجہ طریقہ کار کے مطابق کتنے نکاح ہیں۔ اسی طرح اسلام آباد ثالثی کونسل سے طلاق و خلع کی صورت میں ریکارڈ میں بھی ایسی

تفرق ناممکن نظر آئی کہ کس طرح متعین کیا جائے کہ یہ جدائی کورٹ میرج کے بعد ہوتی ہے کہ عام طریقہ نکاح کے بعد ہوئی۔

مختلف وکلاء اور سول سوسائٹی کے افراد سے روابط کر کے اسکا حل یہ نکالا کہ کورٹ میرج کے ریکارڈر جسٹر سے افراد کا سراغ لگایا جائے اور اسکے بعد ان سے رابطہ کر کے سوالنامے کو مکمل کروایا جائے۔ اسی پر عمل کرتے ہوئے باون (52) سوالنامے تقسیم کیے گئے، جن میں سے (27) لوگوں سے سوالنامے جوابات کے ساتھ ہمیں جوابات کے ساتھ موصول ہوئے۔ اس قدر کمی کی ایک وجہ کورٹ میرج کا معاملہ انتہائی پرسنل زوجین اس پر بات کرنا ہی نہیں چاہتے۔ مزید جدید تکنیکی سہولیات کے ذریعے مقاصد تحقیق کے حصول کے لئے SPSS-Software کو استعمال کیا گیا ہے۔

کورٹ میرجز پر معلومات کا حصول

کورٹ میرجز کے طریقہ کار کو سمجھنے کے لیے ہم نے مختلف وکلاء کے چیمبرز کا دورہ کیا اور ان روابط سے مختلف معلومات اکٹھی کیں۔ البتہ لیگل ایڈ وائزز اسلام آباد کچہری نے ہمیں ایسی معلومات حاصل دی ہیں جو تمام دیگر ذرائع سے موجود کو شامل تھیں۔" الترکہ لیگل ایڈ وائزری اسلام آباد "نے ہمیں حسب ذیل فارم فراہم کیا۔

جدول نمبر ا: کورٹ میرج کا طریقہ کار

Court Marriage Procedure

How court marriage done in Pakistan?
Pakistani Constitution has given Right of Liberty to choose a person to marry with. We at Al Turka provide services to the youth so that their desires or need should be fulfilled through Court Marriage. There are many reasons to conduct Court Marriage. Some reasons are also responsible for rise of court marriage for example the late marriages, rise in education level and increased contact among the members of opposite sex etc.

Documents Needed:

- Both should have valid CNIC, in case if non-availability of CNIC, passport or Matriculation certificate. Form B also be use.
- There should be two marriage witnesses, in case you are unable to manage, we can help with that as well.
- Six passport size photos of the bride.
- Free will affidavit from Girl's side (We will prepare in our office).
- In case of 2nd marriage, a valid Divorce Certificate or Death Certificate of deceased partner.
- If bride have 2nd marriage then a 90 days period as Iddat necessary before 2nd Nikah.

Source: https://www.alturka.com/court-marriage-procedure-islamabad-pakistan/

کورٹ میرج کا طریقہ کار

- 18 سال دولہا اور دولہن یا اس سے زیادہ عمر کے ہوں۔
- دونوں کو شناختی کارڈ لانا ضروری ہے۔ اگر نہیں تو عمر کے ثبوت کے لئے فارم –بی یا میٹرک سرٹیفکیٹ وغیرہ ہونا چاہیئے۔
- ان کے پاس دو گواہ ہوں اگر نہیں ہیں تو وکلاء فیس کے بدلے انتظام کر دے گے۔
- اگر آپ اسلام آباد میں کوٹ میرج کریں گے تو آپ کو 6 عدد پاسپورٹ سائز فوٹو گراف اور باقی شہروں میں 2 عدد مہیا کرنے ہوں گے۔ اور لڑکی کی طرف سے freewill (رضامندی) کا اشٹام دینا ہو گا۔
- ایک اچھے وکیل کا انتخاب جو تمام عدالتی شادی کے طریقہ کار سے آگاہ ہو۔

- دوسری شادی کی صورت میں پہلی بیوی کی رضامندی کا یونین کونسل سے جاری کردہ سرٹیفکیٹ ضروری ہے۔
- اگر طلاق ہو چکی ہے۔ یا بیوی فوت ہو چکی ہے تو قانونی نوٹس کی کاپی ضروری ہوگی۔
- کسی غیر ملکی سے شادی کی صورت میں یا پاسپورٹ کی کاپی ضروری ہے۔

اسلام آباد میں کورٹ میر جز کی تعداد پر مصدقہ معین تعداد پر ڈیٹا کہیں موجود نہیں۔ اور رجسٹرار کے پاس بعض افراد کہیں اور کورٹ میرج کر کے بھی عدالت میں "امن" کی تلاش میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اسلام آباد ہائی کورٹ کے ایک وکیل خلیل الرحمان صاحب سے 4 فروری 2020 کو کچہری میں ملاقات کے دوران انھوں نے بتایا کہ اوسطاً 6-7 کیسز لو میرج رجسٹریشن کے مندرج ہوتے ہیں جو کہ ان کے گزشتہ دس سالہ تجربے کی روشنی میں ہیں۔ اسی طرح دیگر وکلاء نے بھی اوسطاً اس تعداد کی تصدیق کی ہے۔

اصل میں مسئلہ یہ ہے، کہ نکاح کی رجسٹریشن میں کہیں بھی یہ درج نہیں کیا جاتا کہ یہ شادی لو میرج، کورٹ میرج، یا ارینج میرج ہے۔ جسکی وجہ سے کورٹ میر جز کا تعین ایک مخصوص عدد کے ساتھ مشکل ہے۔ لیکن روزانہ کی بنیاد پر 6-7 کورٹ میرج کے کیسز درج ہوں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ اس کی اوسطاً (25) ورکنگ دنوں میں مجموعی طور پر (7*25=175) ماہانہ کی بنیاد پر کیس رپورٹ ہوں گے اور اسطرح سالانہ شرح (175*12=2100) تقریباً بنتی ہے۔

جدول نمبر ۲: عدالتی شادیوں کا تخمینہ

Daily Average روزانہ	Monthly Average ماہانہ	Yearly Average سالانہ
7	7*25=175	175*12=2100
Source: Author’s Estimated Calculations		

مذکورہ بالا تعداد اس مقالہ کو جمع کرتے ہوئے سوالنامے (Questionnaire) اور انٹرویوز (Interviews) میں بھی پیش نظر رکھی گئی، جس سے واضح ہے کہ تعداد سماجی دباؤ اور غیرت کے نام پر قتل جیسے واقعات کیوجہ سے اپنی وجہ سے مستقل رجحان (Constant Trend) پر قائم ہے۔

اسلام آباد میں دائر کردہ طلاق کے مقدمات میں کورٹ میرجز کا تناسب

اسلام آباد ثالثی کونسل کے ریکارڈ کے مطابق طلاق اور خلع کے کیسز کا ریکارڈ گذشتہ فصل میں جدول میں بیاں کیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہے۔ کہ ان کیسز میں یہ وضاحت موجود نہیں کہ زوجین میں جدائی سے قبل رشتہ ازدوج کورٹ میرج کے ذریعے یا رسمی طریقہ ازدواج کے مطابق قائم ہوا۔مزید کھوج لگانے پر ثالثی کونسل کے ذمہ داران نے بھی عدم علم کا اظہار کیا۔

بطور تحقیق کار ہم نے مختلف سماجی روابط اور وکلاء کی خدمات حاصل کر کے (52) ایسے زوجین کو منتخب کیا جن کا ازدوجی تعلق کورٹ میرج کے ذریعے قائم ہوا۔ اور پھر ناگزیر وجوہات کی بنیاد پر ان میں نباہ نہ ہو سکا۔ جس کے نتیجہ میں یا تو بیوی نے خلع کے لیے یا پھر خاوند نے طلاق کے لیے درخواست دائر کر دی۔ مختصر یہ کہ یہ ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ جس میں کوٹ میرج پھر اس پر طلاق یا خلع ہو اور ان سے سوالنامے (Questionnaire) مکمل کروا کے مقاصد تحقیق حاصل کرنا۔ اور بمشکل سے (26) سوالنامے مکمل کرنے میں ہم کامیاب ہوئے اور ان کی بنیاد پر تمام باعث کی گئی ہے۔

سوالنامے (Questionnaire) کا خاکہ

اس طریقہ تحقیق میں مختلف تین پہلوؤں سے کورٹ میرج کرنے والوں سے سوالات کیئے گے ہیں۔ سوالنامے (Questionnaire) کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے۔

عدالتی شادی کے حوالے سے زوجین سے سوالات

کیا عدالتی نکاح کی وجہ خاندانی یا معاشی مجبوری تھی؟

عدالتی نکاح کے بعد آپ کے ساتھ والدین کا ردعمل اچھا رہا؟

کیا آپ کی جان پہچان انٹرنیٹ پر ہوئی؟

آپ نے کچھ عرصہ شادی کو خفیہ رکھا؟

کیا والدین نے آپ کے خلاف کوئی قانون نہیں کروائی کی؟

کیا لڑکے نے آپ کو ہر طرح کا تحفظ دیا؟

کیا شادی کے بعد رویہ تبدیل ہوا؟
کیا آپ نے یا والدین نے عدالتی نکاح کے بعد ملاقات کی کوشش کی؟

عدالتی شادی میں طلاق کے حوالے سے سوالات

کیا آپ کی طلاق کے اثرات آپ کے بچوں پر پڑے؟
کیا طلاق کے آپ کی خاندانی زندگی پر برے اثرات پڑے؟
کیاکورٹ میرج کے بعد طلاق سے معاشرے میں آپ کا مقام مجروح ہوا؟
کیا آپ کی طلاق سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوا؟

بچوں کے حوالے سے سوالات

کیا بچے نفسیاتی طور پر اضطراب کا شکار ہوتے ہیں۔
کیا بچوں کے تعلیم کے حصول میں زوجین کی جدائی رکاوٹ بنتی ہے۔
کیا بچے جنسی استحصال کا شکار ہوتے ہیں۔

مواد اکٹھا کرنے میں مشکلات

مذکورہ بالا سوالنامے میں ان تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیا جو زوجین کو، بچوں کو یا معاشرے کے دیگر افراد کو متاثر کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ایک مشکل مرحلہ ہے۔ جس میں سب سے پہلی مشکل یہ پیش آئی کہ اسلام آباد کے ثالثی کونسل کے موجودہ نکاح کے ریکارڈ سے یہ جاننا ممکن ہی نہیں تھا۔ کہ مندرج نکاح میں کورٹ میرج میں کتنے نکاح ہیں اور عام مروجہ طریقہ کار کے مطابق کتنے نکاح ہیں۔ اسی طرح اسلام آباد ثالثی کونسل سے طلاق و خلع کی صورت میں ریکارڈ میں بھی ایسی تفرق ناممکن نظر آئی کہ کس طرح متعین کیا جائے کہ یہ جدائی کورٹ میرج کے بعد ہوتی ہے کہ عام طریقہ نکاح کے بعد ہوئی۔

مختلف وکلاء اور سول سوسائٹی کے افراد سے رابطہ کر کے اسکا حل یہ نکالا کہ کورٹ میرج کے ریکارڈ رجسٹر سے افراد کا سراغ لگایا جائے اور اسکے بعد ان سے رابطہ کر کے سوالنامے کو مکمل کروایا جائے۔ اسی پر عمل کرتے ہوئے باون (52) لوگوں میں سوالنامے تقسیم کیے گئے، جن میں سے (26) افراد سے سوالنامے جوابات کے ساتھ ہمیں موصول ہوئے۔ اس قدر کمی کی ایک وجہ کورٹ میرج کا معاملہ انتہائی پرسنل زوجین اس پر بات کرنا ہی نہیں چاہتے۔

ان وجوہات کی بنا پر بمشکل ہم نے مذکورہ بالا تینو ں پہلوؤں پر سوالات کے جوابات حاصل کئے اور حاصل شدہ مواد کو منظم طریقے سے (MS-Excel) فائل میں درج کیا تا کہ ایسے حاصل شدہ مواد کو انسانی رویوں اور سماج کی تحقیق کے لیے استعمال ہونے والے مشہور زمانہ (-SPSS Software) پر پرکھا گیا[1] اور مقاصد تحقیق کو حاصل کیا گیا۔ جو فصل چہارم میں تفصیل سے مندرج ہے۔

1 Verma, J. P. (2012). Data analysis in management with SPSS software. Springer Science & Business Media

فصل سوم

کورٹ میرج میں طلاق کا جائزہ/ تناسب

اسلام آباد میں طلاق، خلع، اور ایک سے زائد شادیوں کا ریکارڈ Local 2015 GOVT Act, کی رو سے آئین پاکستان کے آرٹیکل 32 اور 37(1) کے تحت ثالثی کونسل (Arbitration Council) کو دیتا ہے۔ جس کی رو سے تمام اختیارات کا طریقہ کار واضح کیا گیا ہے۔

وفاقی دارالحکومت (Islamabad Capital Territory -ICT) کی ویب سائیٹ کے مطابق جو کہ انٹرنیٹ پر دستیاب ہے جس میں واضح طور پر طلاق کو رجسٹر کروا کے سرٹیفکیٹ (Divorce Registration Certificate) کا طریقہ مرحلہ وار فراہم کیا گیا ہے۔

قانون کے مطابق ثالثی کونسل کو جب طلاق موصول ہوتی ہے، تو (Muslim Family Law Ordinance MFLO- 1961) کی روشنی میں تین ماہ (Cooling off Period) کے بعد باقاعدہ طلاق نامہ (Divorce Certificate) جاری کر دیا جاتا ہے اسلام آباد ثالثی کونسل کے دفتر سے حاصل کردہ معلومات کے مطابق سال 2010 سے 2019 تک طلاق اور خلع کے اعداد و شمار حسب ذیل ٹیبل نمبر (4) میں موجود ہیں۔

جدول نمبر ۳: طلاق کے رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کا طریقہ کار

ICTA
ISLAMABAD
CAPITAL TERRITORY
ADMINISTRATION

Divorce Registration Certificate

Divorce also known as dissolution of marriage is the termination of a marriage, the canceling and/or reorganizing of the legal duties and responsibilities of marriage, thus dissolving the bonds of matrimony between a married couple under the rule of law of the particular country and/or state.

In order to obtain a divorce Here is the step-by-step process:

Step-by-Step Process

- Appear before the arbitration council in personal
- Record Checking
- Data Entry
- Proof Reading
- Check out Proof Reading
- Final Print
- Signature by the Chairman Arbitration Council

Documents Required

- Orignal Divroce paper
- Copy of Divorce paper
- Copy of CNIC (Divorcer and Divorcee)
- Copy of CNIC of the Father of Divorcer and Divorcee

Note:-
All document should be in file cover.

Information Box

Dealing Authority:
Local Government

Relavant Law(s):
–

Address:
Agriculture Complex, G-11/4, Islamabad

Timings:
Monday – Friday
08:00AM – 04:00PM

Processing Fees:
Rs/- 250

Download Form(s):
–

Source: Official Website of Islamabad Capital Territory (ICT) Administration
http://ictadministration.gov.pk/services/divorce-registration/

ٹیبل نمبر (4) کے مطابق سال 2010 میں طلاق کی تعداد (64) تھی اور خلع کے (320) کیس ریکارڈ ہوئے اس سال جو سارے کیس ظاہر ہوئے، وہ (384) تھے۔سال 2011 کے مجموعی طور پر(424) کیس تھے جن میں طلاق کے (142) اور خلع کے (282) کیس درج تھے۔اگر ہم دونوں سالوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو مجموعی طور پر (40) کیسز کا اضافہ دیکھا گیا ہے۔ سال 2012 میں (448) کیس ریکارڈ ہوئے تھے جن میں (374) کیسز خلع کے تھے اور (174) کیسز طلاق کے کیسز درج تھے۔سال 2013 کے مطابق طلاق کی تعداد (213) تھی اور خلع کے (450) کیس ریکارڈ ہوئے اس سال مجموعی طور پر

(663) کیسز تھے۔ 2014 کے اعداد وشمار کے مطابق (430) کیسز سامنے آئے جن میں خلع کے (250) اور طلاق کے (180) کیسز تھے۔سال2015 کے مجموعی طور پر(169) ریکارڈڈ کیسز تھے جن میں طلاق کے (75) اور خلع کے (94) کیس درج تھے۔ اسی طرح سال 2016 کے اعدادوشمار کے مطابق 190 کیسز سامنے آئے جن میں (102) خلع کے اور (88) کیس طلاق کے منظر عام پر آئے۔ مزید سال 2017 میں (228) میں سے 104 طلاق کے اور 124 خلع کے کیسز کو فائل کیا گیا۔ سال 2018 کے اندر مجموعی طور پر(157) کیس ریکارڈ کئے گئے تھے جن میں طلاق کے (73) اور خلع کے (84) کیس درج تھے۔ بالآخر 2019 کے مطابق طلاق کی تعداد (65) تھی اور خلع کے (112) کیسز ریکارڈ ہوئے، اس سال مجموعی طور پر (177) کیسز سامنے آئے ہیں۔

جدول نمبر ۴ : طلاق کا ریکارڈ اور خلع کے کیسز

Year	Divorce	Khula	Total
2010	64	320	384
2011	142	282	424
2012	174	374	448
2013	213	450	663
2014	180	250	430
2015	75	94	169
2016	88	102	190
2017	104	124	228
2018	73	84	157
2019	65	112	177

اسلام آباد ثالثی کونسل کے ایک آفیسر ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب سے 22 جنوری 2020 بروز بدھ گفتگو میں انھوں نے بتایا کہ 2015 سے لے کر 2019 کے عرصہ میں خلع کے (

516)، طلاق کے (406) اور دوسری شادی کے (388) کیسز ہمیں موصول ہوئے اور ان پر قانونی کاروائی پوری کرنے کے بعد سرٹیفکیٹ جاری کیے گے۔ پروفیسر صاحب نے مجموعی طور پر ان طلاق و خلع کے واقعات پر اطمئنا ن کا اظہار کیا اور کہا کہ مغربی ممالک اور دیگر ایشیائی، افریقی اور مسلم ممالک سے یہ تعداد بہت کم ہے جسکی بنیادی وجہ ہمارا معاشرتی نظام اور گھریلو رسوم ورواج کے مطابق شادیاں ہیں۔ ان کے مطابق تو لومیرج اور کورٹ میرج کے بعد طلاق اور خلع کی تعداد زیادہ ہے۔ لیکن ہمارے پاس اسلام آباد ثالثی کونسل میں یہ ریکارڈ موجود نہیں ہوتا کہ جو خلع اور طلاق کا کیس ہے اس میں شادی معاشرتی رسم ورواج کے مطابق (Arrange Marriage) تھی، محبت کی شادی (Love Marriage) تھی یا کہ عدالتی نکاح (Court Marriage) تھی۔ انفرادی سطح پر اسکی جانچ کی جاسکتی ہے۔ جو آپکے مقاصد تحقیق کے مطابق ہو۔

عدالتی شادی میں طلاق کا تجزیاتی سوالنامہ اور نتائج

کورٹ میرج کی صورت میں بندھن اور اسکے بعد طلاق سے پیدا ہونے والی صورتحال کو مختلف تجزیاتی سوالوں اور جوابات کی صورت میں اس تجزیاتی سوالوں اور جوابات کی صورت میں فصل چہارم میں واضح کیا گیا ہے۔ تفصیلی سوالنامہ گزشتہ فصل سوم میں واضح کیا گیا۔ جو مختلف پہلوؤں کو شامل ہے جس میں زوجین کی ذاتی زندگی، اجتماعی زندگی اور بچوں پر جائزہ لیا گیا ہے۔ ہم نے 26 سوالناموں کے جوابات وصول ہونے کے بعد انھیں MS – Excel میں پُر کیا۔ بعد ازیں SPSS کے ذریعے بنیادی ڈھانچہ عمر اور جنس کے اعتبار سے درج کیا ہے۔ جسے Demographic تجزیہ کہتے ہیں۔ مزید بر آں سوالات کو ایک مخصوص ترتیب سے درج کیا ہے۔ اور ان پر ہر ایک کے نتائج کو بھی درجہ بدرجہ تجزیاتی طور پر بیان کیا ہے۔

عدالتی شادی کے حوالے سے زوجین سے سوالات

SPSS کے نتائج کے مطابق سوالنامے میں موجود 26 سوالوں کے جوابات میں عمر اور جنس کی جانچ کی گئی کہ جواب دہندہ کی عمر کیا ہے اور وہ مرد ہے یا پھر عورت ہے۔ ٹیبل نمبر 6 کے مطابق (26) افراد میں سے 57.7% لوگوں کی عمر 20- 30 سال کے درمیان ہے۔ جبکہ 42.3% افراد کی عمر 31-40 سال کے درمیان ہے۔ اول الذکر کا زیادہ ہونا اس وجہ سے کم از کم (18) برس کی عمر نکاح کے لیے ضروری اور فوراً ہی اگلے چند سالوں میں جب جذباتی لگاؤ میں کمی آتی ہے تو زوجین سماج کی مخالفت اور دیگر غیر یقینی فضا کا سامنا نہیں کر پاتے۔ جو

بالآخر طلاق یا خلع پر اپنے تعلق کا خاتمہ کر لیتے ہیں۔ 31- 40 سال کی عمر ایک معتدل مزاجی کی عمر ہوتی ہے جس میں جدائی کی شرح کم ہے۔ جس میں سب سے بڑا عامل اولاد کی ذمہ داری ہے جسکی وجہ سے تمام تر تفاوت کے باوجود زوجین زندگی کا پہیہ بادل نخواہ بھی چلاتے ہیں۔

جدول نمبر ۵: جواب دہندؤں کی عمر؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	20-30	15	57.7	57.7	57.7
	31-40	11	42.3	42.3	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

ٹیبل نمبر 7 میں جوابات دینے والے افراد کی جنس کا تجزیہ کیا گیا اور آراء لینے سے پہلے دونوں مرد و خواتین کو نمائندگی دی گئی تاکہ تجزیہ غیر جانبدار رہے۔ (26)جوابی کاپیوں میں سے (17)خواتین اور مرد (9) حضرات شامل ہیں۔ عمومی طور پر مرد حضرات اپنے زندگی کے ماضی کے تلخ تجربات چھپاتے ہیں اور اگر نئی شادی بھی کر لیتے ہیں اور وہ نئی زندگی میں منہمک ہو جاتے ہیں اور کم جوابات دیتے ہیں، جبکہ ہمارے معاشرتی رویوں کی وجہ سے خواتین کو طلاق کے بعد دوسری شادی کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔خواتین اپنے دکھ و درد کو باٹنے کے لیے زیادہ جوابات دیتی ہیں اور اپنے دکھ کا شریک **65.4%** سمجھ کر زندگی کی تلخیاں بیان کرتی ہیں۔ اس فطری تفاوت کیوجہ سے خواتین کے جوابات مرد حضرات کے **34.4 %**ہیں حالانکہ سوالنامے تقریباً ہر دو اجناس میں برابر تقسیم کیے گے۔

جدول نمبر ٦: جواب دہندؤں کی جنس؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	male	9	34.6	34.6	34.6
	female	17	65.4	65.4	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا عدالتی نکاح کی وجہ خاندانی یا معاشی مجبوری تھی ؟

زوجین سے عدالتی نکاح کی معاشی یا خاندانی مجبوری کو جاننے کے لیے سوال کے جوابات کو ٹیبل نمبر 8 میں درج کیا گیا ہے۔ تجزیاتی اعداد کی روشنی میں 69.2 % افراد نے عدالتی نکاح کو معاشی یا خاندانی مجبوری قرار دیا جو ایک بدیہی حقیقت ہے۔ بسا اوقات معاشی کسمپرسی انسان کو کفر و نفاق تک لے جاتی ہے۔ دوسرا مختلف خاندانوں میں گھٹن بھی ایسے مسائل کو جنم دیتی ہے۔ یہ گھٹن مادی مفادات جائیداد کی تقسیم، خاندانی انا اور فرسودہ روایات کی صورت میں مختلف خاندانوں میں واضح ہے۔ جس پر بطور شہادت CR 1/2018 Against Interim Order جیسا مشہور کیس Mr. Justice Fiaz Ahmad Anjum Jandran, Islamabad High Court، کی عدالت سے واضح موجود ہے۔ موجودہ اعداد شمار کے مطابق یہ ہی معاشی و معاشرتی مجبوریاں ایک بڑی تعداد کے کورٹ میرج کی وجہ بنی ہیں۔ جبکہ ٪ 30.8 مرد و خواتین کے معاشی و خاندانی مجبوری کا انکار کیا ہے اور اس فیصلہ کو دیگر وجوحات سے منسلک کیا ہے۔

جدول نمبر ۷ : عدالتی نکاح کی وجہ خاندانی یا معاشی مجبوری ؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	yes	18	69.2	69.2	69.2
	no	8	30.8	30.8	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

عدالتی نکاح کے بعد آپ کے ساتھ والدین کا ردعمل اچھا رہا؟

سماجی طور پر مروجہ طریقہ نکاح سے بغاوت کر کے عدالتی نکاح کی صورت میں والدین کا ردعمل ٹیبل نمبر (9) میں شماریاتی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ان اعداد کے مطابق 69.2% والدین کا ردعمل سخت ناگواری کی صورت میں ظاہر کیا گیا جو کل (26) جوابات میں سے (18) پر مشتمل ہے۔ جبکہ جن والدین نے ایسے کورٹ میرج اقدامات پر مثبت رویہ اپنایا وہ

(26) میں سے (8) ہیں۔ دونوں رویوں کا تجزیاتی مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہے کہ ایسے عدالتی نکاح کی حوصلہ شکنی کرنے والے والدین کی تعداد دوگناہ سے بھی زیادہ مختلف وجوہات کی بنیاد پر ہے۔ایسے کسی بھی اقدام پر متہم والدین کو کیا جاتا ہے۔کہ انکی ترتیب کے نقائص ہی یہاں تک اولاد کو لے آئے کہ جنھوں نے یہ اقدام کر ڈالا۔مزید والدین اپنی دیگر اولاد کے مقام کے بارے بھی فکرمند ہوجاتے ہیں۔والدین ایسے عدالتی نکاح کے بندھن کو خوشگواری سے قبول نہیں کرتے۔[1] اور والدین ایسی اولاد سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔ جس پر بطور دلیل(خاندانی معاملات) W.P. 312/2018 Family Matter جیسا کیس ہے۔ جو M. I (Male)-VS-Mst. A. M. (Female) and another کے درمیان ہے۔ جس سے واضح ہے کہ والدین ایسے عدالتی نکاح کے بندھن کو خوشگواری سے قبول نہیں کرتے اور اولاد تک قریبی تعلق کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔

جدول نمبر ۸: عدالتی نکاح کے بعد والدین کا ردِ عمل ؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	1.00	8	30.8	30.8	30.8
	2.00	18	69.2	69.2	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا آپ کی جان پہچان انٹرنیٹ پر ہوئی ؟

ذرائع مواصلات کے تبدیل ہونے سے افراد معاشرہ میں روابط بھی مختلف انداز سے پیدا ہوتے اور ٹوٹتے نظر آتے ہیں۔زوجین میں عدالتی نکاح تک پہنچنے سے قبل یہ جاننے کی کوشش کی گئی کہ ان میں ابتدائی رابطہ انٹرنیٹ پر ہوا یا کہ دیگر سماجی میل جول کے موقع پر ہوئی۔ جس میں خاندانی یگانگت ، ہم جماعت ہونا ، یا کوئی اور ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو اکثریت ثانی الذکر ذریعہ تعلق قرار دیکر (84.6%) کا عدد حاصل کیا جبکہ انٹرنیٹ کے ذریعے صرف (15.4%) افراد کا رابطہ پہلی بار ہوا جو کہ کورٹ میرج تک پہنچا۔ اسکی وجہ انٹرنیٹ کا کم استعمال بھی ہے

1۔ڈاکٹر محمد شفیق، طلاق کے دینی ومعاشرتی اثرات، (بشام، مکتبہ الیمان 2018، ص123

اور جو استعمال کرتے ہیں ان میں اکثریت کسی سے بنے تعلق کو دیگر تلذذ کے ذرائع کے لیے استعمال کرتے ہیں [1]، بہت کم صورتیں ہیں جو اس قدر سنجیدہ ہو جائیں کہ بات کورٹ میرج تک پہنچ جائے۔ اس لئے (26) میں سے (4) افراد کا تعلق انٹرنیٹ پر قائم ہوا جبکہ اکثریت 22 کا تعلق دیگر ذرائع سے قائم ہوا ہے۔

جدول نمبر ۹: کیا آپ کی جان پہچان انٹرنیٹ پر ہوئی؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	1.00	4	15.4	15.4	100.0
	2.00	22	84.6	84.6	84.6
	Total	26	100.0	100.0	

آپ نے کچھ عرصہ شادی کو خفیہ رکھا؟

اس سوال کے جواب میں 80.8% افراد نے "ہاں" میں جواب دیا۔ جبکہ 19.2 % افراد نے " نہیں " میں جواب دیا۔ ایک بڑی تعداد کورٹ میرج کو خفیہ رکھنے کی جانب مائل نظر آئی کیونکہ ایسے عمومی رواج سے ہٹ کر طریقہ نکاح میں کافی خدشات ہوتے ہیں، جن سے پہلو تہی کے لیے زوجین کورٹ میرج کو خفیہ رکھتے ہیں جبکہ بہت کم تعداد ایسی پائی گئی جنھوں نے زمینی حقائق کو مانتے ہوئے عدالتی نکاح کو خفیہ نہیں رکھا۔ یہ فیصلہ ہر فرد کے گردونواح کے ماحول پر منحصر ہوتا ہے یا خاندان کے افراد کے روابط سے بھی ہوتا ہے کہ وہ کس طرح اس نئے بندھن کا کھوج لگاتے ہیں۔ مزید اپنے آبائی علاقے سے کتنے دور جاکر لڑکے ،لڑکی کورٹ میرج کی ہے۔ کیونکہ مروجہ قانون کے مطابق کہیں سے بھی ایسے نکاح کو رجسٹرڈ کروایا جا سکتا ہے۔ اگر قریب کی کورٹ میں نکاح رجسٹر ہو تو جلد جبکہ دور کی کورٹ کا قدرے طویل عرصہ کے بعد پتا چلتا ہے۔ تاھم ہمارے نمونہ تحقیق میں (26) میں سے (21) افراد نے عدالتی نکاح کو خفیہ رکھا جبکہ (5) نے واضح کر دیا۔

---

1 Bellou, The impact of Internet diffusion on marriage rates, 265-297.

جدول نمبر ۱۰ : آپ نے کچھ عرصہ شادی کو خفیہ رکھا؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	1.00	21	80.8	80.8	80.8
	2.00	5	19.2	19.2	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا والدین نے آپ کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی؟

کورٹ میرج کرنے والے جوڑے کے اکثریتی والدین نے اپنی اولاد کے خلاف عدالتی چارہ جوئی سے پہلو تہی کی جو (26) میں سے (20) ہیں۔ جبکہ فقط (6) عدالتی نکاح ایسے ہیں کہ جن کے والدین نے اپنی اولاد کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جو سعی لا حاصل ثابت ہوتی ہے۔ جس پر شاہد 25 جولائی 2014 کو اسلام آباد ہائی کورٹ درج کردہ کیس ہے۔ جس میں والدین کی اپنی اولاد کے خلاف قانونی چارہ جوئی میں ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا،[1] کیونکہ پاکستانی قانون ہر مرحلہ پر ایسے جوڑوں کو نہ صرف جواز فراہم کرتا ہے بلکہ اُن کو دارالامان میں پناہ بھی دیتا ہے۔ پس اس مذکورہ سیاق وکلام کی وجہ سے اکثریت والدین ایسے عدالتی نکاح میں اپنی اولاد کے خلاف کسی بھی قانونی چارہ جوئی کو وقت اور پیسے کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ اس لئے 76.9% زوجین کے والدین نے ان سے تعرض نہیں کیا۔

جدول نمبر ۱۱ : کیا والدین نے آپ کے خلاف کوئی قانونی کاروائی نہیں کی؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	1.00	6	23.1	23.1	23.1
	2.00	20	76.9	76.9	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا لڑکے نے آپ کو ہر طرح کا تحفظ دیا؟

1. Writ Petition 3629/2014, G. A VS S. A., etc, MON 23-01-2017 (A)

کورٹ میرج کے بعد اکثر زوجین اپنی خاندانی حمایت سے محروم ہوجاتے ہیں اور انھیں ایک دوسرے کے باہم تحفظ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہوتا لیکن یہ ایک قابل افسوس پہلو ہمارے تجزیاتی مطالعہ میں آیا کہ (26) سے(23) زوجین ایک دوسرے کو تحفظ دینے میں ناکام نظر آئے اور بقیہ زندگی یا تو اضطراب وجبر میں گزری یا پھر خلع وطلاق کی صورت میں جدائی کی صورت میں منتج ہوئی۔

یہ ایک ایسا تاریک پہلو ہے کہ کورٹ میرج بذات خود ایک معاشرتی بغاوت کا شاخسانہ ہے اور مزید یہ کہ جس سے وفائیں نبھانے کیلئے عدالتی نکاح کیا وہ تحفظ دینے سے قاصر رہا۔ اور ہمارے اس حاضر تجزیہ کے مطابق صرف(3) جوڑے ایک دوسرے کو تحفظ دیتے ہوئے "ہاں" کے خانے میں پائے گئے۔ یہ ایک بدترین حقیقت بھی ہے کہ وقتی جذبات میں عدالتی نکاح تو ہوجاتے ہیں لیکن جب کچھ عرصہ بعد جذباتیت دور ہوتی ہے تو بہت سے عوامل اور خدشات کی بنیادپر زوجین میں سے ہر ایک دوسرے برا بھلا کرتے دکھائی دیتے ہیں،[1] یہ رویہ باہمی اعتماد و تحفظ کی روشنی میں 88.5% مرد وعورت ایک دوسرے کو عدالتی نکاح کے بعد عملی زندگی میں تحفظ دینے میں ناکام نظر آتے ہیں۔

جدول نمبر ۱۲ : کیا لڑکے نے آپ کو ہر طرح کا تحفظ دیا ؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	3	11.5	11.5	11.5
	No	18	88.5	88.5	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا شادی کے بعد رویہ تبدیل ہوا؟

ٹیبل نمبر (14) کورٹ میرج کے بعد زوجین کے باہم رویے کی جانچ کرتا ہے۔ ہمارے موصول جواب ناموں کی روشنی میں 76.9% مرد وعورت میں رویوں کی تبدیلی کی شکایت کی ہے۔ جبکہ 23.1% زوجین مستقل مزاجی پر برقرار نظر آئے ہیں۔

1۔ محمد بن عبد اللہ المالکی الخرشی، **شرح مختصر خليل للخرشي**،(القاهرة،دار الحديث،۲۰۰۴)۷۲

"لو میرج" میں اکثریتی جوڑے زندگی کے شب و روز ایک دوسرے پر گلے شکوے میں گزارتے ہیں کہ جو تم نے قبل از شادی وعدے کئے وہ تشنہ تکمیل ہیں۔ کورٹ میرج بھی "لو میرج" کی انتہائی آخری کیفیت ہے جس میں رویے کی تبدلی کا شکوہ اسی سیاق کا مظہر ہے۔ بنیادی طور پر قبل از رشتہ ازدواج میں سُہانے خواب ہوتے ہیں، جنہیں اب بعد از شادی حقیقی زمینی حقائق کی روشنی میں عملاََ تعبیر کرنا ہوتا ہے۔ جو پورے نہیں کئے جا سکتے[1] اور بالآخر رویوں کی تبدیلی کے شکوے (26) میں سے (20) افراد کرتے۔ ٹیبل نمبر (14) میں دکھائی دیتے ہیں۔

جدول نمبر۱۳ : کیا شادی کے بعد رویہ تبدیل ہوا؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	yes	20	76.9	76.9	76.9
	no	6	23.1	23.1	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا آپ نے یا والدین نے عدالتی نکاح کے بعد ملاقات کی کوشش کی؟

یہ سوال والدین اور اولاد کے فطری لگاؤ کا عکاس ہے کہ جس میں کورٹ میرج کے باوجود اولاد کا والدین اور والدین کا اولاد کی طرف جھکاؤ افراد نے باہم والدین و اولاد کی ملاقات کی کوشش کی تصدیق کی جبکہ 7.7% افراد میں ایسا طبعی میلان مفقود نظر آتا ہے۔ البتہ غیرت کے نام پر قتل کا خدشہ والدین کی ملاقات کے خواہش کے بعد بھی موجود رہتا ہے کیونکہ دیگر افراد خاندان اس قسم کے معاملات میں اجماعی آبرو کو دیکھتے پس 92.3% ملاقات رجحان کے باوجود ابھی خطرات منڈلا رہے ہیں جو کسی بھی وقت عدالتی نکاح کے بندھن میں جڑے ان افراد کی زندگی کو گل کر سکتے ہیں۔

1. Qurashi, Muslim Law of Marriage and Divorce & Maintenance, 86

جدول نمبر ۱۴ : کیاآپ نے یا والدین نے عدالتی نکاح کے بعد ملاقات کی کوشش کی؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	24	92.3	92.3	92.3
	No	2	7.7	7.7	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیاآپ کی طلاق کے اثرات آپ کے بچوں پر پڑے ؟

بچوں پر طلاق /خلع کے اثرات کے حوالے سے (26) میں (14) افراد نے "ہاں" میں جواب دیا جو صاحب اولاد افراد کا ایک فطری جواب ہے کیونکہ نونہالان چمن ابھی بہاروں کے عادی ہوتے اور ماں باپ کی جدائی کی صورت میں چلتی ہوتی باد صَر صَر ان سے معصومانہ بانکپن چھین لیتی ہے جو تربیت کے زینوں کو بری طرح متاثر کر دیتی ہے جس کا مداواہ پوری زندگی ممکن نہیں۔[1] جبکہ (12) افراد نے "نہیں" میں جواب دیا۔ ممکنہ طور پر ان کے ہاں یا تو اولاد نہیں ہوگئی یا پھر منظم مشترکہ خاندانی نظام بھی متوقع ہے جس سے بچوں کی تربیت اس قدر متاثر نہیں ہوتی جس طرح اکیلئے رہنے والا ایک خاندان متاثر ہوتا ہے۔

جدول نمبر ۱۵: کیاآپ کی طلاق کے اثرات آپ کے بچوں پر پڑے ؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	yes	14	53.9	53.9	53.9
	no	12	46.1	46.1	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیاطلاق کے آپ کی خاندانی زندگی پر برے اثرات پڑے؟

ایک فرد کو انفرادی طور پر جانچنے کے لئے کہ طلاق نے اسکی خاندانی زندگی کو کیسے متاثر کیا۔ ہم نے اپنے سوالناموں کے جوابات میں شماریاتی ریکارڈ ملاحظہ کیا تو 69.2% لوگوں نے

1. Fagan, The effects of divorce on children, 1-48.

اعتراف کیا کہ وہ خاندنی زندگی میں متاثر ہوئے ہیں۔ جو حقیقت پر مبنی جواب ہے کہ قدرت کے بنائے ہوئے خاندان کا شیرازہ بکھرنا ہر دو میاں اور بیوی کو مختلف حادثات سے دوچار کرتا ہے۔ جبکہ 30.8% جوابات نے اسکا انکار کیا کہ ان کی خاندانی زندگی متاثر ہوئی، ممکنہ طور پر ایسے افراد کیلئے نئے بندھن کے انتظامات موجود ہوں گے کہ اس پہلی جدائی کے بعد وہ اپنے آپ کو پرونا چاہتے ہوں گے اور نسبتاً دوسرے بندھن سکون واطمانیت زیادہ ہو گا کہ انھیں پہلی جدائی سے خاندانی زندگی متاثر محسوس ہو۔[1] کیونکہ طلاق کی مشروعیت میں حکمت بھی یہی ہے کہ اگر زوجین مطمئن نہیں تو بجائے پوری زندگی بوجھ بننے کے وہ الگ ہو جائیں اور اپنے مزاج و ماحول کے مطابق نیا جوڑ قائم کر سکیں۔[2]

جدول نمبر ۱۶: طلاق کے آپ کی خاندانی زندگی پر برے اثرات پڑے؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	18	69.2	69.2	69.2
	No	8	30.8	30.8	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا کورٹ میرج کے بعد طلاق سے معاشرے میں آپ کا مقام مجروح ہوا؟

کورٹ میرج کے بعد طلاق سے ایک فرد کے معاشرے میں مقام پر اثرات کے حوالے سے مختلف جوابات موصول ہوئے۔ (26) سوالناموں میں سے (20) کے جوابات نے تصدیق کی کہ ان کا مقام و مرتبہ معاشرے میں بری طرح مجروح ہوا۔ جبکہ 6 کے جوابات میں معاشرتی مقام کے مجروح ہونے کو ماننے سے انکار کیا گیا۔ بادی النظر تو اکثریت کا جواب قرین قیاس ہے۔ کہ کورٹ میرج اور اس پر مستزاد طلاق کا فعل قبیح ایک فرد کے معاشرتی مقام کو مجروح کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔[3] لیکن 23.1% کا مؤخر الذکر جواب نا قابل فہم ہے۔ ممکنہ طور

1. 1۔ ابو بکر بن مسعود ،الکاسانی , **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**،(بیروت، دارالکتب العلمیة ، ۱۹۸۶) ۱۸۹۔۱۹۹

2. Lansford, Parental divorce and children's adjustment, 140-152.

3. Shaukat, Commentaries on the muslim woman, 34.

پر یہ افراد یا تو معاشرتی مقام و مرتبہ سے عاری ہیں یا پھر لوگوں سے مجالست سے پہلو تہی کرتے ہیں کہ انھیں لوگوں میں جا کر نہ کسی نے محسوس کروایا اور نہ ہی انہوں نے خود محسوس کیا کہ ان کا معاشرتی مقام مجروح ہوا ہو۔ ایک اور توجیہہ یہ بھی ہے کہ ایسے افراد کسی نئی جگہ آباد ہونے کے برابر ہو کہ جس کا مجروح ہونا ان کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

جدول نمبر ۱۷: کورٹ میرج کے بعد طلاق سے معاشرے میں مقام مجروح ہوا؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	20	76.9	76.9	76.9
	No	6	23.1	23.1	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا آپ کی طلاق سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوا؟

انسان ایک معاشرے کے مختلف معاھدات و روایات سے جڑا ہوا ہے۔ اسکا کوئی بھی عمل دیگر منسلک طبقات کو برابر متاثر کرتا ہےاور ہم نے اپنے تجزیاتی شماریات میں (25) مرد وعورت کے مطابق مذکورہ بالا حقیقت کی تصدیق پائی کہ جن کے مطابق کورٹ میرج کے بعد طلاق نے معاشرے میں بگاڑ پیدا کیا جس سے دیگر افراد معاشرہ بھی بری طرح متاثر ہوئے اور صرف ایک فرد نے "نہیں" میں جواب دیا۔ سپریم کورٹ اسلام آباد کا انسانی حقوق پر کیس نمبر P/10-5466 اول الذکر کی تصدیق کرتا ہے جس کے مطابق کورٹ میرج کے بعد طلاق نے معاشرے میں بگاڑ پیدا کیا جس سے دیگر افراد معاشرہ بھی بری طرح متاثر ہوئے۔[1]

ہمارے ذاتی نقطہ نظر میں اکثریت کا جواب معاشرے کے اکثریتی طبقے کا حقیقی ترجمان ہے۔ اس پر مزید تائید حدیث نبوی میں ہے کہ جس کی رو سے طلاق کو مشروع کرتے ہوئے اس

---

1. Human Rights Cases of Miscellaneous Category Disposed of by supreme Court on 6.04.2010

"ابغض الحلال" قرار دیا گیا۔[1] کیونکہ رسول کریم ﷺ جس وحدت و یگانگت کی طرف معاشرے کو لانا چاہتے تھے یہ جدائی کا فعل اس اخوت و معاشرے کے لیے زہر قاتل ہے۔[2] طلاق سے معاشرتی بگاڑ ایک بدیہی حقیقت ہے جس کا ترجمان (96 %) ہاں جواب ٹیبل نمبر (18) میں واضح ہے۔

جدول نمبر ۱۸: کیا طلاق میں معاشرے پر بگاڑ پیدا ہوا؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	25	96.1	96.1	96.1
	No	1	3.9	3.9	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا بچے نفسیاتی طور پر اضطراب کا شکار ہوتے ہیں؟

ماں باپ میں جدائی ہو اور بچے پروان چڑھتے ہوئے نفسیاتی اضطراب کا شکار نہ ہوں یہ ممکن ہی نہیں۔ ٹیبل نمبر 19 کے مطابق (84.6%) مرد و خواتین نے مذکورہ بالا حقیقت کی تصدیق کی ہے کہ انھوں نے بچوں کا اضطراب اور نفسیاتی ہیجان اس صورت میں واضح پایا ہے۔ جبکہ (15.4%) افراد نے اس پہلو کو "نہیں" سے پر کیا ممکنہ طور پر وہ ابھی صاحب اولاد نہیں ہوئے ہوں گے و گرنہ اس سانحہ جدائی کے بعد بچوں کا نفسیاتی ہیجان اظہر من الشمس ہے جس سے کوئی بھی گوشت پوشت سے بنا فرد انکار نہیں کر سکتا۔

لین فورڈ (2006) نے درج کیا ہے:

> بچوں کا یہ ہیجان اور عدم تحفظ کسی بھی اور رشتے کی مدد سے ختم نہیں کیا جا سکتا جس کے آنے والی زندگی میں دور رس نتائج سامنے آتے ہیں۔ بچے کی شخصیت کے پروان چڑھتے ہوئے ایسے واقعات ناہمواریوں کا سلسلہ پیدا

1۔ ابن القیم الجوزی ، تهذيب السنن ،(بیروت، دار المعرفة، بیروت، تحقیق محمد حامد الفقی، دار الكتب العلمية، ۱۹۹۱)۳۴۷

2. Rapoport, Marriage, money and divorce in medieval Islamic society, 149.

کرتے ہیں اور نفسیاتی اضطراب بچوں کو اندر سے بری طرح توڑ کر رکھ دیتا ہے۔[1]

جدول نمبر ۱۹: نفسیاتی اضطرابی کا شکار					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	22	84.6	84.6	84.6
	No	4	15.4	15.4	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا بچوں کے تعلیم کے حصول میں زوجین کی جدائی رکاوٹ بنتی ہے؟

انسانی عقل کی حفاظت کے مقصد شرعی کیلئے ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی تعلیم کو جزو لا ینفک قرار دیتے ہیں۔[2] زوجین کی جدائی سے بچوں کی تعلیم پر اثرات کے حوالے سے سوال پر (26) میں سے (16) جواب نامے تصدق کرتے دکھائی دیتے ہیں جب کہ (10) نے "نہیں" میں جواب دیا۔

اول الذکر جوابات اکثریت (61.6٪) کی نمائندگی کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ ایک لوگ ہیں جن کے بچے تعلیم کے حصول کے زینے طے کر رہے ہیں اور وہ اس حقیقت کو بڑے قریب سے دیکھ سکتے ہیں کہ زمینی حقائق کے طور پر میاں بیوی کی جدائی کس طرح بچوں کے تعلیم کے حصول کو متاثر کرتی ہے۔[3] جب کہ جن اقلیتی تعداد میں لوگوں نے ان اثرات کا انکار کیا اس میں ان کا اپنا تعلیمی لیول اور صاحب اولاد ہونا بھی محل نظر ہے جس کا تعلیم و

---

1 Lansford, Trajectories of internalizing, externalizing, and grades for children who have and have not experienced their parents' divorce or separation, 292.

2۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، **مقاصد شریعت**، (اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی اسلامک یونیورسٹی، 2013) ۱۲۱

3. Verna , The impact of parental divorce on children's educational attainment, marital timing, and likelihood of divorce, 797-809.

تعلّم سے لگاؤ اور اولاد کے ساتھ زندگی گزار رہا ہو وہی جدائی کی صورت میں اسکے اثرات کا درست ادراک کر سکتا ہے۔[1] ایک زمینی حقیقت کے طور پر میاں بیوی کی جدائی کس طرح بچوں کے تعلیم کے حصول کو کیسے متاثر کرتی ہے، سپریم کورٹ نے (ر)بی بی کے معاملے میں daily "News Mart" کی خبر پر 22.02.2010 کو فوری عمل (Sou Moto)کیا اور بچوں کے بنیادی حقوق کو اجاگر کیا۔(2)

جدول نمبر ۲۰: کیا بچوں کے تعلیم کے حصول میں زوجین کی جدائی رکاوٹ بنتی ہے؟					
		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	16	61.6	61.6	61.6
	No	10	38.4	38.4	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

کیا بچے جنسی استحصال کا شکار ہوتے ہیں؟

جب والدین کی شفقت کا سائباں موجود ہو تو سارے سورجوں کی مدتیں رک جاتی ہیں لیکن اسی سائبان میں سوراخ ہو جائیں تو پھر تمام تند و تیز ہوائیں طناب خیمہ کو کھول کر دیتی ہیں۔ اسی سیاق کلام ہیں جب سوالناموں میں بچوں پر جنسی پہلو کو لیا گیا اور اس پر طلاق کے اثرات کے حوالے سے جوابات اس میں ڈھونڈے گے تو(15)افراد نے اپنے بچوں کو متاثرین میں پایا اور اعتراف کیا کہ جہاں اس جدائی سے بچوں کے نفسیاتی مسائل پیدا ہوتے ہیں وہاں وہ جنسی طور

1۔طاہر محمود، **مسلم پرنسپل لاء کے تحفظ کا مسئلہ**،(نئی دہلی ،جامعہ ملیہ اسلامیہ،ذاکر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز۔۲۰۰۷)۱۴۵

2. Human Right/Public Importance/Kidnapping for Murder/Encroachment/ Human Liberty/ Missing Persons & Environmental Case, Case No. H.R.C.5466-P/2010

پر بھی غیر محفوظ ہو جاتے ہیں۔[1] باقی (11) افراد نے اس پہلو کو صحیح طرح سے جانچنے میں کوتاہی برتی یا پھر معلومات کو چھپایا۔ ممکنہ طور پر وہ اس مرحلہ میں ابھی داخل ہی نہ ہوئے ہوں۔

اکثریت کے جوابات موجودہ دور کی حقیقی تعبیر ہیں جسکی واضح مثال زینب قتل کیس قصور لاہور ہے جو کہ والدین کے ہونے کے باوجود جنسی حراست وخوف سے بڑھ کر قتل ہو گئی۔ اگر یہ سائبان شفقت نہ ہو تو بدرجہ اولیٰ ایسی جنسی جرائم کے مواقع ناسوروں کو ملتے ہیں۔

مزید اقوام متحدہ کے ادارے UNHCR کے سربراہ نے ان الفاظ میں بچوں کے جنسی استحصال کو ذکر کیا ہے:

The Chairman of the National Commission for Human Rights (UNCHR), Justice (Retd) Ali Nawaz Chowhan also addressed the gathering and said, "With the recurring incidence of child abuse, one can see the importance of this workshop. We need a concerted effort as we see the children being exploited and abused in the country. This is very unfortunate. It falls on the civil society and organisations such as UNICEF to take up the leadership of a big movement for the protection of our children and NCHR will fully support it." [2]

ہمارے شماریاتی تجزیہ کے مطابق طلاق کے بچوں کی جنسی زندگی پر منفی اثرات کی تصدیق ہمارے سماج کو اس طلاق کے کلچر کو روکنے کیطرف توجہ دلاتی ہے تاکہ معاشرے میں نونہالوں کی بہارین چمن کو پر رونق رکھیں۔

جدول نمبر ۲۱: کیا بچے جنسی استحصال کا شکار ہوئے؟

		Frequency	Percent	Valid Percent	Cumulative Percent
Valid	Yes	15	57.7	57.7	57.7
	No	11	42.3	42.3	100.0
	Total	26	100.0	100.0	

1. Hess, Post-divorce family relationships as mediating factors in the consequences of divorce for children, 79-96
2. Workshop on countering child abuse commences in Islamabad, 13 March 2018, by Abdul Sami Malik, Communication Specialist, UNICEF Pakistan.

خلاصہ بحث

اس باب کی چار فصول میں وفاق کے تناظر میں کورٹ میرج کے بعد طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحان کو مختلف پہلوؤں سے تجزیاتی اعتبار سے دیکھا گیا ہے۔ فصل اول میں اسلام میں کورٹ میرجز کی تعداد کا احاطہ کیا گیا ہے اور فصل دوم طلاق اور خلع کی صورت میں زوجین کی جدائی کو واضح کرتی ہے۔ جب کہ فصل سوم میں عدالتی نکاح کے بعد زوجین میں جدائی کے احوال کو واضح کرتی ہے۔فصل چہارم مندرجہ بالا تمام فصول کا تجزیہ یہ بالخصوص کورٹ میرجز کے بعد طلاق /خلع سے متاثرین سے سوالنامے اور نتائج پر مشتمل ہے۔ جن کی مزید تصدیق اسلام آباد سپریم کورٹ اور اسلام آباد ہائی کورٹ کے کیسز سے پیش کی گئی ہے۔

باب چہارم

کورٹ میرج کے معاشرے اور معاشرتی رویوں پر اثرات

فصل اول: زوجین پر اثرات

فصل دوم: بچوں پر اثرات

فصل سوم: خاندانی زندگی پر اثرات

فصل اول

زوجین پر اثرات

معاشرے کا وجود فطری اصولوں کا مرہون منت ہے۔ جب تک افراد معاشرہ ان اصولوں پر کاربند رہتے ہیں تو معاشرہ انھیں اپنی بقاء کی ضمانت دیتا ہے۔ انہی فطری اصولوں سے انحراف بار بار دہرایا جائے تو فطرت افراد سے اغماض تو کرلیتی ہے لیکن ملت کے گناہوں کو معاف نہیں کرتی۔ نتیجتاً معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایک خاندان کا بندھن معاشرے کی اکائی ہے۔ جس طرح قدر نکاح کے ذریعے بندھن معاشرتی اقدار کو شامل ہوگا اسی طرح سے معاشرہ پھلے پھولے گا۔ بصورت دیگر ایک معاشرے کی تباہی ایک فطری نتیجہ ہے۔

"کورٹ میرج" کا تصور ہی بادی النظر معاشرتی اقدار سے بغاوت کا نام ہے، جسے ہر کہ ومہِ واضح طور پر بلا تمہید و تفصیل سمجھتا ہے۔ چاہے کوئی بھی تاویل کی جائے، ایک متعدل مزاخ، سلیم الفطرت مرد وعورت کورٹ میرج کو فعل شنیع ہی قرار دے گا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن "[1]

ترجمہ: جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے۔

کورٹ میرج معاشرتی رویوں پر بُری طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ جس سے نہ صرف زوجین کی اپنی زندگی داؤ پر لگتی ہے، بلکہ خاندانی وقار بھی بُری طرح متاثر ہوتا ہے۔ ساتھ ساتھ گھر کے پُر سکون ماحول متلاشی بچے بھی والدین کی انفرادی اور خاندان کی اجتماعی کفالت سے محروم نظر آتے ہیں۔

متاثر خاندانی ماحول اور پریشان حال بچے پلٹ کر کورٹ میرج کے بندھن میں جکڑے زوجین کو مزید اضطراب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کی زندگی بُری طرح متاثر ہوتی ہے۔ اور انفرادی رویے غلط جہت لیتے دیکھائی دیتے ہیں۔ اسطرح معاشرتی اقدار اور رویے اجتماعی معاشرے کے تشخص کو بُری طرح متاثر کرتے ہیں۔[2] جس معاشرے میں کورٹ

1۔ مُحَمَّد بن حسن الشیبانی ، موطا امام مُحَمَّد ،، **موطاامام محمد** (فیصل آباد، فرید بک سٹال، 2007ء)۱۴۶

2۔ ابوالاعلیٰ مودودی، **حقوق زوجین**، (لاہور، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹیڈ طبع اول ۱۹۹۱) ص

میرج کے ذریعے خاندانی ومعاشرتی اقدار سے بغاوت بڑھ جائے ،تو وہ معاشرے فرحت و انبساط کے ذرائع ڈھونڈ نے سے بھی نہیں ڈھونڈ پاتا۔ نتیجتاً دیگر معاشروں کے مقابلے میں یہ معاشرہ افراد کو خوشی نہیں دے سکتا۔

فرحت وسکون پر اثرات

زوجین ہی دو ایسے افراد ہیں کہ جن کا تعلق دیگر گردوں نواح کے افراد اور ماحول پر اثر انداز ہوتا ہے،اگروجہ تعلق نکاح ہی معاشرتی اقدار سے ٹکراجائے تواس سے ان میں سے ہر ایک کی زندگی کیسے متاثر ہوتی ہے۔اسے ہم تجزیاتی انداز میں حسب ذیل پہلوؤں کے اعتبار سے پرکھ سکتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مرد و عورت کے درمیان مساوات انسانی اور انسانی عظمت و تکریم کی جس قدر رعایت کی ہے، اس قدر مساوات و توازن نہ تو دوسرے کسی مذاہب میں موجود ہے اور نہ ہی دنیا کے کسی قانون میں پایا جاتا ہے۔ دوسرے مذاہب و معاشرے میں نکاح کا جو بھی تصور ہو ، لیکن اسلام کے نقطہ نظر سے نکاح فرحت وسکون کا اھم ذریعہ ہے۔ معاشرتی رویوں کی جانچ میں قران کریم نے مقاصد نکاح میں زوجین کے لئے فرحت وسکون کا حصول ایک بنیادی مقصد کے طور پر ذکر لیاہے۔

﴿وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ﴾ (1)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان کے پاس چین سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔

کورٹ میرج کی صورت میں نکاح کے بنیادی ارکان و شرائط پورے ہونے کا وجود اور زوجین میں سے ہر ایک بے چینی واضطراب میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ جس میں الفاظ کے گھاؤ سے اور جسم کے کسی وار سے ڈران دونوں کی زندگی کو اجیرن بنادیتاہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جو مذکورہ

1۔(سورہ روم: ۲۱)

بالاقرانی نظریہ سے متصادم ہے۔ نکاح ہونے کے باوجود فرحت وسکون کا کافور ہو جانا اس پہلو پر توجہ مبذول کرواتا ہے۔ کہ کورٹ میرج میں ایسا کونسا پہلو ہے۔ جو اس سکون کو چھین لیتا ہے۔ اور قلب مضطرب کو مزید اندھیر وادیوں کی طرف دھکیلتا ہے۔

انسانی شخصیت میں بے اعتدالی

انسانی شخصیت میں اعتدال خالق (عزوجل) کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اور اسی اعتدال کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ سے غافل انسان کو پکار کر اپنی جانب توجہ دلائی:

القران۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ، الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ، فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ، كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴾[1]

ترجمہ: اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے ربِ کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا ○ جس نے (رحم مادر کے اندر ایک نطفہ میں سے) تجھے پیدا کیا، پھر اس نے تجھے (اعضا سازی کے لئے ابتداءً) درست اور سیدھا کیا، پھر وہ تیری ساخت میں متناسب تبدیلی لایا ○ جس صورت میں بھی چاہا اس نے تجھے ترکیب دے دیا ○ حقیقت تو یہ ہے (اور) تم اِس کے برعکس روزِ جزا کو جھٹلاتے ہو۔

یہ تصور اعتدال جہاں خلق سے متعلق ہے وہاں خُلق انسانی کے جملہ پہلوؤں پر بھی محیط ہے۔ کسی بھی قسم کی بے اعتدالی انسانی زندگی کے پر رونق پہلو اجیرن کر سکتی ہے۔ کورٹ میرج کی صورت میں متاثر ہونے والے زوجین راہ اعتدال سے لڑھک کر ایسی غیر متوازن شاہراہ زندگی پر آجاتے ہیں جو مزید ناہمواریوں کی طرف لے جاتی ہے۔ شخصیت میں بے اعتدالی سب سے پہلے زوجین کے نئے کے تعلق پر اثر انداز ہوکر انھیں ایسے دوسرے کے اعتماد سے محروم کر دیتی ہے۔ ان جملہ شخصی بے اعتدالیوں پر اثر انداز ہونے والے تصور کو ''کورٹ میرج'' کہتے ہیں۔

متہمین میں شمار

1۔ (سورہ انفطار: ۹)

جب انسان کسی تہمت کا شکار ہو جائے تو اسکی زندگی میں موجود بہت ساری بہاروں کے کھلے پھول بھی مرجھا جاتے ہیں۔ مذکورہ سیاق کلام کی روشنی میں ناکردہ گناہ، افراد کے سر رکھ دیئے جائیں تو وہ مزید ٹوٹ جاتے ہیں۔ جبکہ کردہ گناہ میں تو افراد کو تو پتہ ہے کہ یہ ان کی اپنی کمائی ہے جس کی وجہ سے وہ صرف متہم ہی نہیں بلکہ مجرم اصلی ہیں۔[1]

"کورٹ میرج" کی صورت میں ہر برُائی کی وجہ اور ہر معاشرتی بگاڑ کا سبب زوجین کو قرار دے کر انھیں متہمین میں شمار کیا جاتا ہے۔ بادلِ نخواہی بھی انھیں آنے والی اولاد ،حاضر خاندان اور موجود معاشرے کی جملہ تہمتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس کا درد سوائے ان متہمین کے کنارے پر بیٹھے افراد کو نہیں ہو سکتا۔

پیشہ وارانہ صلاحیتوں پر کاری ضرب

اللہ تعالیٰ نے مختلف افراد کو مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ جن کی وجہ سے لوگ پیشہ وارانہ شعبہ ہائے زندگی سے منسلک ہوتے۔ جب تک گھروں میں ماحول معتدل رہے، انسان اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں بھی صلاحیتوں سے لوہا منواتا ہے۔ لیکن جس شب گھریلو زندگی متاثر ہو جائے۔ پھر یہ شب طویل پیسہ ورانہ زندگی کا پُر عزم سورج طلوع نہیں ہونے دیتی بلکہ شب دیجور طویل ہو جاتی ہے۔

کورٹ میرج کی صورت میں زوجین کی زندگی کا انفرادی اضطراب ہر ایک کی پیشہ ورانہ زندگی چاہے خاتون کے امور خانہ داری ہو کہ خاوند کا میدان تیغ وتفنگ، خاتون کی سلائی کڑھائی ھوکہ مرد کے اپنے فن کی رونمائی، خاتون کے ہاتھوں کے کرشمے ہوں کہ مردوں کے حکمت کے چشمے۔۔۔ ہر دو بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ اس پیشہ ورانہ مہارت کو اکارت کیا ہے۔تو کورٹ میرج نے جو افراد کو اضطراب دیکر پروفیشنل لائف کو بھی خراب کر دیتی ہے۔[2]

1۔ عبداللہ مرعی، **اسلام اور دیگر مذاہب ومعاشروں میں عورت کے حقوق ومسائل** (لاہور: فرید بک ڈپو لمیٹیڈ، طبع اول ،2004)،۹ے

2. Tennen, Depression research methodologies in the Journal of Personality and Social Psychology,870.

سائلین کے اصل مسئولین

معاشرتی تعلق باہمی حقوق و فرائض کی تکمیل پر منحصر ہے، یہی دائرہ کار مختلف افراد کو دیگر کے سامنے جوابدہی پر لاتا ہے۔ جب تک یہ سلسلہ اپنے فطری اصولوں کے مطابق رواں دواں رہے اور معاشرہ اپنے حسن وخوبی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔" کورٹ میرج" کے بعد جو اثرات معاشرتی رویوں میں موجود رہتے ہیں۔انکی وجہ سے آنے والے بچے گھر کے افراداور معاشرے کے باسی اپنی سوال بھری نظروں سے ہر موقع پر زوجین کو بطور مسئول اپنے سامنے رکھتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، -قَالَ: وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ: وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ- وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

ترجمہ: عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہو سنا" خبردار تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت (نگرانی) کے متعلق پوچھا جائے گا امام (حکمران مراد ہے) نگران ہے اوراس سے اس کی رعایاکے بارے میں پوچھاجائے گا، مرد اپنے گھر کا نگران ہے اس سے اس کی گھر کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہےاس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھاجائے گا،اور خادم اپنے مالک کے مال کا نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ مرد اپنے باپ کے مال کا نگران ہےاس سے باپ کے مال کے متعلق پوچھاجائے گا، خبردار تم میں سے ہر ایک نگران ہےاور ہر ایک سے اس کی رعیت (نگرانی) کے متعلق پوچھاجائے گا"

"کورٹ میرج" یہ ایک بدیہی اثر ہے۔ جس کی وجہ سے زوجین زندگی بھر معاشرے کی عدالت بطور مجرم اپنے دامن سے اس تلچھٹ کو اتارنے کی سعی ناتمام میں مگن رہتے ہیں۔قدم قدم پر مسؤولیت کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوتا کہ آنے والی اولاد جب گردونواح کی چہ مگوئیوں اور متنوع رویوں سے والدین کے

بندھن کے طریقہ کار سے خبر ہوتی ہے تو تا دم وآپس سوالات کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھرمزید جب اولاد عنوان شباب کو پہنچے تو ان سے ''کورٹ میرج'' جیسے کلچر کو والاین کا خلاف رسم و رواج کہنے کا سوال خود ہی انہیں مسؤول بنا دیتا ہے۔

اولاد پر اس کورٹ میرج کے بندھن کے اثرات پر ہم آنے والی فصل میں سیر حاصل بحث کرتے ہیں۔

تجزیہ

اس فصل میں کورٹ میرج معاشرتی رویوں پر بُری طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ جس سے نہ صرف زوجین کی اپنی زندگی داؤپر لگتی ہے، بلکہ بچے بھی والدین کی شفقت سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔ جسے زوجین کے فرحت وسکون پر اثرات، انسانی شخصیت میں بےاعتدالی، متہمین میں شمار، پیشہ وارانہ صلاحیتوں پر کاری ضرب، سائلین کے اصل مسئولین کے عناوین کے تحت اس فصل میں واضح کیا گیا ہے۔ بالخصوص شخصیت میں بے اعتدالی سب سے پہلے زوجین کے نئے کے تعلق پر اثر انداز ہوکر انھیں ایسے دوسرے کے اعتماد سے محروم کر دیتی ہے۔ زوجین کی زندگی پر اثر انداز ہونے والے اس تصور کو ''کورٹ میرج'' کہتے ہیں۔ مزید اس سے انفرادی شخصیت سے اثرات آگے بڑھ کر پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو بھی خراب کرکے رکھ دیتے ہیں۔

فصل دوم

بچوں پر اثرات

اسلامی خاندانی نظام میں نکاح کے بعد اولاد کے ذریعے نسل انسانی کی بقاء ایک فطری قانون کارفرما ہے۔ اور اسی فطری قانون کی طرح کار فرما ہے۔ اور اسی باہمی زوجین کے بعد خلاّق عظیم عزوجل نے نسل انسانی کو پھیلایا اور رحم مادر کے رشتوں کی پاسداری کا حکم ارشاد فرمایا:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلۡأَرۡحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبًا﴾[1]

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

جس تعلق کے بعد بث منهما رجالا كثيرا و نساء کہا گیا یہ وہی اولاد ہے۔جو رشتہ ازدواج کے بعد ملی۔

مزید اللہ کریم نے ہمیں قرآن کریم میں ازواج واولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک کے طور پر مانگنے کا طریقہ سکھایا:

﴿وَٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ أَزۡوَٰجِنَا وَذُرِّيَّـٰتِنَا قُرَّةَ أَعۡيُنٍ وَٱجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾[2]

ترجمہ: اور وہ جو کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔

1۔ سورہ نساء:1

2۔ سورہ فرقان: ۲۵

جب رشتہ ازدوج کے بعد مذکورہ بالا آیات کی اولاد جسے نور چشم قرار دیا اور ایک فرد ناشُکری میں "طلاق" کے ذریعے "رحم کے رشتوں "اور آنکھوں کی ٹھنڈک اولاد کو متاثر کر دے تو پھر سکون کی تلاش کہاں سے ممکن ہے۔اس طلاق کی بادصرصَر کے چلنے معصوم بچوں کا بچپن ،گھریلوماحول، اور ماں کی گود جیسا تربیت کدہ، باپ کی شفقت جیساسایہ اوراپنے کزنز کے ساتھ مسابقت کا جذبہ چھن جاتا ہے۔بچے متاثرین طلاق و خلع کے ایسے دوراہے پر پائے جاتے ہیں کہ جن کا نہ تو پیچھے کوئی پشتبان بنتا ہے،اور نہ ہی مستقبل کے خاکوں میں رنگ بھرنے والارنگساز اور اس حال میں ان کی حالت ایسے"قابل رحم" پتلے کی طرح ہوتی ہے کہ جسے زمانے کہ تندو تیز ہوائیں اپنے ساتھ گردش دوراں کے ساتھ بُری طرح کچل کر رکھ دیتی ہے۔اس فصل میں میاں بیوی کی جدائی میں متاثر ہونے والے بچوں کی کیفیت کو حسبِ ذیل پہلوؤں کے اعتبار سے سپرد قلم کیا جا سکتا ہے۔

خزاں رسیدہ ماحول

اولاد کی متوازن تربیت کے لیے بھرپور ماحول کی فراہمی ایک بنیادی حق ہے، جس سے انکار قطعاً نا ممکن ہے۔بچوں کی جسمانی نشوونما کی بات ہو کہ ان کے شعور کو پروان چڑھانے کی تعلیم کے زینے کرنے سے متعلق ہو کہ تربیت کے درجات حاصل کرنے کی کھیل کے میدان کے اسلوب ہوں کہ گھر کے افراد کے مراتب کی پہچان۔ہر پہلو متوازن تربیت کا جز و لاینفک ہیں۔

طلاق وخلع کے بعدزوجین کی جدائی ایک خزاں کے جھونکے کیطرح یکسر مذکورہ بالا متوازن تربیت کے ماحول کو فراموش کر دیتی ہے۔[1] جس کے بعد ماں باپ کے زندہ ہونے کے باوجود خزاں رسیدہ ماحول میں ان بچوں کو یتیمی کی کڑک دھوپ میں چلنا پڑھتاہے۔ماں باپ کی کمائی ماہانہ ہونے کے باوجود ایک ایک کھلونے کے لیے ترسنا پڑھتا ہے۔ ماں باپ کے زندہ رہنے کے باوجود" ماما"اور" پاپا" کے الفاظ کا مصداق آنکھوں سے اُوجھل پاتے ہیں۔ ایسے خزاں رسیدہ ماحول سے متاثر ہو کر ان کی شخصیت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ جس کا مداوا زندگی بھر ممکن نہیں۔

1۔حکیم اسدایڈوکیٹ، مسلم عائلی قوانین(لاہور، منصور بک ہاوس کچہری روڈ،2014)

غیر معتدل شخصیت

معتدل شخصیت کسی بھی فرد کی انفرادی زندگی کو بھرپور بناتی ہے۔ جس میں بہت سارے عوامل کار فرما ہوتے ہیں۔گھر کا ماحول شخصیت کے نکھار میں اہم کردارادا کرتا ہے۔اور جملہ کیفیات کو درجہ اعتدال میں لاکر معاشرتی حسن کو دوبالا کرتا ہے۔

مذکورہ بالا خزاں رسیدہ ماحول میں پروان چڑھنے والا بچہ یا بچی کبھی بھی متعدل شخصیت کے طور پر سامنے نہیں آسکتا۔ زوجین کی جدائی سے بچوں کی ایسی غیر متعدل شخصیت معاشرے کے سامنے رونما ہوتی ہے کہ جس سے معاشرہ ہنسے تو وہ رودیتی ہیں۔اور معاشرہ سوجائے تو وہ جاگ جاتی ہیں۔ اگر معاشرہ ہجوم کے مزے لے تو بھی وہ خلوت کدے کے گوشہ نشین دکھائی دیتے ہیں۔ان کے چہرے مسکراہٹ وبشاشت کی بجائے حرماں نصیبی وشقاوت کا مظہر، ان کے رویے باہم افراد کو جوڑنے کی بجائے کی طرف مائل کرتے ہیں اور ان کے ارادے اثباتی تحریک کے بجائے ،وارداتی تخریب میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ یہ سارے کرشمے " غیر متعدل شخصیت" کا انعکاس ہے۔[1] جو ان بچوں کو زوجین کی جدائی(طلاق ھو کہ خلع) کی وجہ سے خزاں رسیدہ ماحول نے بطور وراثت میں دیئے ہیں۔

ناروامعاشرتی رویوں کا سامنا

ایک بچے کی تربیت میں والدین کے بعد اہم اثر معاشرے کے گردونواح کے ماحول ہوتا ہے۔ جس قدر معاشرتی رویے ذمہ دار ہوں گے اسی قدر بچوں کی تربیت اچھی ہوگی ان رویوں کی پہچان اور گردونواح کےافراد سے کس حد تک تعلق رکھنا ہے۔ اور خیر وشر کا بنیادی معیار ماں باپ اپنی اولاد منتقل کرتے ہیں۔ اگر ماں کی مامتا اور باپ کی شفقت کا سائبان نہ ملے تو بچے معاشرے کے رحم وکرم پر رہتے ہیں۔اور مختلف ناہمواریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

معاشرے کے بچوں سے نارواسلوک میں بے شمار مثالیں ہمارے گردونواح میں موجودہیں۔ "زینب قتل"ان میں سے ایک ہے۔کہ جس میں والدین کے ہونے باوجود بات جبر کے بعد قتل تک پہنچ گئی۔جب زوجین کی جدائی ہوگئی تواس قسم کے بہیمانہ سلوک کا خدشہ ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔مزید برآں فیملی ممبرز(Family Memebrs)کی طرف سے ایسے ناروا سلوک کی مثالیں زبانِ زدعام ہیں۔

---

1. Cassandra, Woman, Law and Society, 57.

پورن انڈسٹری (Porn Industry) میں بچوں کی ویڈیوز کے واقعات ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں بھی ایسے مافیاز پکڑے جا چکے ہیں جن کا تعلق دنیا کے دیگر ممالک میں موجود ان گروہوں سے ہے جو اس چائلڈ پورن انڈسٹری کے سرغنہ میں بچوں سے ناروا سلوک یہ پنپتا ہوا ایک ایسا ناسور ہے کہ جس کا شکار ایسے بچے یقینی طور پر ہو رہے ہیں۔ کہ جن کا متوازن نظام تربیت دستیاب نہیں ہے۔ ان ناروا معاشرتی وسماجی رویوں کی طویل فہرست ہے تو بچوں کی بدحالی پر واضح دلیل ہیں کہ جب انھیں ماں باپ کی موجودگی میں متوازن ماحول نہ دیا جائے تو متاثرین کی صف اول میں یہ معصومانہ اداؤں والے بچے ہیں جو لقمہ ء تر بنتے ہیں۔ (1)

حصول تعلیم میں رکاوٹیں

"تعلیم" کو جدید فقہاء نے "حفظ عقل" کے لیے بنیادی مقاصد شریعہ میں شامل کیا ہے۔[2] ایک متوازن تربیت کے لیے بنیادی تعلیم فراہم کرنا بچوں کا بنیادی حق ہے۔ اس سے بچوں کی شخصیت میں ایسا نکھار آتا ہے جو کسی بھی اور طریقہ کار سے ممکن نہیں ہے۔ اور تعلیم سے جو شعور ملے گا وہ دیگر پہلوؤں پر موثر انداز میں راستے ہموار کرے گا۔ زوجین کی جدائی سے بچوں میں جہاں دیگر پہلو تشنہ ء تکمیل رہتے ہیں وہاں تعلیم کا حصول بھی عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مکمل نہیں ہو پاتا۔ اور یہ ایک ایسا نقصان ہے جو آنے والی زندگی میں کبھی بھی پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے بُری طرح مُتاثر ہو کر بچے اپنے مسابقین سے اس قدر پیچھے رہ جاتے ہیں کہ جس کا اثر اگلی نسلوں تک منتقل ہو جاتا ہے اور منزل تو کجا نشان راہ بھی دھندلکے پڑ جاتے ہیں۔ تعلیم کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے کی وجہ آنے والے بچے کا ایک سماجی تشخص اور معاشی بقاء بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ جس سے ایک نہ رکنے والا سلسلہ بچوں کو پچھاڑ کر دیتا ہے۔ جدائی اختیار کرتے ہوئے مرد طلاق اور خاتون خلع کے اختیار بار ہا سوچ کر استعمال کرے، کہیں ان کا وقتی غصہ کسی بہت بڑے حادثے کا پیش خیمہ ثابت نہ ہو، جو بچوں سے ان کا بنیادی متوازن حقِ تعلیم ہی نہ کھینچ لے۔ تبھی تو رسالتمآب ﷺ نے اسے "ابغض الحلال" کہہ کر ہماری رہنمائی فرمائی:

---

1. Lansford, Parental divorce and children's adjustment, 140-152.

2۔ ڈاکٹر نجاتُ اللہ صدیقی، **مقاصد شریعت** (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، اسلامک یونیورسٹی، 2013)، ۱۲۳

ابغض الحلال اِلی اللہ الطلاق[1]

ترجمہ: اللہ تعالی کے حلال کردہ امور میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

مختصر یہ کہ زوجین کی جدائی بچوں سے ان کا بنیادی حق تعلیم سلب کر کے ایسا قرض چڑھا دیتی ہے جسے آئندہ نسلیں بھی نہیں چکا سکتیں۔

رشتوں کے مسائل

ایک فرد کے بارے معاشرے کے دیگرافراد مختلف آراء رکھتے جو اس فرد کے تاریخی تعارف اور رویوں کا غماز ہوتی ہیں، مذکوہ سیاق وکلام کی روشنی میں "بچے" جس درد اور حرمان سے گزرتے ہیں، اسے معاشرے کی نگاہ کبھی او جھل نہیں کرتی اور بچوں کے اس "ناکردہ فعل" کو بھی انہیں کا قصور قرار دے کر ان سے پہلوء نہی کرتی ہے۔ رشتوں کو طے کرتے وقت ایسے بچے اور بچی کا انتخاب سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ جب کے گھر کا ماحول ایسے تناؤ کا شکار رہا ہو جو زوجین کی جدائی میں بنتا ہے۔ کیونکہ اسی اضطرابی ماحول میں پروان چڑھنے والے بچے اپنی سوچ وفکر اور معاملات ورویہ میں شکار ہوتے ہیں۔ مختلف معاملات میں والدین کی طرف سے غیر متوازن ماحول کی اثرات واضح نظر آتے ہیں رشتے طے کرتے وقت لوگ ایسے ماحول سے آنے والے افراد کے متوقع اثرات ان کی آنے والی نسل پر بھی دیکھتے ہیں تو پہلو نہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

رشتوں کے انتخاب میں معاشرہ کا امتیازی رویہ زوجین میں جدائی سے وجہ سے متاثر کرتا ہے۔ جو ظلمتوں پر مزید ظلمتیں دیکر ایسے غیر متوازن تربیت کے حامل بچوں میں مایوسی وقنوطیت لاتے ہیں۔

---

1. ابن القیم الجوزی، تہذیب **السنن** ، بیروت، دار المعرفة، (بیروت، تحقیق محمد حامد الفقی، دار الکتب العلمیة، ۱۹۹۱ء) ۳۲۱

تجزیہ

اس فصل میں میاں بیوی کی جدائی (طلاق و خلع) میں متاثر ہونے والے بچوں کی کیفیت کو مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ در حقیقت بچے متاثر ہو کر ایسے دوراہے پر پائے جاتے ہیں کہ جن کا نہ تو پیچھے کوئی سہارا بنتا ہے، اور نہ ہی آگے پرسان حال اور ان کی معصومانہ شخصیت کو گردش دوراں بُری طرح کچل کر رکھ دیتی ہے۔ جسے ہم نے اس فصل میں بچوں کے لئے خزاں رسیدہ ماحول، غیر معتدل شخصیت، ناروا معاشرتی رویوں کا سامنا، حصول تعلیم میں رکاوٹیں، اور مستقبل میں رشتوں کے مسائل کے عناوین کے تحت سپرد قلم کیا ہے۔ مزید بر آں جب ماں کی مامتا اور باپ کی شفقت کا سائبان بچے کو نہ ملے تو بچے معاشرے کے رحم و کرم پر رہتے ہیں، جسکا بدیہی نتیجہ مختلف شخصی ناہمواریوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

فصل سوم

خاندانی زندگی پر اثرات

افراد کے انفرادی رویوں کو اجتماعی دھارے میں دیکھنا ایک خاندان کا تعارف کہلاتا ہے طب کے ماہرین کے مطابق جنیاتی خواص ایک فرد میں خاندان سے منتقل ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ ایک فرد کا عمل پورے خاندان کے بارے عامۃ الناس کی رائے کے تعین میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لیے خاندان کے افراد کے افعال و عمال میں پورا خاندان متاثر ہوتا ہے۔

کورٹ میرج کی بابیت خاندان پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں جہاں ایک طرف خاندانی وجھاھت وکرامت متاثر ہوتی ہے وہاں پورے خاندان کے لیے پرامن ماحول مفقود ہو جاتا ہے۔ اور دیگر افرد معاشرہ اپنے ناکردہ گناھوں کی سزا بھی ایک فرد کی وجہ سے سہنا پڑتی ہے۔ جو معاشرتی و خاندانی روایات سے ہٹ کر کورٹ میرج کی راہ اپناتا ہے۔[1]

مزید بر آں خاندانی انا میں جہاں خاندان کا ہر فرد انفرادی طور پر متاثر ہوتا ہے اور خاندان بھی مختلف غیر معتدل رویوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ تو پھر غیر مانوس ماحول پیدا ہونے کی وجہ سے ایک خاندان کی سماجی زندگی کیساتھ معاشی زندگی بھی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔[2]

ایک فرد کو کوتاہی کی وجہ سے جملہ خاندان کے افراد کو بیسیوں سوالات اور رویوں کا سامنا ایسے ماحول سے دوچار کر دیتا ہے۔ جس میں کدورتیں جنم لیتی ہیں۔ اور غیر متوقع رجحانات معاشرتی و معاشی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کر دیتے ہیں۔ جب متاثر خاندان رد عمل میں ایک فرد کو جوابدہی پر لاتا ہے تو اس سے مزید خاندان کے افراد کی گھریلو ازدواجی زندگی اور دیگر پہلو متاثر ہوتے ہیں۔ ہم کورٹ میرج کے خاندانی زندگی پر اثرات کو حسب ذیل مختلف پہلوؤں کے اعتبار ضبط تحریر میں لا سکتے ہیں۔

---

1. Olson, Midsummer Night's Dream and the meaning of court marriage, 95-119.

2۔ ابوالحسن علی ندوی، **اسلام کے عائلی قوانین**، (کراچی: ادارہ القران العلوم الاسلامیہ، طبع اول، ۲۰۱۱) ۷۹

خاندانی شرف میں کمی

خاندان کا تعارف نسل در نسل ایک معاشرے میں اپنائے گئے رویوں سے تشکیل پا تا ہے۔جس قدر یہ رویے منظم ہوتے ہیں اسی قدر آنے والی نسلوں کو وراثت میں مزین و قابل رشک تعارف ملتا ہےاور معاشرے میں موجود دیگر خاندان بھی اسی تاریخی تعارف کی وجہ سے بعض چیزوں میں ایک خاندان کو مقام دیتے ہیں کورٹ میرج کی صورت میں جہاں زوجین کی انفرادی زندگی اور بچوں کے معمالات متاثر ہوتے ہیں وہاں مجموعی طور پر خاندان کی شرف میں کمی ایک بدہی نتیجہ ہے۔جس کی پاداش میں خاندان کے اکابرین کی گردنین جھک جاتی ہیں تو بلند و بالا دعوے بھی پستی سے دوچار ہوتے ہیں۔آباؤاجداد کے حاصل کردہ اجتماعی شرف وکرامت کو شرمندگی وخجالت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔[1]

مختلف امور معاشرہ میں دیگر خاندان اپنے شرف وکرامت میں آگے بڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔کسی ایک فرد کے لمحوں کی خطا خاندان کی صدیوں کی سزاپر محیط ہو جاتی ہے،جہاں اس فرد کے خاندان کو معاشرے کے اجتماعی مفادات کو پیش پیش رکھا جاتا ہے آج مختلف تنازعات میں الجھاؤکے سبب پیچھے دھکیلا جاتا ہے جو کہ خاندانی شرف و کرامت کی کمی پر ایک دلیل بین ہے۔جسکی وجہ ایک فرد کی ایسی روش جس سے نہ صرف ان کی انفرادی زندگی تباہی سے دوچار ہوتی ہے۔بلکہ اجتماعی خاندانی شرف وکرامت بھی بری طرح متاثر ہوا ہے۔[2]

خطرات کا سامنا

کورٹ میرج کے بعد جہاں زوجین میں سے ہر ایک خطرات سے بھرپور زندگی میں قدم رکھ لیتا ہے وہاں خاندان کے دیگر افراد بھی اس الجھن سے دوچار رہتے ہوئے بُری طرح متاثر ہوتے ہیں۔پر امن زندگی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔اور خوف کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانچ بنیادی امتحانات میں شمار کیا ہے۔

﴿وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَ الۡجُوۡعِ وَ نَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَ الۡاَنۡفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ﴾ [3]

1۔ تنزیل الرحمن، **مجموعہ قوانین اسلام**،(اسلام آباد، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۳)ص119

2۔ محمد بن عبد اللہ المالکی الخرشی، **شرح مختصر خليل للخرشي**،(القاهره دار الحديث ،۲۰۰۴)۲۱۹

3۔سورہ بقرہ۲/۱۵۵ 3

ترجمہ: اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے ،
دشمن کے ڈر سے ، بھوک پیاس سے ، مال و جان اور پھلوں کی
کمی سے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے۔

یہ خطرات مختلف نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔ جن کا تعلق معاشرت ومعیشت، انفرادی و اجتماعی، مرد وزن، خلوت وجلوت اور ہر شعبہ زندگی پر محیط ہے۔ اس آگ کی جلن سے ایک دم کوئی خطرہ حقیقت کا روپ نہ دھارے تب بھی اسکی چنگاریوں کی حدت ایک خان کے سفر و حضر کو خطر بنا کر ان پر اپنے اثرات ڈالتی رہتی ہے اور جراءت واقدام کو سلب کر لیتی ہے۔ مسلسل خطرات کی زندگی جہاں قبیلے کی اجتماعی توانائیوں میں کو تاہی لاتی ہے۔وہی بہت سارے مثبت کام اور مقاصد ادھورے رہ جاتے ہیں۔مزید یہ کہ ایسا ماحول خاندان میں جدت پسندی پر بھی کاری ضرب لگاتا ہے۔اور نوخیز نوجوان کو اجتماعی طور پر ایساپر امن ماحول میسر نہیں آتا جس کو بروئے کار لاکر وہ عنفوان شبا ب سے کماحقہ لطف اندوز ہو سکیں۔[1]

ان جملہ خاندانی پہلوؤں پر اثر انداز ہونے والے کورٹ میرج کے اقدام سے نہ صرف افراد بلکہ خاندان ومعاشرہ وقت طویل تک اضطراب وآزمائش میں رہتے ہیں۔

خاندانی "انا" میں اضافہ

عمومی مشاہدہ میں ایک بات واضح ہے کے خاندان کے افراد ایک اجتماعی تعارف میں جمع ہونے کیوجہ سے قدرے خاندانی عصبیت کا شکار ہوتے ہیں۔یہی عصبیت دیگر افراد وخاندانوں سے معاملات میں خاندانی انا کے عنصر کو اجاگر کرتا ہے۔ کوٹ میرج سے زوجین میں سے ہر دو کے خاندانوں میں جو کشمکش چلتی ہے وہ اجتماعی طور خاندانی انا کو جنم دیتی ہے۔ جس سے آگے بہت سے معیارات بدل جاتے ہیں۔[2] حق وباطل کے پیمانے گھل مل جاتے ہیں۔ باہمی حقوق کے دائرے بھی متزاحم ہو جاتے۔اور اصل مسائل اور ان کا حل خاندانی انا کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اسی رویے کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ
بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَ لَّا

1- ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد ، **بداية المجتهد ونهاية المقتصد**، القاهرة، دار الحديث ،۲۰۰۴ء)۲۷۷

2-محمد رشید رضا مصری ، **تفسیرالمنار**، (بیروت ، دارالمعرفه ، ۲۰۱۳ء۔)ص ۹۹

﴿تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ (1)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو، انصاف کرو کہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

کورٹ میرج کے بعد "انا" کا نشہ اسقدر مضبوط ہو جاتا ہے۔کہ افرادِ خاندان آنکھوں کے ہونے کے باوجود دیکھتے نہیں۔اور کانوں کے صحیح ہونے کے باوجود حق بات کے لیے بولتے نہیں۔ جب ایسا طرز عمل ایک خاندان میں چڑھ جائے تو معاشرے کے اجتماعی رویوں کیساتھ ان کا چلنا محال ہو جاتے ہی۔ باہمی معاشرت کے حسن ماند پڑ جاتے ہیں مشترکہ مفادات کے حصول کا خواب ٹوٹ جاتا ہے۔ ان جملہ نقصانات تک لانے والا جذبہ "انا" کورٹ میرج جیسے افعال سے شروع ہوتا ہے اور پورے کے پورے معاشرے کو تباہ وبرباد کر کے رکھ دیتا ہے۔(2) اور خاندان میں یہ اثر کورٹ میرج سے آتا ہے اور ہر کوہ ودمن اور شیخ وشاب کو بہا کر لے جاتا ہے۔

خاندانی کدورتوں میں اضافہ

خاندان کے اندرونی معاملات میں تناؤ افراد سے آگے اجتماعی رویوں کا باعث بنتا ہے۔ جب تک افراد آپس میں میل جول اطمئنان سے رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی طبیعتوں کے موافق رہتے ہیں، کسی ایک فرد کا رویہ کسی دوسرے فرد پر بوجھ نہ بنے تب تک گھر کا ماحول ایسی وسعتیں دیتا ہے۔کہ جو وسیلہ نجات از روئے فرمان نبوی ہے۔

عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ نجات کیا ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا:

---

1 ۔سورۃ مائدہ: ۵

2۔ الزحیلی، الدکتور وھبہ، **الفقہ الاسلامی وادلّتہ**، (دمشق، دار الفکر، ۲۰۱۵ء) ص ۷۱

امسِک عَلَیک لسانَکَ ، ویسعک بیتُک و ابک علی خطِیئتک۔[1]

ترجمہ: "اپنی زبان کو قابو کرو، تمھارا گھر تمھیں وسعت دے اور اپنی خطاؤں پر روؤ"

خاندان کے افراد کی طبیعتوں کا موافق ہونا گھر میں ایسی وسعتیں دیتا کہ جس سے افراد اپنے گھر میں خوشیوں سے بھرپور زندگی گزارتے ہیں لیکن جونہی کدورتیں باھم نپپنا شروع ہو جائیں پھر جملہ لذتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ بہاروں کے جھونکے خزاں کی بُو لے لیتے ہیں۔ خوشیوں کے تاثرات بھی چیں بجبیں ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ آنکھوں کی چمک جذبہ انتقام میں بدلتی نظر آتی ہے۔ اور دلوں کی قربتیں درجہ بادرجہ دوریوں میں ڈھلتی ہیں۔ ان جملہ کدودتوں کیوجہ کورٹ میرج کی وجہ پیدا ہونے والا ماحول ہے۔ جو خاندان کے افراد میں بالآخر ایسی دواڑیں ڈالتا ہے کہ جن کو مندمل کرنا ممکن تو کیا محال دکھائی دیتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ متاثر کن پہلو ہے جو خاندان کی اندرونی کمزوری کا باعث بنتا ہے۔[2]

خاندانی ذرائع معیشت پر کاری ضرب

کسی بھی خاندان کے جاہ وجلال میں "معیشت" اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جب تک ذرائع معیشت مضبوط رہیں خاندان آگے بڑھتے ہیں اور دیگر معاصرین میں اہم مقام پاتے ہیں۔ معاشی ذرائع میں امن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی نعمت قرار دیا۔ جس پر واضح مثال سورہ قریش میں خاندان قریش کو خانہ کعبہ کی خدمت کے عوض اللہ تعالیٰ نے بھوک سے نجات اور خوف سے امن کا انعام فرمایا۔ خاندان قریش کا ذریعہ معاش تجارت تھا جس میں موسم سرمامیں وہ یمن کی بندرگاہ سے مشرقی اجناس اٹھاتے اور موسم گرمامیں مشرقی اجناس شام کی بندرگاہ پر رومیوں کے حوالے کرتے اور جو کچھ وہاں سے اُٹھاتے اسے پھر یمن کے راستے عالم مشرق میں بھیجتےاس ذریعہ معاش وتجارت کے راستے کا امن بطور انعام الٰہی ذکر کیا۔[3]

1۔ الترمذی، محمد بن عیسی ، **الجامع الترمذي**، (مصر، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، ۱۹۷۵ء۔)۲۹۵

2۔ابوالاعلیٰ مودودی، **حقوق زوجین**،(لاہور،اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ۲۰۱۵ء)ص

۳۔ طبری، امام ابن جریر ، **جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف تفسیر طبری**، (مصر، دار الفکر، 2009 ء)۔۹۷

﴿لِإِيلَٰفِ قُرَيۡشٍ (1) إِۦلَٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ ٱلشِّتَآءِ وَٱلصَّيۡفِ (2) فَلۡيَعۡبُدُواْ رَبَّ هَٰذَا ٱلۡبَيۡتِ (3) ٱلَّذِيٓ أَطۡعَمَهُم مِّن جُوعٖ وَءَامَنَهُم مِّنۡ خَوۡفِۭ (4) ﴾[1]

ترجمہ: اس لیے کہ قریش کو مانوس کر دیا (۱) ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے باعث (۲) ان کو اس گھر کے مالک کی عبادت کرنی چاہیئے (۳) جس نے ان کو بھوک میں کھلایا اور ان کو خوف سے امن دیا (۴)

اس کے مقابل جب لوگوں نے ذکر الٰہی سے اعراض کیا تو ان کی بابت فرمایا۔

﴿وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا وَّ نَحۡشُرُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَعۡمٰى﴾[2]

ترجمہ: جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

جو ذکر الٰہی سے اعراض کرے اسکی معیشت میں تنگی کر دی جاتی ہے۔ گویا کہ معیشت کی سلامتی انعام اور ذرائع معیشت میں کمی بطور ابتلاء و آزمائش قرآنی نقطہ ء نظر ہے۔[3]

زیر بحث موضوع میں کورٹ میرج کے بعد جہاں فضا پر امن نہیں رہتی وہاں خاندان کے آزادانہ ذرائع معیشت بھی بُری طرح متاثر ہوتے ہیں اور اس معاشی بحران سے آگے دیگر معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں جو انفرادی طور پر کدورتوں اور اجتماعی طور پر خاندانی جاہ و جلال کو متاثر کرتے ہیں۔

---

1. سورۃ قریش: ۴

2. سورہ طہ: ۱۲۴

3. مبارکپوری، محمد عبدالرحمن، تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي، (بیروت، دار الکتب العلمیة، ۲۰۰۱ء) ص۷۹

تجزیہ

اس فصل میں کورٹ میرج سے خاندان پر اثرات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اسی تناظر میں جہاں ایک طرف خاندانی ساکھ متاثر ہوتی ہے وہاں پورے خاندان کے لیے پرامن ماحول مفقود ہو جاتا ہے۔ یہاں ہم نے اس مخصوص پہلو کو خاندانی شرف میں کمی، خطرات کا سامنا، خاندانی "انا" میں اضافہ، خاندانی کدورتوں میں اضافہ، اور خاندانی ذرائع معیشت پر کاری ضرب کے تحت واضح کیا ہے۔ ایک فرد کو کوتاہی کی وجہ سے جملہ خاندان کے افراد کو ایسے ماحول سے دوچار کر دیتاہے، جس میں نفرتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جہاں کدورتیں شروع ہو جائیں پھر جملہ لذتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور غیر متوقع رجحانات معاشرتی و معاشی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کر دیتے ہیں۔ متاثر خاندان کے اجتماعی ردعمل میں مزید خاندان کے افراد کی ازدواجی زندگی بھی متاثر ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ کورٹ میرج کے بعد جب فضا گدلی ہو جائے تو خاندان کے آزادانہ ذرائع معیشت بھی بُری طرح متاثر ہوتے ہیں اور اس معاشی بحراں سے آگے دیگر معاشرتی مسائل آتے ہیں جو خاندانی وجاہت کو شدید خرابی کی طرف دھکیلتے ہیں۔

نتائج

1. کورٹ میرج فقہی نقطہ نظر سے فقہاء کرام کے نزدیک مختلف فیہ مسائل میں سے ہے۔

2. کورٹ میرج کو بعض ناگزیر صورتوں میں تو قبول کیا جاسکتا ہے تاہم اس کا رواج اچھا نہیں ہے۔

3. ہمارے معاشرے میں کورٹ میرج بذات خود طلاق کی بنیادی وجہ ہے دیگر وجوہات یہ ہیں اصول کفو سے انحراف، خاندانی چپقلش وعداوت، قانون سے لاعلمی، معاشرتی دباؤ کا اثر، تربیت کا فقدان، میڈیا کا منفی کردار، والدین کا ناروا سلوک، خاندانی مادی مفادات وغیرہ

4. سماجی رابطے کے ذرائع مواصلات بھی ازدواجی رشتوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ زوجین کے درمیان غلط فہمی، عدم اعتماد، اور عدم برداشت بالآخر طلاق کا سبب بنتی ہے.

5. کورٹ میرج کے نقصانات زوجین کی انفرادی زندگی اور معاشرے کے اجتماعی رویوں پر دوررس اثرات چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلا بعد از طلاق بدامنی کی فضا، ذاتی وقار مجروح ہونا، خاندان کے دیگر افراد کے لیے مسائل، اولاد کے لیے ناسازگار ماحول، عوام اور حکومتی اداروں کا ٹکراؤ وغیرہ،

6. تحقیق سے معلوم ہوا کہ 80 فیصد شادیاں جو کورٹ میرج کے ذریعہ ہوتی ہیں وہ ناکام ہو جاتی ہیں اور ان کا اختتام طلاق پر ہوتا ہے۔

7. تحقیق کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا ہے کہ کورٹ میرج کو رواج نہ دیا جائے۔ بلکہ اس کو ضرورت کی حد تک محدود رکھا جائے۔ اگر ہمیں طلاق کی شرح کو کم کرنا ہے تو ہمیں کورٹ میرج کو کم کرنا ہوگا۔

سفارشات

کورٹ میرج اوراسکے بعد طلاق کر رجحان کو مختلف پہلوؤں سے تجزیہ اور سیر حاصل بحث کے بعد سفارشات مقالہ حسب ذیل ہیں۔

1. معاشرتی طور پرہیں نسل نو کی تربیت اس انداز میں کرنی چاہے۔کہ جوان تمام وجوھات کا قلع قمع کر کے جو کورٹ میرج یا اس کے بعد طلاق کی طرف لے جاتے ہیں۔
2. حکومتی اداروں کو قانون سازی میں ایسی تبدلی لانی چاہیے۔کہ کورٹ میرج جیسے فیصلہ میں "ولی" لی رضا مندی کو شامل کیا جائے تاکہ کورٹ میرج کے برے اثراتے سے تمام افراد محفوظ رہ سکیں اور قیمتی جانیں غیرت کے نام پر قتل جیسی بیہودہ روش سے محفوظ رہیں۔
3. حکومتی ادارے ذمہ دار ہیں کہ خاندانی نظام میں ایسے قوانین متعارف کروائیں جو طلاق و خلع کے رجحانات کو قابو کر کے اصلاح کی طرف لے جائیں۔
4. ہمارے عدالتی نظام کو "خلع" کے دیئے ہوئے اختیار کو شریعت اسلامی کی روح کے موافق بناکر خلع کی ڈگری جاری کرنی چاہیے۔
5. ہمارے تعلیمی اداروں کا نصاب اس قدر جامع ہونا چاہے۔کہ جو معاشرے میں پروان چڑھتے ہوئے لڑکے اور لڑکی کو مقاصد نکاح، اسلامی نظام معاشرت، شرم وحیا اور بنیادی اخلاقی اقدار سے روشناس کروائے۔ جس سے حسین معاشرے کی تعمیر ممکن ہو گی۔
6. بعد میں آنے والے محققین سے گزارش ہے کہ ملکی سطح پر یا پھر بین الاقوامی سطح پر تحقیق کے لئے زیر بحث موضوع پر مزید جامع سوالنامہ (Questionnaire) ترتیب دے کر اور انٹرویو (Interview) کے ذریعے دائرہ کار بڑھایا جاسکتا ہے۔ جو ایک عمدہ کاوش کے طور پر قبول کیا جائیگا۔

7. مستقبل میں محققین کے لئے عدالتی شا دی کے ملکی سطح پر واقعات اور اس کی وجہ سے غیرت کے نا م پر قتل ہونے والے کے اعداد و شمار کا احاطہ ایک دلچسپ موضوع ہو گا جو نہ صرف اس معاملے کی نز اکت عا مۃ الناس میں بلکہ قانون ساز اداروں کے لئے بھی راہنمائی فر اہم کرے گا۔
8. مستقبل میں تحقیقی دائرہ کار نکاح و طلاق کے بارے عوامی آ گا ہی اور تصورات کی جانچ و پڑ تا ل کی طرف بڑ ھایا جائے، کیونکہ نکاح و طلاق کی اسلامی روح سے نا واقفیت جملہ مسائل جنم لیتے ہیں۔
9. والدین کی جد ائی (طلاق و خلع) کیوجہ سے بچوں میں اخلاقی و تعلیمی بگاڑ اور اسکے معاشرے پر منفی اثر ات کا تحقیقی و تنقیدی جا ئزہ ایک دلچسپ موضوع ہو گا۔

فہارس(Indexes)

i. فہرست آیات

ii. فہرست احادیث

iii. فہرست اُعلام

iv. فہرست اماکن وبلاد

v. فہرست مصادر و مراجع

فہرست آیات

آیات	حوالہء قرآن	صفحہ
كان النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيِّينَ ..	سورۃ البقرۃ2:213	02
وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ .	سورۃ البقرۃ:2: 230	22
فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ..	سورۃ البقرۃ2: 230	22
وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ.	سورۃ البقرۃ2: 232	23
ولا تنكحوٰالمشريكن حتى يومنو	سورۃ البقرۃ2:221	24
ولا تنكحوا المشركت حتى يومن ولا مة مومنة..	سورۃ البقرۃ2:221	34
وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسٰى ..	سورۃ البقرۃ2:228	49
وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ ...	سورۃ البقرۃ: 2:155	170
يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن ..	سُورَۃُ النِّسَاء4:1	١٦١
لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ..	سورۃ النساء:14:4	81
وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا..	سورۃ النساء128:4	١٠٣
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّا امِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ ..	سورۃ المائدۃ: 08	١٧٢
فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن	سورۃ النور24:32	36
وانكحواالايامى منكم الصلحين من عبادكم..	سورۃ النور24:32	37
الزاني لاينكخ الازانية أو مشركة والزانية..	سورۃ النور:2:4 2	40

وَمِنْ اٰيـٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ..	سورۃالروم30: 21	03
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ..	سُورَۃُ الرُّوم:21	۱۵۶
وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولي	سورۃ الاحزاب33:33	42
وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولي	سورۃ الاحزاب33:33	42
وَٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَٰجِنَا و..	سورۃالفرقان74:25	۱۶۱
وَمن اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِيْشَۃً	سورۃطہ:124	۱۷۵
وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ , كِرَامًا كَاتِبِينَ ..	سورۃالانفطار:10 :12	۱۰۱
يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِۙ	سُورَۃُ الانفِطار:6-9	۱۵۷

فہرست احادیث

حدیث	صفحہ
لاتنزوج المرأة المرأة والا تتزوج المرأة نفسها	28
الايم احق بنفسها من وليها والبكر تستامر واذنها سكوتها وفى رواية الثيب احق بنفسها من وليها	27
وعن خنساءبنت خدام ان اباها زوجها وهى ثيب فكر هت زالك ---	29
عن ابن عباس ان جارية بكراتت رسول الله ﷺ --	29
عن ابن يزيد عن ابيه قال جاءت فتاة إلى النبي ﷺ --	30
الايم احق بنفسها دون وليها ولا تنكح البكر حتى تستاذن	35
لا نكاح الا بولى يقول الله تعالىٰ فلا تعضلوهن فدخل فيه الثيب --	38
عن عائشہ مرفوعاايماامراة نكحت بغير اذن وليها فنكا حها باطل --	39
عن ابى هريره مرفوعا لاتزوج المراة المراة ولا تزوج المرأة نفسها فان الزانية--	40
عن محارب قال قال رسول الله عليه وسلم ما احل الله شيئا ابغض--	49
عن ابن عمر عن النبى ﷺ ابعض الحلال الى ---	49
تَزَوَّجُوْ وَلَا تُطَلِّقُوْا فَاِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الذَّوَّاقِيْنَ وَالذَّوَّاقَات	50
ايما امراة سئلت زوجها طلاقا في غير ما باس فحرام عليها رائحة الجنة	50
عن ابن عباس ، قال:" لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له	51
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ أَتَتْ النَّبِيَّ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ االله---	54
عن النبيِﷺ- اَن قال: أيما امرأة سألت زوجها طلاقاً من غير بأس --	83
ابغض الحلال اِلى الله الطلاق	83
إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ قَالَتِ الرَّحِمُ: ---	84
فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ	85

أَبْغَضُ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، ثُمَّ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ	85
طلب العلم فريضةَ على كل مسلم و مسلمة	97
إذا لم تستح فاصنع ما شئت	99
كادالفقر ان يكون كفرا	104
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ---	159
إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا	167
امسِک عَلَیک لسانَکَ ، ویسعک بیتُک و ابک علی خطِیئتک	173
إن أحق الشروط أن يوفى به ما استحللتم به الفروج	14
ايما امرة نكحت بغير اذن وليها فنكا حها باطل،، فنكا حها باطل --	27

فہرست اعلام

صفحہ	نام
26	ام سلمہ
30	ابن جیری طبری
25	ابو حنیفہ نعمان بن ثابت
28	جعفر الصادق
12	مالک بن انس
3	جسٹس محمود
22	حضرت ابن عباس
32	حضرت ابو حریرہ
12	حضرت عمر بن العاص
12	حضرت عمر بن خطاب
57	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
22	حضرت نافع ابن جبیر
24	خنساء بنت خدام
69	خورشید احمد گیلانی
7	ڈاکٹر تنزیل الرحمن
102	ڈاکٹر عطااللہ
118	ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی
3	سید امیر علی
66	عبداللہ مرعی
33	ابن ہجر عسقلانی

سید مرتضی بلگرامی زبیدی	37
قاضی ثناءاللہ پانی پت	29
محمد بن نصر المروزی	3
مفتی محمد امجد علی اعظمی	48
وکیل خلیل الرحمٰن	98
ول ڈیورنٹ	7

فہرست اماکن وبلاد

صفحہ	نام
95	آزاد جموں وکشمیر
95	اسلام آباد
102	افریقہ
5	انگلستان
102	ایشیا
92	بلوچستان
8	پاکستان
86	پنجاب
92	سندھ
95	کراچی
21	مدینہ

فہرست اصطلاحات

صفحہ	نام
3	دیوانی معاہدہ
8	ایجاب وقبول
8	سول میرج
8	مجسٹریٹ
9	حق مہر
9	چیمبر
11	اینگلو مڈن لاء
14	تنسیخ نکاح ایکٹ 1939
25	باکرہ عاقلہ بالغہ
37	زانیہ
38	حلالہ
47	اصول کفو
51	مسلم فیملی لاآرڈیننس
51	مسلم فیملی کورٹ ایکٹ
52	اینگلو سیکسن لاء
67	مجسٹریٹ آف پیس
73	فیملی کورٹ ایکٹ 2015
83	مسلم فیملی لاء1921
83	پروینشل کمیشن آن دی سٹیٹس آف وومن2015
84	آرڈیننس
85	ڈپٹی کمشنر

کنٹرولنگ اتھارٹی	85
عائلی قوانین	86
اسٹامپ پیپر	82
ثالثی کونسل	95
الترکہ لیگل ایڈوائزری اسلام آباد	92
پروفیشنل لائف	126
فیملی ممبرز	131
پرون انڈسٹری	131
چائلڈ پرون انڈسٹری	131

مصادر و مراجع

قرآن حکیم

1. ابن العربی ،ابی بکر، محمد بن علی، **احکام القرآن**، بیروت، دارالفکر ، ۲۰۰۸ء۔
2. ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد، **بداية المجتهد ونهاية المقتصد**، القاهرة، دار الحدیث ،۲۰۰۴ء۔
3. ابن ماجه،ابو عبدالله محمد بن يزيد، **سنن ابن ماجه**، بیروت، دار الكتب العلمية، ۱۹۹۱ ء۔
4. ابن منظور، محمد بن مكرم بن علي، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري الإفريقي ،**لسان العرب** ، بيروت، دار الصدر،۱۹۹۸ء۔
5. ابن نجیم، زين الدين بن ابراہیم ، **البحر الرائق شرح كنز الدقائق** ، القاہرة، دار الكتاب الإسلامي ، ۲۰۱۴ء۔
6. ابن ہمام، كمال الدين محمد , **فتح القدير** ، بیروت، دار الفكر، ۲۰۱۳ء۔
7. ابو داود، سليمان بن الاشعث ، **سنن أبي داود**، بيروت، المكتبة العصرية، ۲۰۰۹ء۔
8. اعظمی،امجد علی، **بہار شریعت**،لاہور،ضیاءالقران پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء۔
9. الأنصاري, ا لزكريا ، **الغرر البهية** ،قاهرة،دار الكتاب العربي، ۲۰۱۴ ء۔
10. البابرتی،جمال الدین الرومی،**العنایۃ شرح الھدایۃ**، القاہرۃ، دارالفکر،۲۰۱۶ء۔
11. بخاري ،محمد بن اسمعيل ، **الصحيح البخاري** ، بیروت، دار ابن كثير اليمامة ،۲۰۱۳ء۔
12. پانی پتی، ثناءاللہ قاضی، **تفسیر مظہری**،لاہور،ضیاءالقران پبلی کیشنز،۲۰۰۵ء۔
13. تبریزیؒ،ولی الدین، امام محمد بن عبدالله ،**مشكوة المصابيح** ، بیروت،دارالمعرفه، ۱۹۹۷ء۔
14. الترمذی، محمد بن عيسى (۲۷۹ھ)، **الجامع الترمذي**، مصر ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، ۱۹۷۵ء۔
15. تنزیل الرحمن، جسٹس، **مجموعہ قوانین اسلام**،اسلام آباد، مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۳ء۔
16. تھانوی، مولانا اشرف علی، **بہشتی زیور**، لاہور، اسلامیات پبلشرز ،۲۰۰۸ء۔
17. عثمانی، مفتی محمد تقی، **فقہی مقالات**،لاہور،ادارہ اسلامیات، طبع دوم، ۲۰۱۲ء۔

18. *الجزیری،عبدالرحمن*، **الفقه على المذاهب الأربعة تأليف الطبعة السابعة،** ،بيروت، دار إحياء التراث العربي ،۲۰۰۹ء۔
19. الجصاص، ابوبكر احمد بن على ، **مختصر اختلاف العلماء** ، دار البشائر الاسلاميه، ۱۹۹۵ء۔
20. الجوزی ، ابن القيم ، **تهذيب السنن** ، بيروت، دار المعرفة، بيروت، تحقيق محمد حامد الفقى، دار الكتب العلمية، ۱۹۹۱ء۔
21. الحجاوي،أبو النجا ، موسى ، **الإقناع في فقه الإمام أحمد بن حنبل** ، القاهرة، دار الحديث ، ۲۰۰۶ء۔
22. *حکیم،اسدایڈوکیٹ،* ***مسلم عائلی قوانین***،*لاہور، منصور بک ہاوس کچہری روڈ،*(2014)ء۔
23. حنبل، أحمد بن ، أبو عبد الله، **مسند الإمام أحمد بن حنبل** ، (المكتبة العصرية، بيروت)،2006ء۔
24. الحنبلي ، ابن قدامة, عبد الله بن محمد بن قدامة المقدسي ، **المغنى**،رياض، دارالعالم للكتب، 1997ء۔
25. حنبلیؒ ،شمس الدين عبدالرحمن ، **الشرح الكبير على متن المقنع**، دار الكتاب العربي للنشر والتوزيع،۲۰۱۴ء۔
26. *خان،احمد رضا،* ***فتاویٰ رضویہ***،*لاہور، مطبوعہ رضافاونڈیشن،*2013ء۔
27. الخرشی، محمد بن عبد الله المالكى ، **شرح مختصر خليل للخرشي**، القاهرة، دار الحديث ، ۲۰۰۴ ء۔
28. دار القطنی،على عمر بن الحسن،**سن دار القطنی**، ملتان، مطبوعه نشرالسنته، ۲۰۰۹ء۔
29. زبيدي، **تاج العروس**، اردن، دار احياء التراث العربي، ۲۰۰۲ء۔
30. الزحيلى، الدكتور وهبه، **الفقه الاسلامى و ادلّته**، دمشق، دار الفكر، ۲۰۱۵ء۔
31. السيوطي، الحافظ جلال لدين، جامع صغير مع فيض القدير،مصر، دار الفكر، 2016ء۔
32. الشاطبى ، ابو إسحاق، ابراهيم بن موسى بن محمد ، "**الموافقات**" بيروت، دار ابن عفان، ۲۰۱۱ء۔
33. الشوكاني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله ، **نيل الأوطار من أسرار منتقى الأخبار** ، ، بيروت، دار ابن الجوزي، ۲۰۰۸ء۔
34. شوكانى، محمد بن على، **نيل الأوطار**، مصر، دار الحديث، ۱۹۹۳ء۔
35. *شیبانی، محمد بن حسن،* ***موطاامام محمد*** *،فیصل آباد،فرید بک سٹال،*2007ء۔

36. صدیقی، ڈاکٹر نجات اللہ، **مقاصد شریعت**، ، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی اسلامک یونیورسٹی، 2013ء۔
37. طبری، امام ابن جریر ، **جامع البیان عن تاویل القرآن المعروف تفسیر طبری**، مصر، دار الفکر، 2009 ء۔
38. عالمگیر، اورنگزیب لجنۃ العلماء، **فتاوی عالمگیری**، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹیڈ، لاہور، ۲۰۰۶ ء۔
39. عسقلانی ،ابن حجر، **فتح الباری شرح صحیح بخاری**، بیروت، داراحیا إثرات العربی، ۲۰۱۳ء۔
40. القرطبی ، محمد بن أحمد بن رشد ،**بدایه المجتهد ونهایه المقتصد**، القاہرة، دار الحدیث ،2004ء،
41. قرطبی، امام، **تفسیرالجامع الاحکام القرآن**، بیروت، داراحیا إثرات العربی ، 2016ء۔
42. الکحلانی، محمد بن اسماعیل ،**سبل السلام**، ریاض ، دار الحدیث ۱۹۹۷ ء۔
43. الکاسانی، ابو بکر بن مسعود ، **بدائع الصنائع في ترتیب الشر ائع**، بیروت، دارالکتب العلمیة ، ۱۹۸۶ء۔
44. گیلانی، خورشید احمد، **قلم برداشتہ**، لاہور، سنگ میل پبلشرز، 2012ء۔
45. گیلانی، خورشید احمد، **وحدت ملی**، لاہور، سنگ میل پبلشرز، 2008ء۔
46. مبارکپوری، محمد عبدالرحمن، **تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي**، بیروت، دارالکتب العلمیة، ۲۰۰۱ء۔
47. محمود، طاہر، **مسلم پرنسپل لاء کے تحفظ کا مسئلہ**، نئی دہلی، جامعیہ ملیہ اسلامیہ، ذاکر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز۔ ۲۰۰۷ء۔
48. مرعی، عبداللہ، **اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورت کے حقوق و مسائل**، لاہور، فرید بک ڈپو لمیٹیڈ، 2004ء۔
49. المرغینانی، برہان الدین علی بن ابوبکر ،**الهدایة في شرح بدایة المبتدي**، بیروت، دار احیاء التراث العربي، ۱۹۹۹ء۔
50. المروزی، محمد بن نصر (۲۹۴ھ)، **السنة**، بیروت، مؤسسة الکتب الثقافیة ، ۱۴۰۸ھ
51. مصری، محمد رشید رضا، **تفسیر المنار**، بیروت ، دارالمعرفه ، ۲۰۱۳ء۔
52. مغل، شفقت الرحمن، خطبات: مسجد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم از ڈاکٹر جسٹس عبد المحسن بن محمد القاسم حفظہ اللہ، ،لاہور ،اسلامک پبلیکیشنز لمیٹیڈ، 2018ء۔
53. مودودی، ابوالاعلی، **حقوق زوجین**، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، ۲۰۱۵ء۔

54. **الموسوعة الفقهية الكويتية** ,كويت ، وزارة الشوءون ،٢٠١١ء۔

55. ندوی،ابوالحسن علی،**اسلام کے عائلی قوانین**،کراچی، ادارہ القران العلوم الاسلامیہ، ٢٠١١ء۔

56. نقشبندی،ذوالفقار احمد،**مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول**،فیصل آباد،مکتبہ الفقیر، 2009ء۔

57. الهيتمي ،ابن حجر، **تحفة المحتاج** ، بيروت، دار ابن كثير اليمامة،٢٠١٣ء۔

- **English Literature (Books and Reports)**

1. A Synthesis of Reports of Commission /Committee on the States of Woman. Islamabad: Government of Pakistan, Ministry of woman Development social welfare &Special education, 2013.
2. Ali, Syed Ameer, and Said Akbar Khan. Mohammedan Law. All Pakistan Legal Decisions, 1965.
3. Ali, Zeenat Shaukat. *Marriage and Divorce in Islam, an Appraisal*. Bombay: Jaico Publishing House, 1987.
4. Al-Qaradawi. The Law full and Prohibited in Islam. Lahore: Islamic Publication, 1997.
5. Baker, Maureen .Choices and Constraints in Family Life. Ontario: Oxford University Press, 2010.
6. Balchin, Cassandra, ed. Women, Law, and Society: An Action Manual for NGOs. Shirkat Gah, 1996.
7. Farani, Merajuddin. Family Laws in Pakistan. Karachi: Nadeem Law Book House, 2006.
8. Hodkinson, Keith. Muslim family law: a sourcebook. London: Groom Helm, 1984.
9. Macnaghten, William Hay. Principles and Precedents of Moohummudan Law: Being a Compilation of Primary Rules Relative to the Doctrine of Inheritance (including the Tenets of the Schia Sectaries), Contracts and Miscellaneous Subjects, and a Selection of Legal Opinions Involving Those Points, Delivered in the Several Courts of Judicature Subordinate to the Presidency of Fort William: Together with Notes Illustrative and Explanatory, and Preliminary Remarks. J. Higginbotham, 1860.
10. Madani, Ashiq Elahi. A Gift for Muslim Woman, (tr) Rizwani, Shakir and Hussain, Raiz. Lahore: Adara-e-islamiat, 1999.
11. Malook, Saif- ul-. Code of Islamic Law with Digest. Lahore: Civil & Criminal Publishers, 2004.
12. Mannan, M.A. Mulla. Muhammadan Law. Lahore: Adara-e-Islamiat , 1998.
13. Mehmood, Shouket. Muslim Family Law and Society. Lahore: Law Publishing Company, Ketchery Road, 2008.
14. Nasir, Shaukat. Commentaries on the muslim woman. New Delhi: Ashoka Law House, 1992.

15. Qureshi, Mohammed Ahmad. Marriage and matrimonial remedies: a uniform civil code for India. New Delhi: Concept Publishing Company, 1978.
16. Rapoport, Yossef. Marriage, money and divorce in medieval Islamic society. Cambridge University Press, 2005.
17. Report on Muslim Family Laws. Islamabad: Council of Islamic Ideology, Govt of Pakistan, 1983.
18. Rideout, Victoria J., Ulla G. Foehr, and Donald F. Roberts. "Generation M 2: Media in the Lives of 8-to 18-Year-Olds." Henry J. Kaiser Family Foundation (2010).
19. Sardar Ali, Shaheen. "Supreme Court on Khula: Hanifan vs. Deputy Commissioner Dadu (PLD 1967 SC 84)." JL & Soc'y 4 (1985): 54.
20. STAFF, MERRIAM-WEBSTER. Merriam-Webster's encyclopedia of world religions. Merriam-Webster, 1999.
21. Verma, B. R. Muslim Marriage, Dissolution and Maintenance. London: Oxford University Press, 2009.
22. Verma, J. P. Data analysis in management with SPSS software. Springer Science & Business Media, 2012.
23. Bellou, Andriana. "The impact of Internet diffusion on marriage rates: evidence from the broadband market." Journal of Population Economics 28, No. 2 (2015): 265-297.
24. Duncan, Larissa G., and Nancy Bardacke. "Mindfulness-based childbirth and parenting education: promoting family mindfulness during the perinatal period." Journal of Child and Family Studies 19, no. 2 (2010): 190-202.
25. Fagan, Patrick F., and Aaron Churchill. "The effects of divorce on children." Marri Research 1 (2012): 1-48.
26. Heath, Harriet, and Glen Palm. "Future challenges for parenting education and support." Child Welfare 85, no. 5 (2006): 885.
27. Hess, Robert D., and Kathleen A. Camara. "Post-divorce family relationships as mediating factors in the consequences of divorce for children." Journal of Social issues 35, no. 4 (1979): 79-96.
28. Keith, Verna M., and Barbara Finlay. "The impact of parental divorce on children's educational attainment, marital timing, and likelihood of divorce, *Journal of Marriage and the Family* (1988): 797-809.
29. Lansford, Jennifer E. "Parental divorce and children's adjustment." Perspectives on psychological science 4, no. 2 (2009): 140-152.
30. Lansford, Jennifer E., Patrick S. Malone, Domini R. Castellino, Kenneth A. Dodge, Gregory S. Pettit, and John E. Bates. "Trajectories of internalizing, externalizing, and grades for children who have and have not experienced their parents' divorce or separation." Journal of family Psychology 20, no. 2 (2006): 292.
31. Olson, Paul A. "A Midsummer Night's Dream and the meaning of court marriage." ELH 24, no. 2 (1957): 95-119.
32. Pollock, Sandra L. "Internet counseling and its feasibility for marriage and family counseling." The Family Journal 14, no. 1 (2006): 65-70.
33. Sloon,William."Family matters: Impacts of family background on educational attainments." Economica 68, No. 270 (2001): 137-156.
34. Tennen, Howard, Jennifer A. Hall, and Glenn Affleck. "Depression research methodologies in the Journal of Personality and Social Psychology: A review and critique." Journal of Personality and Social Psychology 68, no. 5 (1995): 870.

35. Tennen, Howard, Jennifer A. Hall, and Glenn Affleck. "Depression research methodologies in the Journal of Personality and Social Psychology: A review and critique." Journal of Personality and Social Psychology 68, no. 5 (1995): 870.